نصاب سلسلۂ تعلیم جامعہ عثمانیہ

تاریخ فیروز شاہی

تصنیف

عفیف شمس سراج

ترجمہ

مولوی محمد فدا علی صاحب طالب

رکن شعبۂ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ سرکار عالی

سنہ ۱۳۵۷ھ م سنہ ۱۳۴۷ف م سنہ ۱۹۳۸ء

دارالطبع جامعہ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن

فہرست مضامین

تاریخ فیروز شاہی (عفیف)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

هو اللہ الاحد

تاریخ فیروز شاہی

عفیف

اللہ نے فرمایا ہے کہ کوئی نہیں جانتا اس کی تاویل مگر اللہ اور وہ اشخاص جو علم میں راسخ ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بادشاہوں کے قلب پر الہام ربانی کا نزول ہوتا ہے۔

پروردگار عالم نے اپنی قدرت کاملہ سے جس میں کسی چون و چرا کی گنجائش نہیں ہے اور جو تمام ملک و ملت کا پیدا کرنے والا ہے، حکمت کی بنا پر وہ مملکت جس کے استحکام و حلقۂ فرماں روائی کے ساتھ خلق فرمائیں۔ ایک دنیاوی مملکت ہے جو [illegible] کرتی و ناز و زینت و جہانبانی کے ساتھ چاروں دور [illegible] ہے۔

اس مملکت کا جاہ و جلال دیا اور اس کی آواز جوش افزا اس کا دیدار بصیرت افروز اور اس کی خوشبو روح و دماغ پرور ہے۔

اور اس کے حاصل کرنے میں کوشاں اور پایاں اس کے طلب کرنے میں رواں ہے۔

اس کے خد و خال پر ایک عالم شیدا ہے اور ہر شخص اس کی تعریف و توصیف میں
باوجود ناکام ہونے کے ہر دم گویا ہے۔ غرضکہ یہ مملکت دنیاوی آخرت کے لئے بہترین
کھیتی ہے جیسا کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ الدنیا مزرعۃ الآخرۃ
(دنیا آخرت کی کھیتی ہے)۔

دوسرے مملکت آخرت ہے جس میں بے حد و بے شمار ہر طرح کی نعمت موجود ہے۔
یہ مملکت نیک اعمال افراد کا مخصوص مکان اور نیکوکار اصحاب کا قصر عالیشان ہے۔
حضرات ابرار اس پر شیدا اور اصحاب عرب دنیا اس کے عاشق و فریفتہ ہیں۔
یہ عالم ستمگاروں کی سیہ کاری کی اصل جگہ ہے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے
کلام میں اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے۔ صانع کمال نے عظیم [illegible] اپنی قدرت کاملہ کے ہاتھ
کے ساتھ لطف و کرم و شفقت سے بھی کام فرمایا اور عدل و انصاف [illegible] استقامت کے ساتھ
بیشمار اسباب نعمت و متاع دولت ان ہر دو ممالک میں پیدا فرمائے۔ چنانچہ
مملکت دنیاوی کی خوبیوں سے ان الفاظ میں آگاہ فرمایا۔ زین للناس حب الشہوات
من النساء والبنین والقناطیر المقنطرۃ من الذہب والفضۃ
والخیل المسومۃ والانعام والحرث ذلک متاع الحیوۃ الدنیا۔

اور مملکت آخرت کی بابت ارشاد فرمایا کہ اس عالم میں انہار و اشجار کی انتہا نعمتیں
موجود ہیں اور اس عالم میں روح لطیف کو شریف و مقدس [illegible] بیان میں اس طرح
ادا فرمایا کہ جنات عدن تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا ابدا۔

پروردگار عالم نے ان ہر دو مملکت کی حکومت کا تاج حضرت شاہ انبیاء کے فرق مبارک پر
رکھا اور سرورِ عالم کی فرماں روائی کی قبا حضرت شاہ اصفیا کے بدن مبارک پر درست فرمائی۔
حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس و برگزیدہ بارگاہ و اصحاب [illegible]
و ارباب تقرب کی طرح مقام طلب میں استادہ ہے لیکن ما سوی سے بے تعلق ہو کر
مالک الملک کی طلب میں حیران و سرگرداں ہے۔ حضرت شہنشاہ اصفیا نے سوا
خالق ذوالجلال کے ہر دو مملکت کی کسی شے کی تمنا و آرزو نہیں کی جیسا کہ خدائے کریم
فرماتا ہے کہ مازاغ البصر وما طغٰی۔
غرضکہ رضائے الٰہی کے رموز کا بہترین ترجمان ہے۔

سالک تن را چو در امتحان کنیم　　پیش کش حضرت سلطان کنیم

اوّل مقام مقام شفقت ہے۔

وہ گوہر جو دریائے معنی کے قعر سے نکل رہا ہے آب و گل میں شفقت اور
ارواح عالم میں تاثیر کرتا ہے یعنی اس کا اصل مسکن قلب انسانی ہے جہاں سے اس کی
شعاع آب و گل کے باشندوں پر پڑتی اور اس کو متاثر کرتی ہے۔ اس روشن و تاباں جوہر کی
اصل حقیقت حضرت پروردگار کے انوار سے منور و تاباں ہے اور اسی مقام کی تفسیر
خود اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں اس طرح دی ہے کہ لا تقنطوا من رحمۃ اللہ
(اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو) چنانچہ تمام علما و مشائخ رضوان اللہ علیہم اجمعین تمام خلائق پر
پدر و مادر سے زیادہ شفیق و مہربان ہیں۔ یہ حضرات طالبان منصور کو مطلوب اصلی تک پہنچانے
اور محبوب کے تلاش کرنے والوں کو زندگی میں حقیقی راہ دکھاتے ہیں۔

تمام خلقت پر عظیم الشان احسان کرتے اور اپنی تربیت و تعلیم سے ان کو کامل بنا
اور شفقت و لطف کے ساتھ تعلیم دیتے ہیں۔

تمام خلقت خدا علما و مشائخ کی محتاج ہے۔

اسی طرح سلاطین عالم جو قیمتی کی لالچ سے مستغنی ہیں تمام خلائق پر شفقت قلبی
سے مہربانی فرماتے اور باوجود اس کے کہ خود عظیم الشان مرتبے پر فائز ہیں ہر مسلمان کی
تربیت فرماتے۔

وہ گروہ عالی مرتبہ ہونے پر عامۃ خلائق کو اپنے باران کرم سے فیضیاب کرتا ہے
اور ہوشیاری و دہشت کے عالم میں ابر باراں کی طرح خلقت پر احسان و کرم کے موتی
برساتا ہے۔

سلاطین عالم کا گروہ اپنے سے دور افراد کو حق انعام و اکرام سے شاد کرتا ہے اور
اپنے نزدیک اشخاص کو اپنے عظمت و جاہ سے حیران بنا کر غیرت کی آگ سے ان کے
قلوب کو پگھلاتا ہے۔

بادشاہان عالم بیگانہ افراد کو در نو نگاہی میں داخل کرتا اور یگانوں کی
کثرت لطف و کرم و ملاقات مہر و محبت سے دوستی و محبت میں روز افزوں اضافہ
کرتے ہیں۔

بجز فرقے کے انسان ایک ہی بادشاہ کے سائے میں آرام پاتے ہیں۔

اگر خدانخواستہ کسی وقت سلاطین کی زبان سے بے مہری کا لفظ نکلتا ہے یا یک جبروتیاداری کا خطرہ بھی ان کے دل میں گزرتا ہے تو ایک عالم کو جان و مال کا نقصان پہنچتا ہے اور ہر شخص آب و نان کے غم سے غمگین و بیقرار ہوتا ہے۔

کیخسرو نے اپنے وزراء سے ان امور کا سوال ان الفاظ میں کیا۔

بادشاہوں کے قلب میں بے مہری کے خطرے کا گزرنا اور زبان سے لطیفے کی بے لطفی خلائق کے حق میں کیا اثر رکھتی ہے۔

وزراء نے جواب دیا کہ اس کی نمونہ مثال ہے کہ جس طرح بلا کسی کوشش وسعی کے اور بغیر موجودوں کی تلاش و جستجو کے کسی ایک فرد کی حکمت سے ایک ہی زبان پر شیرینی و ترشی کا ذائقہ پیدا ہو جائے۔

غرض کہ گوہر شفقت کی قیمت بے اندازہ ہے جس کو صرف مشائخ اہل یقین جانتے ہیں اور اس قدر و قیمت کا اندازہ صرف سلاطین طالبان دین ہی کر سکتے ہیں۔

سلاطین کے قلوب میں جس قدر مادۂ شفقت زیادہ موجود ہوگا اسی قدر ان کی نیک نامی کا آوازہ تمام عالم میں زیادہ بلند ہوگا۔

تاجداران عالم کے لئے گوہر شفقت وہ دولت ہے جس کی قیمت کا اندازہ کرنا مشکل ہے اور وہ دولت نعمت ہے جس کی قدر کو سمجھنا محال ہے۔

حضرت مشفق کونین مربی دارین صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی امر کی جانب اشارہ فرمایا ہے۔

حضور اقدس فرماتے ہیں کہ التعظیم لامر اللہ والشفقۃ علی خلق اللہ صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

مقام دوم عشق ہے۔ مرتبۂ عشق درگاہ کی انتہائی محبت اور اس کی تیاری کی بے پایاں عظمت سے پیدا ہوتا ہے۔ خدائے بزرگ کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے کہ افحسبتم انما خلقنٰکم عبثا و انکم الینا لا ترجعون۔

علماء مشائخ اہل بیعت کے قول کی محبت اور ربوبیت کی معرفت کی زیادتی سے

چنانچہ سرور دو عالم شفیع دارین صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح فرمایا ہے کہ اذا جمع تم
یعنی جب تم دوسروں کی فریاد سنو گے تو تمہاری دعا بھی سنی جائے گی۔

تیسرا مقام مرتبۂ عدل و فضل ہے۔ یہ مقام خدائے قیوم کے خوف کا
نتیجہ ہے جس کے ذریعے سے خود پروردگار نے اس طرح آشنا فرمایا ہے وزنوا
بالقسطاس المستقیم (یعنی درست ترازو میں وزن کرو)

چنانچہ علما و مشائخ نے ہر حال میں عدل و انصاف کو شعار بنایا ہے اور وصف
فضل و بزرگی حاصل کرنے میں سعی و کوشش فرمائی ہے۔

اس مقدس گروہ نے ہر حال میں عدل کے آئینے میں ہر امر کا مشاہدہ کیا ہے۔
انسان کا فرض ہے کہ قیل و قال کی کثرت سے چہرۂ حال کو غبار آلودہ کرے اور
اپنے کمال میں کسی قسم کے نقصان کو گوارا نہ کرے۔

ان بزرگوں نے سلوک کے ہر مرتبے پر اس کے عدل و فضل کو اور زیادہ مستحکم کیا ہے۔
خلائق کو عجیب الفتوں سے فیضیاب کیا ہے اور خود دولت دنیا و دین کو اس
خدمت کے لیے قربان کیا ہے۔ عالم لطافت میں مشائخ کا یہ قول عالم لطافت میں
مشہور ہے کہ الشیخ یحیی و یمیت ای یحیی القلب و یمیت النفس (یعنی قلب کو
زندہ اور نفس کو مردہ کرتا ہے)۔

اسی طرح گروہ سلاطین نے بھی اہل سلوک کی تقلید کی اور اپنے عہد حکومت میں
ہمیشہ عدل کو بلند اور فضل و بزرگی کے علم کو بالا کیا ہے۔

ان سلاطین کا ہمیشہ مقصد یہ رہا کہ کوئی مظلوم محروم و ضعیف و مضطر نہ رہے اور
زبردست اپنی قوت بازو کے غرور سے زیر دست کو آزار نہ پہنچائے۔

فرماں روایان عالم نے اسی خیال کو مد نظر رکھ کر ہمیشہ بارگاہ عدل و فضل کو
آراستہ و پیراستہ کیا ہے۔

سلاطین عالم اپنے عدل سے مظلوم افراد کی دادخواہی فرماتے ہیں اور اپنے فضل
سے مسکین و محتاج اشخاص کو سرفراز فرماتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ شاہ محمود کے ملازمین نے ایک ضعیف کی [illegible]

یہ طالب حق گروہ دشمن سے دست و گریبان ہو کر اس حالت اشتعال میں
جان کو ہتھیلی پر رکھتا اور اپنے کو خدا کے سپرد کر کے جہاد کے دریا میں غوطے کھاتا اور
ہر غوطے میں بے حد لطیف و شریف جوہر و گوہر حاصل کرتا ہے۔ جب یہ جوان قسمت
خدائے بزرگ کے حکم اور اس کی عطا سے اوّل میدان کارزار میں مظفر و منصور ہوتے ہیں۔
اور اس کے بعد مال غنیمت جو خدا نے اُن کو عطا فرمایا ہے اپنے درمیان تقسیم
فرماتے ہیں۔

اس مقام کی بشارت بھی پروردگار عالم نے اپنے کلام میں دی ہے۔
مجاہد دارین و بہادر کونین و شہنشاہ علما و سلاطین صلی اللہ علیہ وسلم نے
اہل جدال و قتال کو لطف مروت کے خلعت عطا فرمائے ہیں اور کرم و عطا کے
شراب خانۂ شفقت سے تربیت و تعلیم کے جوش بھرا جام عطا فرمائے ہیں۔
سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح ارشاد فرمایا ہے کہ الجنۃ تحت
ظلال السیوف (جنت تلوار کے سائے میں ہے)۔

مقام چہارم مرتبۂ ایثار و افتخار ہے۔
پروردگار کے لطف و کرم سے مستفید و مالامال ہو کر انسان اس مرتبے کو
اختیار کرتا ہے
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون (تم ہرگز نیکی
حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ خدا کی راہ میں اس شے کو صرف نہ کرو جس کو تم
عزیز و دوست رکھتے ہو)۔
علما و مشائخ اپنے کمال لطف و کرم سے دین و دنیا کی نعمتیں خلائق کو
عطا فرماتے ہیں۔
مینائے وحدت سے جو شراب اُنس کہ ان حضرات کو عطا ہوئی ہے اُسی
نے وحدت کا ایک بھرا جام محبت کو عطا فرما کر اُن کو بھی کیف و سرور سے مالا مال
اور اُنس و محبت کے نشے سے سرشار فرماتے ہیں اور اہل اشتیاق کو شراب محبت
پلا کر اُن کو بھی حقیقت کا متوالا بناتے ہیں۔
ساقی وحدت جام اُن کے گرد گردش میں لاتا اور من جاء بالحسنة

قلب عشق اشتمال کے دلفریب نغمے سے مست بنا دیتا ہے۔

مرصاد العباد میں مرقوم ہے کہ ایثار کے گوہر کی قدر و قیمت حد بیان سے باہر ہے۔

اسی طرح سلاطین عالم اپنے ایام حکومت و دور سلطنت میں تمام مخلوق پر بیشمار ایثار فرماتے ہیں۔ جو نقد و مال کہ ان کے حضور میں جمع ہوتا ہے اس کو طالبان و حاجتمندان دنیا کو عطا فرماتے اور اپنی مراد سے نامراد افراد کو شاد اور اہل استحقاق کو ہر ضرورت سے مستغنی فرماتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ گوہر ایثار تاجداران عالم کے قبائے حکومت کا تکمہ اور فرمانروایان عالم کا بلند ترین تحفۂ افتخار ہے۔ صاحب ایثار کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام ثواب و تحسین میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ادخال السرور فی قلوب المومنین صدقة (سرور و راحت کو مومنین کے قلوب میں داخل کرنا ایک قسم کا صدقہ ہے)۔

مقام ششم مرتبۂ عظمت و رحمت ہے۔

یہ مقام بھی انسان کو خدا کی رحمت سے عطا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم (اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی اور ان افراد کی جو تم پر حاکم ہوں)۔

اس مقام پر بے حد و لا انتہا رموز و اسرار الٰہی ہیں جن کا اظہار نامناسب ہے جیسا کہ وارد ہے کہ کشف سر الربوبیۃ کفر (ربوبیت کے بھید کو ظاہر کرنا کفر ہے)۔

اگرچہ مشائخ کبار رضوان اللہ علیہم نے اس ظاہری کے ضمن میں اسرار باطنی بھی بیان فرمائے ہیں تاکہ فرائض کی اہمیت و وسعت برقرار رہے۔

یہ حضرات امامت کے مرتبے پر فائز ہو کر سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہیں لیکن اصحاب و اسلاف اس خیال بادشاہ کو کہ [illegible] اعتدال کی روش کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے اور اپنے حسب حال [illegible] تمام رہتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ حضرات تابعین کے نقش میں [illegible] اور

[illegible]

یہ اس لئے کہ بے شمار اعدائے دین گھات میں ہیں اور ہر وقت اس فکر میں ہیں کہ دین کی بے نظیر و بیش قیمت دولت کو چرالیں۔

ہر چہار اعداء ظاہری و باطنی ہر مملکت میں تیغ زنی و تیغ کشی میں مشغول و مصروف ہیں۔

جس طرح کہ علماء و مشائخ خدا کے فضل و کرم سے احکام الٰہی کی بجا آوری میں ہر وقت بیدار و ہوشیار رہتے ہیں اور شبانہ روز ایک لمحہ بھی غافل و بیکار نہ رہ کر عامۂ خلائق کو دین کی راہ بتاتے ہیں۔ اس مقدس گروہ نے نہایت ہوشیاری کی وجہ سے شب بیداری اختیار فرمائی ہے اور ورد روشن کے بے شمار فوائد کو نظر انداز فرمایا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ مملکت دل و قالب آب و گل ان اعدائے اربعہ کے شر و فساد سے محفوظ و مامون رہیں۔

اس گروہ نے اپنی ہوشیاری و بیداری سے اس درجہ ترقی کی کہ کون و فساد کے تمام اسرار نہاں ان پر منکشف ہو گئے۔

یہ نقل صحیح ہے کہ کسی برگ کا درخت سے جدا ہو کر زمین پر گرنا بھی ان حضرات سے پوشیدہ نہیں ہے اسی طرح شہریاران عالم کی بارگاہ تاثیر آسمانی و حکم یزدانی کی بنا پر دوست و دشمن سے خالی نہیں ہے جیسا کہ مصرع ذیل سے ظاہر ہوتا ہے۔

چہ دشمنان بسوزند و دوستان بخورند

سلاطین عالم امور ملکی و معاملات مالی سے ایک دم بھی غافل نہیں رہتے۔

اگر ایک لحظہ بھی ارکان ملکی میں قلیل فرو گذاشت ہو جاتی ہے تو تاجداران عالم کے قلب پر بے انتہا اضطراب طاری ہوتا ہے۔

اور اگر ایک لمحہ بھی مالی معاملات میں ایک جیتل بھی ضائع ہوتا ہے تو بادشاہوں کو بے حد افسوس ہوتا ہے۔

تمام سلاطین دین پرور نے درگاہ کی بیداری اور بارگاہ کی ہوشیاری میں ہمیشہ سعی و کوشش کی ہے۔

یہ قول کہ مقام بیداری میں اپنے سے بدگمان رہنا علامت بیداری ہے، قول صحیح و درست ہے۔

یہ معاملہ اس حد کو پہنچتا ہے اور سلاطین کی باخبری سے یہ ثابت ہوتی ہے
کہ بادشاہوں کی مملکت میں اگر مور ضعیف بھی بساط وفا کے باہر پاؤں رکھتی ہے
تو تاجداران عالم کی سطوت و ہیبت سے اسی دم پامال کر دیا جاتا ہے۔
چنانچہ ہوشیار ترین مخلوقات مؤید ترین موجودات نے تلقین فرمایا ہے کہ
عجلوا بالصلوٰۃ قبل الموت (نماز کے لیے تعجیل کرو قبل اس کے کہ موت آئے)۔
مقام ششم: انتباہ و عبرت ہے۔ یہ مقام اللہ تعالیٰ کے خوف سے باخبر
اور اس کے جلال کی ہیبت و عظمت و کمال کی سطوت سے متاثر ہونے سے حاصل
ہوتا ہے۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار
(آج کے دن سوا خدا کے جو واحد و قہار ہے کس کی حکومت ہے)۔
ظاہر ہے کہ ہر دو عالم کی مخلوق اور دین و دنیا کے مرجع مقام و کمال
اسی خدا کے ہیں
علما و مشائخ بے حد و بے اندازہ خوف و بے نہایت ہراس کی وجہ سے
گزشتہ سیہ وادات کے افعال سے آگاہ فرماتے اور اعمال صالحہ کے دامن میں پناہ
لیتے ہیں تاکہ ان کے عمل کا جہاز اور ان کی امید کی کشتی خوف و رجا کے سمندر پر
جاری و ساری رہے۔
یہ معلوم ہے کہ پروردگار کے لطف و کرم سے یہ مقام امتیاز حاصل ہوتا ہے قول
صحیح و درست ہے۔
اسی طرح سلاطین عالم بھی دین متین کی روشنی کے مطابق تخت جاہ و جلال پر
متمکن ہو کر بھی عبرت کا تاج سر پر رکھتے ہیں اور ہمیشہ فکر مند نظر آتے ہیں۔
یہ باعزت گروہ میدان عبرت میں انتباہ کے مرکب پر سوار ہو کر بلا و غیرت
کے میل ہند کو نصرت کے لیے بڑھاتا اور نفس کے فرزیں کو شہ رخ ندامت ظاہر
کرتا ہے تاکہ ہوا و ہوس کے حریف کو مات دے یا نجات کا دعویٰ کرے۔
یاد رکھو اس مقام پر دائم و قائم رہتا ہے۔ اگر خدانخواستہ اس خیال کے خلاف
تصور کرتا ہے تو نعوذ باللہ جس وقت انفعال و ندامت کے بعد رخ مقام ثانی کے بعد

دشواری) میں مبتلا ہوتا ہے۔

سعادتمندی بساط قوسین و تحفۂ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح فرمایا ہے کہ السعید من وعظ بغیرہ (نیک بخت وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے)۔

مقام سوم فتح و نصرت ہے۔ یہ مقام عنایت پروردگار کی امداد و اعانت سے ہمیشہ برقرار رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے انا فتحنا لک فتحا مبینا (ہم کریم نے تم کو واضح فتح عنایت کی)۔

پروردگار عالم کا یہ قول نصرت ظاہری و فتح باطنی ہر دو عالم کو شامل ہے۔

نصرت ظاہری عالم ملک میں حاصل ہوئی اور فتح باطنی کا ذکر عالم ملکوت میں جس کو مملکت قلب کہتے ہیں ہوا۔

علماء و مشائخ فتح دل حاصل کرنے اور اس حصار آب و گل کو قبضہ و تصرف میں لانے کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں۔

اس مقدس گروہ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اسرار الوہیت کے جواہر اور انوار ربوبیت کے گوہروں کے خوشے اور بدن کے شگوفے ... میں حاصل کریں اور ان کا پائے ہمت اس بلند مرتبے پر فائز ہو جہاں سے یہ حضرات اہل اشتیاق و طالبان اسرار کو اس مطلعے سے فیضیاب و سرفراز فرمائیں اور اس کوشش کے ذریعے ذائقے کا مزہ تشنگان طلب کو چکھائیں۔

یہ حضرات اگر سو بار اپنی دوا دوش میں ناکام رہتے ہیں تو ہزار بار مردانہ وار کوشش کرتے اور رحم و کرم کے امیدوار ہوتے ہیں۔

یہ قول کہ اس گروہ نے خود نہ کھایا بلکہ کھلایا اور خود نہ پہنا بلکہ دوسروں کو پہنایا قطعاً صحیح و درست ہے۔

اسی طرح سلاطین دوراندیش قلعہ کشائی و مملکت کشائی کے حریص ہوتے ہیں۔

فریدون ملک گجرات کی حکومت پر قانع نہ تھا بلکہ دیگر ممالک جیسے ... کی

فتح کرنے میں ہمیشہ کوشاں رہا۔

فرماں روایان عالم اس طرح کا جام شراب ہمیشہ نوش فرماتے اور ہمیشہ اس کام میں جان و دل سے کوشش فرماتے ہیں۔

اگر سیارہ نا امید ہوتے ہیں تو پھر امید کا دامن ہاتھ میں لے کر سعی فرماتے ہیں۔ کو حق تعالیٰ و تقدس کے لطف و کرم سے معارف ربوبیت و الوہیت کا ذوق و ذائقہ حاصل کرتے ہیں۔

اگر خدا کی عنایت مہربان پروردگار کے لطف و کرم سے یہ گروہ مقام ہمت عالی پر فائز ہوتے ہیں تو بے شمار خزینے اور لطیف جواہرات ان کے قبضے میں آتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خلق خدا کو عظیم الشان عطائیں حاصل ہوتی ہیں اور تمام عالم ہمارے ایک صحرائے بے گیاہ کے سرسبز باغ بن جاتا ہے۔

ان کے دوست شاد اور دشمن پشیمان ہوتے ہیں۔

یہ مقولہ کہ (دوست کو بقا دیا جائے گی اور دشمن کو فنا کا پیالہ دیگی) قطعی درست و صحیح نظر آتا ہے۔

اسرار ربوبیت کے قائم اور مملکت الوہیت کے حاکم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام پر صحیح خبر دی ہے۔

مقام دوم کیاست و فراست ہے۔ حق یہ ہے کہ یہی مقام اصل مقصود و مطلوب ہے۔

علم لدنی کے نکات اور عالم حقیقت کے رموز کا تجزیہ فراست کیاست ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا (اور نہیں دیا ہم نے تم کو علم مگر قلیل)۔

مقام کیاست کے فرماں روا نے معلم ازلی سے اسم اعظم کی تعلیم حاصل کی اور ارشاد فرمایا کہ علمنی ربی مجھ کو میرے رب نے حقائق کی تعلیم دی۔

یہی وجہ ہے کہ ہر مرد کی فراست اور ہر شخص کی کیاست اس کی خرد و عقل کے مطابق ہے۔

علما و مشائخ نے جس مقام پر کہ قدم رکھا ہے وہیں پر دین میں رموز کیاست کا

شریعت پیرو حق میں ڈالا ہے اور پیر اس شراب میں جہاں کہ کیاست وہاں پائی گئی
اسی مقام پر حقائق کنایہ کی جان تن میں گئی پیدا فرمائی۔
مقولہ کلام اس گروہ کے اشارات کیاست اور اس فرقے کے رموز بشارت
بہ بہار عام کی مانند ہیں) قطعاً صحیح و درست ہے۔
علما کے رموز کی غرض سوال کے اخفا کو معلوم نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ
نے فرمایا ہے کہ والراسخون فی العلم۔ اسی طرح سلاطین دین بھی رموز کیاست کے
حقائق اور اسرار فراست کے دقائق کنایات و اشارات میں بیان فرماتے ہیں۔
اور اسی حقیقت کے شربت کا ایک جرعہ ہمیشہ پیتے اور پلاتے ہیں۔
ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ گروہ خاص کا ہر شخص اخلاص کو بھی اس شربت کا
ایک جرعہ نصیب ہو اور اس کلام کی شراب کا خمار اور اس کے جام کی قوت
تاکہ ان حقیقت کے قلب و دماغ میں ہمیشہ باقی رہے۔
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خم خانہ اسرار کے صدر تھے فرمایا ہے کہ
ما صب اللہ فی صدری شیئا الا و صببتہ فی صدر ابی بکر
(نہیں ڈالا خدا نے میرے سینے میں کوئی شے کہ میں نے اس کو ابوبکر کے سینے میں نہ
ڈال دیا ہو)۔
باوجود اس کے شہریاران عالم کے وہ دقیق رموز جو الفاظ کا قلیل کے پیرائے
میں کثیر معنی رکھتے ہیں خود بھی گروہ فرزانِ رسائل کو جاتا ہے۔
مختصر یہ کہ حضرت فیروز شاہ نے اپنی فراست و کیاست سے چالیس سال
تک دہلی پر حکومت کی
بادشاہ نے خلائق کی ایسی عمدہ تربیت کی کہ اس مدت میں ملک میں ایک چڑیا
شاخ سے بھی اپنی جگہ سے جنبش نہ کی۔
اب مؤلف حضرت فیروز شاہ کے مناقب سپرد تحریر میں لاتا ہے۔

فیروز شاہ کے مناقب کا ذکر

سلطان الاعظم حضرت فیروز شاہ قدس اللہ سرہ العزیز نے جو ختم جہانداری

وقائم فرماں روایاں و تاقطر سپالار خسروان و نقیب دوران امان و امانی زمن و شرف سلطنت و سعادت مملکت و روشن کنندۂ شریعت و شتو طریقت تھے۔

بتاریخ چوبیس ماہ محرم ۷۵۲ھ کو تخت سلطنت پر جلوس فرمایا۔

بادشاہ نے بیتالیس سال کے سن میں تخت حکومت پر قدم رکھا اور اڑتیس سال آٹھ ماہ حکومت کی۔

بندۂ ضعیف شمس سراج عفیف عرض کرتا ہے کہ سلطان فیروز شاہ کا رنگ سفید تھا اور بادشاہ بلند بینی و کشیدہ محاسن تھے۔

بادشاہ نہ بہت دراز تھے اور نہ کوتاہ اور فیروز شاہ کا جسم فربہی و لاغری میں معتدل تھا۔

فرماں روا بہت مشفق و مہربان بادشاہ تھا۔

بادشاہ بہت حلیم و بردبار تھا اور اس کا حلم حد درجہ کو پہنچا ہوا تھا۔

فیروز شاہ اگرچہ فرماں روا تھا لیکن درحقیقت اپنے علم و تفوق کے اعتبار سے اولیاء و علما کے گروہ میں داخل تھا۔ بادشاہ بہت لشکر نواز و رعیت پرور تھا اور خلق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے مستفید و فیضیاب تھا۔

بادشاہ کا حلم مشہور ہے کہ اگر غلاموں میں کسی شخص سے خیانت بھی ظہور میں آتی تو کسی شخص کو زبان سے بھی آزار نہ پہنچاتا تھا بلکہ بادشاہ رحم و کرم سے شاد فرماتا۔

سلطان فیروز شاہ نے کوشک نزول میں جو شہر فیروز آباد کے روبرو واقع ہے سلاطین سلف کے دستور قلمبند کرائے اور اس مقام پر یہ تحریر کرایا کہ قدیم فرماں روایان عالم نے اس شعر پر حکمرانی کی بنا رکھی اور اسی شعر کو اپنا ہادی و مقتدی بنایا کہ۔

ملک را گر قرار می خواہی　　　　تیغ را آتش سرا باید داشت

اس کے بعد فیروز شاہ نے اپنے اقوال قلمبند کرائے۔

بادشاہ نے فرمایا کہ اگرچہ سلاطین سلف نے اس شعر کو اپنا دستور العمل بنایا لیکن یہ خطرہ ان کے قلب میں مذکور کہ ملک پروردگار عالم کی عنایت سے قائم و برقرار رہتا ہے۔

اُن سلاطین نے یہ خیال کیا کہ بیچاری ماں بے حد تکلیف کے ساتھ بچے کو پیدا کرتی ہے اور نو ماہ محنت و مشقت سے حمل کا زمانہ بسر کرتی ہے۔ ڈھائی سال آغوش میں لے کر دودھ پلاتی ہے اور ولادت کی تمام تکالیف کو برداشت کرتی ہے۔

ایسی حالت میں یہ ہرگز زیبا نہیں ہے کہ کسی جاندار انسان کو بے جان کر دیا جائے۔

سلطان فیروز شاہ نے اس موقع پر اپنے حالات اختیار سے خلائق کو آگاہ کیا اور فرمایا کہ میں نے اس شعر کو اپنا دستور العمل قرار دیا ہے۔

تنگ کن کہ چوں بادمہر سیخ　　بہال طفل خود چند بیں اختیج

نیکنام فرماں روا سلطان فیروز شاہ نے نثر میں اپنا دستور العمل ان الفاظ میں تلقین کر دیا کہ چونکہ میں نے اس شعر کو اپنا شعار بنایا ہے اور تمام حاجتمندوں کی ضرورت انصاف و عدالت کے ساتھ پوری کرتا ہوں۔ اسی لئے پروردگار عالم نے بغیر شمشیر زنی کے اس قدر میرا رعب و خوف قلوب میں پیدا کر دیا کہ تمام خاص و عام نے میری اطاعت قبول کر لی اور میری جانب اور میرے گرد جمع ہو گئے)۔

سبحان اللہ حضرت فیروز شاہ ختم تاجداران دہلی تھا۔

بادشاہ کی ذات اس درجہ امن دوران تھی کہ اس کے چہل سالہ دورِ حکومت میں لشکر مغل نے آبِ سندھ کے ساحل سے دہلی کی طرف رُخ نہ کیا بلکہ اس تمام مدت میں بادشاہ کے عظیم الشان خلق اور اس کی بیشمار زرپاشی و رعیت نوازی سے باوجود قدرت و طاقت کسی زبردست کو یارا نہ ہوا کہ زیر دست کو مخالفت سے آزار پہنچا سکے۔

ایک بزرگ شیخ واصل نے سلطان فیروز کے عہد میں مورخ کتاب سے بیان کیا کہ ایک روز میں صبح کے وقت دریائے جمنا کے ساحل پر وضو کر رہا تھا۔ ایک دوسرے بزرگ نے جو اسی مقام پر وضو کر رہے تھے مجھ سے کہا کہ اے شخص تو جانتا ہے کہ اس [illegible] میں کون مقیم ہے۔

اس قصر کا مالک سلطان فیروز شاہ ہے جس کے قدموں کے نیچے تمام عالم کی بلا پامال ہے۔

جس روز کہ یہ بادشاہ دُنیا سے رحلت فرمائیگا اس روز اس کی قدر کا اہل عالم کو اندازہ ہوگا۔

غرضکہ اس واقعے کے چند سال بعد خدا کی تقدیر اور اس کی مشیت و حکمت کے تقاضے سے خوش خصال بادشاہ یعنی سلطان فیروز شاہ نے رحلت فرمائی۔

بادشاہ کے دُنیا سے رخصت ہونے سے دارالملک دہلی زیر و زبر ہوا بلکہ مغلوں کی غارتگری سے تباہ و تاراج ہوگیا۔ اس کے علاوہ جس سال بادشاہ نے وفات پائی اس سال حجاج کا قافلہ زیارت حرمین سے محروم رہا جس کا تفصیلی بیان یہ ہے کہ تمام عام و خاص حجاج نے یہی روایت کی کہ امیر مکہ مبارک کے پسر کو اس کے بھائیوں نے قتل کیا جس کی وجہ سے مکے میں فتنہ و فساد برپا ہوا اور تمام قافلے حجاج کے جو ہر چہار جانب سے حج کے لئے آئے تھے اس سعادت سے محروم رہے۔

مشہور ہے کہ جب کوئی عالم دُنیا سے رحلت کرتا ہے تو دین میں رخنہ پیدا ہو جاتا ہے۔

اس مقولے کی بنا پر جب سلطان فیروز شاہ نے جو اولیاء اللہ میں داخل تھا رحلت فرمائی اور بادشاہ دیندار نے جو چالیس سال کامل مخلوق کا محافظ و نگہبان تھا وفات پائی تو اس کی رحلت کے بعد مملکت دہلی میں ابتری پیدا ہوئی۔

خلقت خدا نے آوارگی اختیار کی اور تمام نظام حکومت درہم و برہم کر دیا اور اگر خدا کا حکم ہے تو قیامت تک یہ رخنہ مسدود نہ ہوگا۔

میرے مرشد کے پیر حضرت خواجہ قطب الدین منور نے بار ہا اس بارے میں فرمایا ہے کہ سلطان فیروز شاہ تو مشائخ طریقت میں داخل ہے جو تاج شاہی سر پر رکھ کر تخت حکومت پر بیٹھتا ہے۔

سلطان فیروز کی خوشنودی کا یہ عالم تھا کہ بادشاہ جس طرف رُخ کرتا

بغیر تیغ زنی کے اس کو فتح حاصل ہوتی تھی۔ اس بادشاہ کے عہد حکومت کے امن و امان کا یہ عالم تھا کہ اسلحۂ جنگ قطعی بیکار ہو گئے تھے اور جنگ کا نام مخلوق کے قلوب سے فراموش ہو گیا تھا۔

اسلحہ نہ صرف بیکار، بلکہ بے قدر و قیمت ہو گئے تھے۔

اس کے علاوہ سلطان فیروز شاہ کے عہد میں جس شخص پر ذرہ برابر بھی ظلم ہوا تو اس کے حق میں عدل و انصاف بھی ایسا کیا گیا کہ ظلم کی کافی تلافی ہو گئی۔

بادشاہ کو یہ معلوم تھا کہ پیشہ ظلم جبلت فرماں روایان عالم کی خصلت میں ہے۔

اگر بادشاہ اپنے عہد معدلت میں شیوۂ عدل اختیار کرتا تو کسی فرد بشر کو یہ طاقت نصیب نہ ہوتی کہ عدل کو برداشت کر سکتا۔ سلطان فیروز شاہ نے خدا کے حکم سے چالیس سال خلقت خدا پر حکومت کی۔

ظاہر ہے کہ علم و بردباری کی ہر مذہب میں تعریف مرقوم ہے اور یہ شیوہ ہر دین میں محمود خیال کیا جاتا ہے خصوصاً مذہب اسلام میں اور خاص کر بادشاہان زمانہ کے حق میں جو خدا اور رسول کے بعد قابل اتباع و اطاعت ہیں۔

پروردگار عالم نے قرآن پاک میں اپنے حبیب سے کہ سورۂ یوسف کو احسن القصص بیان فرمایا ہے۔ غور کا مقام ہے کہ اس قصے میں وہ کون صفت مرقوم ہے جو احسن کہلائی جا سکتی ہے۔

اس قصے کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت پر بیحد مظالم کیے۔

حضرت یوسف کو برادران ظالم نے والد ماجد سے جدا کیا اور آپ کو ایک تاریک کنویں میں گرایا۔

حضرت کو چند درم کے عوض میں فروخت کیا۔

ان مظالم کی وجہ سے حضرت نے بے انتہا تکلیف برداشت کی اور ہر قسم کے رنج و مصائب سے حضرت کو مقابلہ کرنا پڑا جیسا کہ کتب تفاسیر میں مرقوم ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام ارشد اولاد و صاحب اوصاف ہونے کے ...

اور فرماں روا ہوئے۔

حضرت کے برادران نامہربان قحط و گرانیٔ غلہ کی وجہ سے ملک کنعان سے مصر آئے اور جناب یوسف نے بعد قیل و قال کے بعد اپنی نیکی و خیر سے برادران نامہربان کو آگاہ کیا۔

حضرت یوسف نے بھائیوں سے کہا کہ اے برادران نامہربان مجھ سے کسی قسم کا خوف و خطرہ نہ کرو اور اپنے دل میں بدگمان نہ ہو۔

جو تکالیف کہ تمہارے ہاتھ سے مجھ کو پہنچیں اور جو معاملات کہ میرے اور تمہارے درمیان پیش آئے وہ تمام تر تقدیرات الٰہی تھے جن کا ظہور ناگزیر تھا۔

جس قدر جفائیں کہ تم نے مجھ پر کیں اور جو تکلیف کہ تم سے مجھ کو پہنچی میں نے تمام و کمال معاف کیا اور گناہ کو بخش دیا۔

ظاہر ہے کہ اگر حضرت یوسف علیہ السلام اُن گناہوں کا انتقام لیتے تو بھی اُن کا یہ فعل خوب و احسن ہوتا لیکن چونکہ حضرت نے جفا کے برادران سے چشم پوشی فرمائی اور حلم و بردباری سے بھائیوں کے تمام گناہ معاف فرما دئے۔ حضرت کا یہ فعل احسن قرار پایا اور خداوند کریم نے اپنے حبیب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ نحن نقص علیک احسن القصص (ہم تم سے بہترین قصہ بیان کرتے ہیں)۔

غرضکہ سلطان فیروز شاہ نے اپنے عہد معدلت میں اپنی غیر معمولی فہم و فراست سے ہمیشہ حلم و بردباری سے کام لیا۔

اس بادشاہ کے دور حکومت میں اگر کوئی شخص سو گناہ کا مرتکب ہوتا اور اُس مجرم کو بادشاہ کے حضور میں حاضر کرتے اور یہ شخص ترساں و لرزاں فیروز شاہ کے روبرو آتا تو بادشاہ مجرم پر نظر ڈالتے ہی اُس سے نہایت نرمی سے گفتگو کرتا۔

بادشاہ اُس شخص کے جرم کو معاف کرتا بلکہ اگر سو جرم بھی اُس شخص سے صادر ہوئے ہوتے تو بھی اُس کے گناہ کو بخش دیتا اور کسی قسم کی باز پرس نہ کرتا۔

ظاہر ہیں کو معلوم ہے کہ بادشاہوں کی جناب میں گناہ کبیرہ سے مراد جرم مالی ہے یا جانی۔

مالی جرم سے یہ مراد ہے کہ سرکاری عہدہ دار یا کسی حیلہ سے خزانہ دولت کے

بیت المال کی رقم تلف کرے اور باقی گناہ یہ ہے کہ کوئی شخص فساد انگیزی کر کے فتنہ و فساد برپا کرے۔

بادشاہ دیندار یعنی حضرت فیروز شاہ اس قسم کے گناہوں کو معاف کر دیتے تھے۔

اگر بادشاہ کسی شخص کو سزا دیتا تو صرف اس کو محل سلام میں حاضر ہونے کی اجازت نہ ہوتی۔

جب یہ شخص چند روز سواری کے وقت خوار ہوتا اور تھوڑی مدت کے بعد بادشاہ بہ شفقت و مہربانی رعیت و شرم حضوری سے مثل پیشوایان دوجہان کے اس شخص سے مخاطب ہو کر اور اس کے گناہ کو معاف فرما دیتا۔

بادشاہ صرف دو قسم کے گناہوں کے معاف کرنے سے باز رہتا تھا' ایک چوری و سرقہ اور دوم قتل و ہلاک کرنا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ان گناہوں کے معاف کرنے میں دوسروں کے حقوق تلف ہوتے ہیں اس لئے بادشاہ ان دونوں مجرموں کو ضرور سزا دیتا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ عجیب کام اور حیرت انگیز اسرار ہے جس کو بیان کرنا مشکل بلکہ تقریباً ناممکن ہے۔

قدیم سلاطین نے معاملات حکومت و امور جہانداری میں حلم و بردباری سے زیادہ کام نہیں لیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ سیاست ملکی میں حلم و بردباری سے نقصان پہنچتا ہے۔

مگر باوجود اس کے چونکہ سلطان فیروز شاہ کا قلب خالص و نیت صادق تھی اور اس کو خدا مکرم پر کامل تکیہ تھا اور نیز کہ بادشاہ کا حلم دنیا داری و نام و نمود پر مبنی نہ تھا اللہ تعالیٰ نے بادشاہ کو اس کے شیوہ حلم کے باوجود چالیس سال کامل کامیاب و بامراد رکھا۔

بادشاہ کی نیک نیتی کے یہ برکات تھے کہ اگر کوئی شخص حسد کی وجہ سے بادشاہ سے مخالفت کرتا تو خدا وند کریم ایسے شخص کو تباہ و مجبور کر کے سلطان فیروز شاہ کی بارگاہ میں پہنچا دیتا۔

بادشاہ باوجود مجرم کے شدید جرائم اور اپنی قوت انتقام کے اُس شخص کے گناہ کو معاف فرما دیتا تھا اگر بادشاہ کسی مجرم کو نظر بند کرنا چاہتا تو اس مجرم کے روبرو ہرگز یہ الفاظ زبان پر نہ لاتا کہ اس کو قید کرو۔ یہ شخص بادشاہ کے حضور سے واپس لایا جاتا اور فیروز شاہ اس کے موکلوں سے اشارے میں کہتا کہ مجرم کو نظر بند کرو۔

سرکاری پیادوں سے بھی بادشاہ یہ الفاظ صریح مجرم کے قید کرنے کا حکم نہ دیتا تھا۔

ہر چند کہ مورخ نے بادشاہ کے پسندیدہ اخلاق اور قابل تعریف اوصاف کا ذکر کیا ہے لیکن حق یہ ہے کہ مورخ عہدہ برآ نہ ہو سکا۔

جو کچھ کہ مورخ نے لکھا ہے۔ بمنزلہ ایک قطرے کے ہے جو دریا سے لیا گیا ہے۔

اگرچہ خوش کلام خطیب منبروں پر سلطان جلال الدین کے حلم و کرم کے قصائد پڑھتے اور خلیق فرماں رواکی تعریف و توصیف کی نغمہ سرائی کرتے ہیں لیکن حق یہ ہے کہ صفت حلم کو صرف سلطان فیروز شاہ نے کمال کو پہنچایا ہے۔

سلطان فیروز شاہ جلوس سے پیشتر چار نامور واصل حق بزرگان دین کی زبان مبارک سے فرماں روائی کا مژدہ سن چکا تھا۔

اول حضرت شیخ الاسلام شیخ علاؤ الدین نبیرہ حضرت جنت مآب شیخ فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ نے بادشاہ کو حکومت و فرماں روائی کی بشارت دی۔

اگرچہ مورخ عفیف شمس سراج عفیف اس بشارت کا حال سلطان غیاث الدین تغلق کے ذکر مناقب میں تفصیل سے بیان کر چکا ہے لیکن باوجود اس کے کہ ایک ہی واقعے کی تکرار ناگوار گزرتی ہے اس مقام پر کنایتہً اس کا ذکر کرتا ہے۔

جس زمانے میں کہ سلطان غیاث الدین تغلق دیبالپور کا جاگیر دار تھا بادشاہ مذکور حضرت شیخ علاؤ الدین کی خدمت میں حاضر ہوا۔

سلطان تغلق کے ہمراہ سلطان محمد تغلق و سلطان فیروز شاہ تغلق جو اس زمانے میں کم سن تھے حضرت شیخ کے حضور میں حاضر ہوئے

شیخ علیہ الرحمۃ کے روبرو جامہ کرپاس بغیر سلا ہوا رکھا تھا۔
حضرت نے ساڑھے چار گز کپڑا سلطان غیاث الدین کو عطا فرما کر حکم دیا کہ سر پر باندھ لو۔

اس کے بعد ستائیس گز کپڑا سلطان محمد کو اور چالیس گز کپڑا سلطان فیروز شاہ کو مرحمت فرما کر حکم دیا کہ سروں پر باندھیں۔

یہ ہر سہ اشخاص حضرت سے رخصت ہو کر باہر آئے اور شیخ علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ یہ ہر سہ افراد صاحب تخت و تاج ہوں گے۔

آخر کار حضرت کے انفاس کی برکت سے وہی ہوا جو حضرت نے ارشاد فرمایا تھا۔

چونکہ حضرت شیخ نے باقی کپڑا سلطان فیروز شاہ کو عطا فرمایا بادشاہ مذکور ختم تاجداران دہلی ہوا اُس کی وفات کے بعد شہر دہلی تباہ و تاراج ہوا۔

دوم بشارت بادشاہ کو حضرت شیخ شرف الدین پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے دی۔
سلطان غیاث الدین و سلطان محمد و سلطان فیروز شاہ ہر سہ قرابت دار حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت قلندر صاحب نے خادموں کو حکم دیا کہ ہر سہ مہمانوں کو طعام کرائیں۔

خدام نے طعام ایک کاسے میں رکھ کر مہمانوں کے روبرو رکھا تاکہ غذا تناول کریں اور حضرت قلندر صاحب نے ارشاد فرمایا کہ تین قرابت دار ایک ہی کاسے میں طعام تناول کر رہے ہیں۔

بار سوم حضرت شیخ نظام الدین محبوب الٰہی نے بشارت دی جس کی تفصیل یہ ہے کہ سلطان فیروز شاہ اپنی خرد سالی کے زمانے میں حضرت شیخ کی زیارت کے لئے غیاث پور حاضر ہوا۔

حضرت شیخ کو فیروز شاہ کا نیاز و خدمت بہت پسند آئی اور فیروز شاہ سے نام دریافت کیا۔

سلطان فیروز نے عرض کیا کہ بندے کو کمال الدین کہتے ہیں۔
حضرت شیخ نے یہ سنتے ہی فرمایا کہ عمر بہ کمال و دولت بہ کمال و نعمت بہ کمال۔

سلطان فیروز شاہ نے یہ تینوں بشارت حضرت شیخ نصیر الدین محمود کی زبان مبارک سے سنی۔

سلطان محمد تغلق جفا رت انگیز گروہ کے تعاقب میں ٹھٹھہ روانہ ہوا۔

سلطان محمد حضرت چراغ دہلی کو بھی ہمراہ لے گیا۔

سلطان محمد نے ٹھٹھہ میں وفات پائی اور سلطان فیروز شاہ فرماں روا ہوا۔

حضرت شیخ نصیر الدین نے سلطان فیروز شاہ کو پیغام دیا کہ تم وعدہ کرو کہ اپنے خلق سے مخلوق کے ساتھ عدل و انصاف کرو گے ورنہ ان بیکس بندگان خدا کے لئے اللہ تعالیٰ سے دوسرا فرماں روا طلب کیا جائے۔

سلطان فیروز نے جواب دیا کہ میں خلقت خدا کے ساتھ حسلم و بردباری کروں گا اور اتفاق و محبت سے ان پر حکمراں رہوں گا۔

حضرت شیخ نے جواب دیا کہ اگر تم خلق خدا کے ساتھ خلق و مروت کرو گے تو ہم نے بھی تمہارے لئے خدا سے حکومت طلب کر لی۔

آخر کار وہی ہوا جو حضرت شیخ نے فرمایا تھا اور بادشاہ نے چالیس سال حکومت کی۔

اس کے علاوہ بعض روایت میں یوں بھی وارد ہے کہ حضرت شیخ نے بادشاہ کے لئے چالیس حصے بطور تحفہ روانہ کئے تھے جو بشارت پر بشارت خیال کی جاتی ہے۔

فیروز شاہ کے ابتدائی حالات

اگرچہ اس سے پیشتر مولانا ضیاء الدین برنی نے ایک کتاب سلاطین دہلی کے حالات میں لکھ کر تصنیف کر تاریخ فیروز شاہی کے نام سے موسوم کیا ہے۔

مورخ برنی نے سلطان غیاث الدین بلبن کے حالات سے ابتدا کر کے سلطان فیروز شاہ کے ابتدائی شش سالہ واقعات پر کتاب کو ختم کیا ہے۔

مورخ برنی نے دیباچے میں جہاں کہ سلطان فیروز شاہ کا ذکر کیا ہے

ایک سو ایک مقدمات ترتیب دیے ہیں اور تاریخ جلوس سے سال ششم جلوس تک گیارہ مقدمات تحریر کیے ہیں۔

ضیائے برنی نے بقیہ نو مقدمات کی بابت عذر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اگر حیات نے وفا کی تو دیگر نو مقدمات بھی میں ہی لکھوں گا ورنہ میرے بعد جس شخص کو خدا توفیق عطا فرمائے گا وہ اس کار خیر کو انجام دے گا۔

چونکہ مولانا برنی کی تقدیر میں تکمیل مقدر نہ تھی صرف گیارہ مقدمات معرض تحریر میں آ گئے۔

اللہ تعالیٰ نے اس بندۂ ضعیف شمس سراج عفیف کو توفیق عطا فرمائی اور خاکسار مؤلف نے اس کام کو شروع کر کے بقیہ نو مقدمات کو اپنی تالیف میں درج کیا۔

سلطان فیروز شاہ کی ولادت و تخت نشینی و وفات کے مکمل حالات میں جس شخص کو ابتدائی گیارہ مقدمات سے واقفیت حاصل کرنا مقصود ہو وہ مولانا ضیاء الدین برنی کی تاریخ فیروز شاہی کا مطالعہ کرے۔

خداوندا در توفیق بکشا | نظامی را رہ تحقیق بنما
دلے دہ کو حقیقت را شناسد | زبانی دہ کہ فریدہ و راسرائد

مؤلف اب ان نو مقدمات کی فہرست ہدیۂ ناظرین کرتا ہے۔

واضح ہو کہ نو مقدمات پانچ اقسام میں تقسیم ہیں اور ہر قسم میں یا دیگر اٹھارہ ذیلی مقدمات ہیں۔

قسم اول:۔ ولادت سے جلوس تک اٹھارہ مقدمات

اول مقدمہ سلطان فیروز شاہ کی ولادت۔ مقدمہ دوم فیروز شاہ کا سلطان تغلق۔ سلطان محمد سے مراسم تابعداری کی تعلیم حاصل کرنا مقدمہ سوم فیروز شاہ کا جلوس۔ چوتھا مقدمہ فیروز شاہ کا مغلوں سے جنگ کرنا۔ پانچواں مقدمہ خواجہ ایاز کا اپنی غلطی سے ایک طفل کو سلطان محمد تغلق کا پسر تسلیم کرنا۔ چھٹا مقدمہ خواجہ ایاز کو سلطان فیروز شاہ کے جلوس کی خبر ہونا۔ ساتواں مقدمہ فیروز شاہ کا دہلی سے ٹھٹھہ روانہ ہونا۔ آٹھواں مقدمہ قوام الملک یعنی خواجہ جہاں کا فیروز شاہ کی

خدمت میں حاضر ہونا۔ نواں مقدمہ خواجہ جہاں کا سلطان فیروز شاہ سے مل جانا۔ دسواں مقدمہ فیروز شاہ کی خواجہ جہاں کی بابت رائے۔ گیارھواں مقدمہ سلطان فیروز شاہ کا ہانسی پہنچنا۔ بارھواں مقدمہ شیخ قطب الدین منور اور شیخ نصیر الدین محمود کا ہانسی میں فیروز شاہ سے ملاقات کرنا۔ تیرھواں مقدمہ سلطان فیروز شاہ کا دہلی پہنچنا چودھواں مقدمہ فیروز شاہ کا اہل دہلی پر نوازش کرنا اور رقم بقایا کو معاف کرنا۔ پندرھواں مقدمہ بادشاہ کا جدید قواعد نافذ کرنا۔ سولھواں مقدمہ سلطان فیروز شاہ کی رعیت پروری کی داستان سترھواں مقدمہ خسرو ملک دختر زادہ دختر سلطان تغلق کا فیروز شاہ سے غدر کرنا۔ اٹھارھواں مقدمہ سلطان فیروز شاہ کا جمعہ و عیدین کی نماز کے خطبوں میں سلاطین گزشتہ کے نام شریک کرنا اور سلاطین ماقبل کے سکوں کا بیان۔

قسم دوم۔ دوبارہ مہم لکھنوتی پر جانا اور جاج نگر و نگر کوٹ کی روانگی اٹھارہ مقدمات

مقدمہ اول۔ سلطان فیروز شاہ کا بار اول لکھنوتی روانہ ہونا۔ دوسرا مقدمہ سلطان فیروز شاہ کا لکھنوتی وارد ہونا تیسرا مقدمہ سلطان فیروز شاہ کا شمس الدین سے جنگ کرنا اور پچاس ہاتھیوں کا ہاتھ آنا اور ایک لاکھ اسی ہزار اہل بنگالہ کا قتل ہونا۔ چوتھا مقدمہ سلطان فیروز شاہ کا دہلی واپس آنا۔ پانچواں مقدمہ شہر حصار فیروزہ کی بنا چھٹا مقدمہ افلاک کا مشکل ہونا ساتواں مقدمہ سلطان فیروز شاہ کا ہانسی میں مورخ کے والد سے ملاقات کرنا۔ آٹھواں مقدمہ ساحل جمنا پر شہر فیروز آباد کی بنا۔ نواں مقدمہ ظفر خاں کا فریاد رسی کے لئے حاضر ہونا۔ دسواں مقدمہ سلطان فیروز کا بار دوم لکھنوتی روانہ ہونا۔ گیارھواں مقدمہ سلطان سکندر کا حصار بند ہونا۔ بارھواں مقدمہ سلطان سکندر کا فیروز شاہ سے ملاقات کرنا۔ تیرھواں مقدمہ سلطان فیروز شاہ کا جونپور سے جاج نگر روانہ ہونا چودھواں مقدمہ بادشاہ کا ہاتھیوں کا شکار کرنا اور راجہ جاج نگر کا اطاعت قبول کرنا پندرھواں مقدمہ فیروز شاہ کا جاج نگر سے واپس ہونا اور راہ عجب میں جا پڑنا۔ سولھواں مقدمہ فیروز شاہ کا دہلی پہنچنا۔ سترھواں مقدمہ فیروز شاہ کی رعایا کی خوشی و مسرت۔ اٹھارھواں مقدمہ

قلعہ نگرکوٹ کی فتح کا بیان۔

قسم سوم۔ مہم ٹھٹھہ کا بیان اور بادشاہ کا بانبھ اور جام کو اپنے ہمراہ لانا اور طاس گھڑیال کا وضع کرنا۔ اٹھارہ مقدمات

اوّل مقدمہ۔ فیروز شاہ کا خان جہاں سے مہم ٹھٹھہ کی بابت اتفاق کرنا۔ دوسرا مقدمہ۔ سلطان فیروز شاہ کا ٹھٹھہ کی سمت روانہ ہونا تیسرا مقدمہ فیروز شاہ کا ٹھٹھہ وارد ہونا چوتھا مقدمہ لشکر دہلی کا ٹھٹھہ کے باشندوں سے جنگ کرنا۔ پانچواں مقدمہ فیروز شاہ کا ٹھٹھہ سے دلتنگ ہو کر جلد گجرات مراجعت کرنا چھٹا مقدمہ لشکر فیروز شاہ کا کچھ رن میں پہنچنا۔ ساتواں مقدمہ بادشاہ کے لشکر کا کچھ رن میں گریہ وزاری کرنا۔ آٹھواں مقدمہ فیروز شاہ کا گجرات پہنچنا۔ نواں مقدمہ خان جہاں کا گجرات میں بہت ساز و سامان فیروز شاہ کی خدمت میں روانہ کرنا۔ دسواں مقدمہ فیروز شاہ کا ٹھٹھہ سے گجرات روانہ ہونا گیارھواں مقدمہ فیروز شاہ کا ٹھٹھہ میں وارد ہونا اور اہل لشکر کی خوش حالی۔ بارھواں مقدمہ عماد الملک اور ظفر خان کا دریائے سندھ کو عبور کرکے اہل سندھ سے جنگ کرنا تیرھواں مقدمہ عماد الملک کا طلب حشم میں دہلی وارد ہونا۔ چودھواں مقدمہ اہل ٹھٹھہ سے صلح کا آغاز۔ پندرھواں مقدمہ۔ بانبھ کا فیروز شاہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا۔ سولھواں مقدمہ سلطان فیروز شاہ کا دہلی واپس آنا سترھواں مقدمہ خان جہاں کا بادشاہ کے استقبال میں دیپال پور تک سفر کرنا۔ اٹھارھواں مقدمہ مہم ٹھٹھہ سے واپس آکر طاس گھڑیال کا وضع کرنا۔

قسم چہارم۔ سلطان فیروز شاہ کا مہمات بزرگ سے دلتنگ ہو کر مملکت کی اصلاح میں مشغول ہونا۔ اٹھارہ مقدمات

پہلا مقدمہ سلطان فیروز شاہ کا مہمات ملکی سے باز رہنا۔ دوسرا مقدمہ

بادشاہ کا تمام بندگان درگاہ کے لئے اہتمام و انتظام کرنا۔ تیسرا مقدمہ خلیفہ بغداد کا
جامہ و خلعت فیروز شاہ کے لئے آنا۔ چوتھا مقدمہ فیروز شاہ کا محل بارہ میں
جلوس کرنا۔ پانچواں مقدمہ عہد فیروز شاہی کے ملک کی خوشی و مسرت۔ چھٹا مقدمہ
فراخی سال و نعمت کا بیان۔ ساتواں مقدمہ احوال حشم کی شرح و تفصیل۔
آٹھواں مقدمہ پیر عماد الملک کے اسباب کا سلطان فیروز شاہ کی خدمت میں
کیفیت بیان کرنا اور بادشاہ سے جواب باصواب حاصل کرنا۔ نواں مقدمہ
شگین مناروں کے بنانے کی کیفیت۔ دسواں مقدمہ فیروز شاہ کی صید افگنی
کے حالات۔ گیارھواں مقدمہ فیروز شاہ کی بنا کردہ مختلف عمارات کا ذکر۔
بارھواں مقدمہ فیروز شاہ کا بیکاروں کے گروہ کو طلب کرنا۔ تیرھواں مقدمہ
کارخانہ جات فیروز شاہی کے اسباب کا ذکر۔ چودھواں مقدمہ سکہ ششگانی
کی تفصیل۔ پندرھواں مقدمہ خیرات خانہ و شفا خانہ کی بنا کے حالات۔
سولھواں مقدمہ جشن شاہی کی تفصیل و بیان۔ سترھواں مقدمہ سلطان فیروز شاہ کا
کو بعد نماز جمعہ اپنے حضور میں طلب کرنا۔ اٹھارھواں مقدمہ قربانی کے عید
کے بیان میں۔

قسم پنجم۔ سلطان فیروز شاہ کی محلوقی کا ذکر۔ شاہزادہ فتح خاں کی وفات

بعض خانان و ملوک کی عظمت و بزرگی کا بیان جو آخر عہد میں تھے

اٹھارہ مقدمات

پہلا مقدمہ سلطان فیروز شاہ کی محلوقی کے بیان میں۔ دوسرا مقدمہ
نامشروع مراسم کو دور کرنے کے بیان میں۔ تیسرا مقدمہ شاہی دربار سے دیرینہ
دستار داروں کا چلا یا جانا۔ چوتھا مقدمہ غیر مسلم افراد پر جزیہ عائد کرنا۔ پانچواں مقدمہ
دو مرد رزاق اور ایک مرد پست قد اور دو عورت باریش کا ذکر۔ چھٹا مقدمہ

آٹھواں مقدمہ ملک نائب باربک کی بزرگی و حشم کا بیان۔ نواں مقدمہ لشکر سلطانی ملک۔ ملوک الشرق عماد الملک کی عظمت و جلال کا بیان۔ دسواں مقدمہ سید الحجاب کی مصاحبت کا ذکر۔ گیارھواں مقدمہ شمس الدین ابو رجا کا حال۔ بارھواں مقدمہ شمس الدین دامغانی کی فطرت کا حال۔ تیرھواں مقدمہ۔ بادشاہ کا خواجہ گروہ کو قتل کرنا۔ چودھواں مقدمہ۔ سلطان فیروز شاہ کا آخر عمر میں تبدیلی کو روا کرنا، مساجد کو آراستہ کرنا اور مظلوم افراد کی دادرسی کرنا۔ پندرھواں مقدمہ۔ بادشاہ کی حضرت سید جلال بخاری سے آخری ملاقات۔ سولھواں مقدمہ سلطان فیروز شاہ کی ندامت کے بیان میں۔ سترھواں مقدمہ۔ تغلق شاہ کو خانجہان کے سپرد کرنا۔ اٹھارھواں مقدمہ۔ اس سحر کا بیان جو سلطان فیروز پر کیا گیا۔

قسم اوّل

سلطان فیروز کی ولادت سے جلوس تک اٹھارہ مقدمات

پہلا مقدمہ

سلطان فیروز شاہ کی ولادت کے بیان میں ہے جو ۷۰۹ ہجری میں واقع ہوئی

سلطان فیروز کے والد کا نام سپہ سالار رجب ہے۔

پروردگار عالم نے سپہ سالار رجب کو ہر صفت سے بہرہ اندوز فرمایا تھا۔ سپہ سالار رجب سلطان غیاث الدین تغلق کا برادر حقیقی تھا جیسا کہ ان کی ولادت کا حال مؤرخ سلطان تغلق کے مناقب میں مفصل بیان کر چکا ہے۔

مختصر یہ کہ [illegible]

عہد حکومت میں خراسان سے دہلی وارد ہوئے۔

علاء الدین نے حکمت الٰہی کے تقاضے سے ان ہر سہ برادر کو شاہانہ نوازش سے سرفراز فرمایا اور یہ ہر سہ برادر تخت علائی کے روبرو استادہ رہتے اور شائستہ خدمات بجالاتے تھے۔

سلطان علاء الدین نے ان کی شجاعت و دلاوری کو دیکھ کر اور آثار بزرگی جو قدرتی ان کی پیشانی پر عیاں تھے ملاحظہ کر کے شہر مشہور یعنی دیپال پور کی حکومت سلطان تغلق کو عطا کی۔

غرضکہ یہ ہر سہ برادر کاروبار و مصالح ملکی میں مصروف ہوئے۔

سلطان تغلق کو یہ خیال ہوا کہ سپہ سالار رجب کا دیپال پور کے کسی راجہ کی دختر سے عقد کرے۔ سلطان تغلق اسی تلاش و جستجو میں تھا کہ بعض مشہور افراد نے بیان کیا کہ رانا مل بھٹی کی دختر بہت صاحب حسن و جمال ہے اور ہر طرح کے محاسن سے آراستہ ہے۔

اس زمانے میں خدا کی حکمت سے قوم مینا و بھٹ کی تمام رانگی قصبہ ابوہر سے جو دیپال پور کے مضافات میں داخل ہے متعلق تھی اور جنگل کی زمین بھی اسی قطعۂ ملک میں شامل تھی

اس وقت قصبۂ ابوہر کی حکومت سلطان تغلق کی جانب سے مورخ کے جد ملک سعد الملک شہاب عفیف کے ذمے تھی۔

سلطان تغلق نے مورخ کے جد کے مشورے سے چند قاصد رانا مل کے دربار میں روانہ کر کے نسبت کا پیغام دیا۔

قاصدوں نے سلطان تغلق کا پیغام پہنچایا اور رانا مل نے انتہائے غرور و نخوت سے ناہموار کلمات زبان سے ادا کیے۔

اس خبر سے سلطان تغلق کو اطلاع ہوئی اور اس نے سعد الملک سے مشورہ کیا۔

بحث قیل و قال کے بعد یہ طے پایا کہ رانا مل کی تلونڈی میں قیام کر کے اس سے سالانہ مال طلب کرنا چاہیے اور ایک ہی دفعہ کر کے مال لینا چاہیے۔

دوسرے روز سلطان تغلق رانا مل کی تلونڈی کو گیا اور سالانہ نقد قسم معین طلب کیا۔ تمام مقدم و چودھری ملک کے طلب کیے گئے اور ان پر زد و کوب

ہونے لگی اور تمام مال نقد طلب کیا گیا۔

رانا مل کا تمام ملک عاجز ہو گیا اور خلقت عذاب میں پڑنے لگی۔

یہ زمانہ سلطان علاء الدین کے عہد حکومت کا تھا جس کی وجہ سے اہل ملک زیادہ شور و شغب نہ کر سکے۔ غرضکہ دو تین روز گزرنے کے بعد رانا مل کی رعایا بے حد تنگ ہو گئی۔

ایک صادق و راست گو شخص نے مورخ عفیف سے خود بیان کیا کہ اس سختی کے عالم میں رانا مل کی مادر جو ضعیفہ عورت تھی شام کے وقت سلطان تغلق کی سختی و شدت کی وجہ سے گریہ کناں رانا مل کے محل میں آ گئی اور نا امیدی کے کلمات زبان سے نکالے اور زار زار رونے لگی۔

ایسی حالت میں رانا مل کی دختر یعنی سلطان فیروز کی مادر مہربان صحن خانہ میں کھڑی تھی۔

دختر نیک اختر نے جدہ کو گریہ کی حالت میں دیکھ کر فریاد و زاری کا سبب دریافت کیا۔

رانا مل کی مادر نے جواب دیا کہ یہ گریہ و زاری تیری وجہ سے اور تیری جان کے لئے ہے۔ اگر تو اس کا سبب نہ ہوتی تو سلطان تغلق ہمارے ملک کی رعیت پر یہ سختی نہ کرتا۔

راوی راست گفتار کا بیان ہے کہ دختر نے یہ سن کر جواب دیا کہ اے جدہ اگر میرے سپرد کرنے سے خلقت کے سر سے بلا ٹلتی ہے اور تمہاری بیچاری رعیت کو نجات حاصل ہوتی ہے تو ان کا پیغام قبول کر لینا چاہیے۔

اس سے پیشتر ایک دختر کو مغل اپنے ہمراہ لے گئے تھے۔

مادر رانا مل اپنے فرزند کے پاس گئی اور دختر کا قول بیان کیا۔

رانا مل نے بھی اسی میں بہتری دیکھی اور دختر کی رائے کے مطابق عمل کرنے کا ارادہ کیا۔

اس راز کو جا کر مورخ سے بیان کیا اور سلطان تغلق کو پیغام دیا کہ رانا مل اپنی دختر سپہ سالار رجب کو دینے کے لئے تیار ہے۔

غرضکہ اس کار خیر سے فراغت ہوئی اور دختر نیک ساعت میں دیپال پور لائی گئی۔
یہ دختر یعنی مادر سلطان فیروز رانا مل کے یہاں بی بی نائلہ کے نام سے مشہور تھی
لیکن سپہ سالار رجب سے نکاح ہونے کے بعد سلطان تغلق نے بی بی کد بانو کے نام
سے موسوم کیا۔
غرضکہ عقد کے چند سال بعد بی بی کد بانو حاملہ ہوئی اور دس ماہ گزرنے کے بعد
وقت سعد وروز مبارک میں سلطان فیروز شاہ عدم سے عالم وجود میں آیا۔
فیروز شاہ کے روز تولد تغلق شاہ نے خلق خدا کو بخشش وانعام سے مالامال کیا۔
مورخ کے جد امجد یعنی شمس شہاب عفیف بھی اسی روز پیدا ہوئے۔
مورخ کے بزرگوں کی عورات کی اس زمانے میں دیپال پور میں سلطان تغلق کے
محل میں آمد ورفت تھی اور مخدومہ جہاں کے حضور میں حاضر ہوتی تھیں۔
بارہا مورخ کی پردادی نے بیان کیا ہے کہ میں گاہ گاہ سلطان فیروز کو
اپنا دودھ پلاتی تھی اور اسی طرح خود سلطان فیروز شاہ نے بارہا مورخ کے والد ماجد
کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ہے کہ میں نے ان کی جدہ کا دودھ پیا ہے۔
مختصر یہ کہ سلطان فیروز شاہ پیدا ہو کر ہفت سالہ ہوئے۔ خدا کی مشیت
کے مطابق سپہ سالار رجب نے وفات پائی۔
اس روز سلطان تغلق کو بہت رنج ہوا۔
راست گفتار راویوں کا بیان ہے کہ میں اس عالم میں سلطان فیروز کی ماں
گریہ وزاری میں جیسا کہ عورات کا قاعدہ ہے مصروف تھی اور رو رو کر یہ کہہ رہی تھی
کہ یہ کون روز مصیبت پیش آیا ہے۔ اس بچے کی کیونکر پرورش کروں گی اور اس یتیم
فرزند کا کیا حال ہو گا۔
سلطان فیروز کی غمزدہ مادر کا بیان سلطان تغلق نے بھی سنا اور کلمات تسکین
خود اپنی زبان سے ادا کیے اور بہت دلداری کے بعد کہا کہ تم غم نہ کرو۔ یہ بچہ میرا
فرزند ہے اور میرا جگر گوشہ ہے جب تک کہ خدا کے فضل وکرم سے میری حیات
باقی ہے کسی اندیشہ وفکر کا مقام نہیں ہے۔
غرضکہ بی بی کد بانو کے بطن سے صرف یہی ایک فرزند سلطان فیروز پیدا ہوا۔

اس کے علاوہ کوئی پسر و دختر تولد نہیں ہوئے۔

یہ امر جو مشہور ہے کہ ملک قطب الدین بھی سلطان فیروز شاہ کا بھائی حقیقی تھا درست و صحیح ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ ملک قطب الدین سپہ سالار رجب کی دوسری زوجہ کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ اسی طرح ملک نائب باربک بھی فیروز شاہ کا علاتی بھائی تھا جو دوسری ماں سے پیدا ہوا تھا۔

مختصر یہ کہ سلطان فیروز شاہ ہفت سالہ پسر تھا کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ فیروز شاہ نے آئین تاجداری و قوانین جہانداری کی سلطان تغلق و سلطان محمد دو بادشاہ سے پائی ہے۔

سلطان تغلق و سلطان محمد ہر دو فرماں روا امور سیاست میں فیروز شاہ کے ہادی و استاد تھے۔ امور جہانداری کی بابت تاتار خاں نے بار ہا کہا ہے کہ ہمارے گروہ میں جہانداری کے جو اسرار سلطان فیروز شاہ کے سینے میں محفوظ ہیں ہم میں سے کسی کو اس کا خیال بھی نہیں آسکتا۔ غرضیکہ سلطان فیروز شاہ کی ولادت کا صحیح حال یہ ہے جو مورخ نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے۔

دوسرا مقدمہ

سلطان فیروز شاہ کا سلطان تغلق و سلطان محمد سے رسم تاجداری کی تعلیم حاصل کرنا

نقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ سلطان تغلق کے جلوس کے وقت چہار دہ سالہ تھا اور سلطان تغلق نے ساڑھے چار سال حکمرانی کی۔

اس مدت حکومت میں فیروز شاہ ہمیشہ سلطان تغلق کی خدمت میں حاضر رہا۔

آئین جہانداری و قوانین شہریاری کے جس قدر احکام سلطان تغلق نے نافذ فرمائے فیروز شاہ نے اپنے الہام الٰہی کی برکت سے تمام و کمال سمجھے اور یاد کر لیے۔

سلطان تغلق کا دورِ حکومت ختم ہوا اور دہلی کی عنانِ حکومت سلطان محمد کے ہاتھ میں آئی۔

سلطان محمد نے تختِ حکومت پر جلوس کیا اور سلطان محمد کے جلوس کے وقت فیروز شاہ کا سن اٹھارہ سال کا تھا۔

سلطان محمد نے فیروز شاہ کو نائب امیر حاجب مقرر کر کے نائب باربک کا خطاب عطا کیا اور بارہ ہزار سوار فیروز شاہ کی ماتحتی میں مقرر کیے۔

سلطان محمد فیروز شاہ پر بےحد مہربان تھا اور اُس کی شفقت و عنایت کا یہ عالم تھا کہ معاملاتِ ملکی میں جو مہمات اُس کے روبرو پیش ہوتے اُن سے کنایہ و اشارہ میں سلطان فیروز شاہ کو آگاہ کرتا۔ سلطان محمد فیروز شاہ کو ہر وقت اپنے روبرو رکھتا۔

فیروز شاہ اُس زمانے میں بھی تمام خلقِ خدا پر لطف و کرم کرتا اور اپنے بے پایاں احسان سے مخلوق کو شاد و مطمئن کرتا۔

فیروز شاہ ہر حاجت مند کی حاجت کو پورا کرتا اور اہلِ احتیاج کی ضروریات پورا کرنے میں ایک لمحے کا توقف بھی نہ کرتا۔

جس وقت کہ سلطان محمد شاہ نے خدا کی توفیق سے دہلی کی سلطنت کو چار حصوں میں تقسیم کیا جیسا کہ مورخ عفیف نے سلطان محمد کے حالات میں شرح و تفصیل سے بیان کیا ہے تو سلطان محمد شاہ نے ایک حصۂ ملک فیروز شاہ کے بھی سپرد کیا تاکہ فیروز شاہ آئین و قواعد جہانداری میں پختہ کار ہو جائے۔

بزرگوں نے اس اسرار کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ جو شخص ایک معاملے کو انجام دے سکتا ہے وہ تمام مملکت کے مہمات کو بخوبی حل کر سکتا ہے۔

سلطان محمد نے اپنی معاملہ فہمی سے ملک کا چوتھا حصہ سلطان فیروز کے حوالے کیا تاکہ توفیقِ الٰہی و عنایاتِ ایزدی سے یہ حکومت آئین جہانداری پر فیروز شاہ کی ہادی و استاد ثابت ہو۔

عوام کا یہ قول کہ سلطان محمد فیروز شاہ پر بے حد سختی کرتا تھا بالکل صحیح ہے اور یہ کہ سلطان محمد شہزادہ قاسم فیروز شاہ سے محبت و شفقت کرتا تھا درست و راست ہے۔ لیکن سلطان محمد کے پیش نظر اس لئے نہ تھے کہ اس کو فیروز شاہ کے ساتھ کسی قسم کی مخالفت یا عداوت تھی۔ اس لئے کہ اگر یہ فعل حسد و عداوت پر مبنی ہوتا تو سلطان محمد فیروز شاہ کو اپنے سے دور کر دیتا۔

چونکہ سلطان محمد صاحب جاہ و جلال و فہم و فراست تھا اور اس بادشاہ کے ہر رگ و پے میں عقل و دانش سرایت کر گئی تھی۔ سلطان محمد نے مملکت داری میں ہر قسم کے عمدہ قواعد سے عالم و اہل عالم کو مستفید فرمایا۔ ان تمام سختیوں سے سلطان محمد کا مقصد یہ تھا کہ سلطان فیروز شاہ معاملات جہانداری میں پختہ و ماہر ہو جائے۔ چنانچہ سلطان فیروز شاہ سلطان محمد کی وفات کے وقت پینتالیس سال کا جوان کامل ہو چکا تھا۔

تیسرا مقدمہ

جلوس فیروز شاہی کی تفصیل

منقول ہے کہ سلطان محمد شاہ نے اس جہان فانی سے رحلت کی اور مغلوں کے ایک گروہ نے لشکر گاہ کو غارت و تباہ کیا اور ملک کے تاراج کرنے پر متوجہ ہوئے۔

ایسی نازک حالت میں تمام خوانین و ملوک نیز تمام علماء و مشائخ نے جو سلطان محمد کے ہمراہ ٹھٹھہ میں مقیم تھے مجلس شوریٰ منعقد کی۔

ان تمام بزرگوں نے یہ طے کیا کہ بغیر امام کے چارہ کار نہیں ہے۔

ظاہر ہے کہ شہر دہلی بے حد دور ہے اور اس عالم میں یہ حادثہ واقع ہوا کہ سلطان محمد نے جنت کی راہ لی اور مغلوں کا گروہ ہمارے مقابلے میں لشکر گاہ کو تباہ و برباد کر رہا ہے۔

مغلوں کا ایک گروہ لشکر گاہ کو تباہ کر کے چار سے قریب اس طرح وحشی میں
مقیم ہے کہ شاید اس کامیابی کے بعد ان کو مزید فائدہ پہنچے اور ان کی غارتگری میں
اضافہ ہو۔

غرضیکہ سلطان محمد کے اعیان دولت نے مشورہ کیا اور خوانین و امراء و دیگر
علماء و مشائخ جو دو منصب و دنیاوی گروہ نے طے کیا کہ سلطان فیروز شاہ کو بادشاہ
تسلیم کر کے جہانداری کی عنان دولت اس کے ہاتھ میں دیں۔

سلطان فیروز خوف الٰہی کی وجہ سے اپنے کو امانت جہانداری کا اہل
نہ خیال کرتا تھا۔

فیروز شاہ نے خوانین و مشائخ سے کہا کہ میں نے طواف خانہ کعبہ کا ارادہ
کیا ہے مجھ کو اس منصب جلیل سے معاف رکھو۔

سبحان اللہ ابتدا ہی میں سلطان فیروز شاہ کی جہانداری کی گفتگو مشائخ کرام
کے طریقہ تحکیم کے موافق تھی۔

واضح ہو کہ امامت طریقت میں یہ ایک شرط ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ
بعض پیران طریقت اپنی رحلت و وصال کے وقت اپنے کسی مرید کو اپنی بجائے
تحکیم سے مرشد بناتے ہیں اور اپنا سجادہ طریقت اس مرید کے حوالے کرتے ہیں۔

مرید صادق ارشاد کے بار عظیم کے اٹھانے سے انکار کرتا ہے لیکن مرشد
اس کو اپنا صاحب سجادہ مقرر کر کے رحلت فرماتا ہے۔

اس قسم کے خرقے کو اصطلاح مشائخ میں خرقہ تحکیم کہتے ہیں

یہ امر واضح رہے کہ اس خرقہ تحکیم کا ارباب طریقت میں بڑا بلند پایہ و مرتبہ ہے۔

اسی طرح سلطان محمد کے بعد امامت جہانداری و منصب حکمرانی کے لئے تمام
خانان و ملوک و قضاۃ و علماء و مشائخ نے جو ٹھٹھہ میں سلطان محمد کے ہمراہ تھے
سلطان فیروز پر یعنی ایک ہی رائے پر اتفاق کیا اور تمام حضرات نے
سلطان فیروز کو بادشاہ تسلیم کیا۔ لیکن خود فیروز شاہ نے اس بار گراں کے اٹھانے سے
انکار کیا۔ اس امر سے واضح ہوتا ہے کہ یہ صفت صرف اولیاء اللہ میں پائی جاتی ہے
یا انبیاء میں۔

ظاہر ہے کہ امانت جہانداری کا بار بے حد مشکل ہے اور اس کی بابت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر فرماں روا سے اس کی رعیت کی بابت سوال کیا جائے گا۔

غرضکہ ہر شخص نے اس رائے سے اتفاق کیا اور اس رائے کو ہر فرد بشر نے پسند کیا۔

اس واقعے کی اطلاع دختر سلطان تغلق المعروف بہ خداوندزادہ کو جو لشکر کے ہمراہ تھی ہوئی اور بیگم نے خوانین و ملوک کو پیغام دیا کہ میرے فرزند خسرو ملک کی موجودگی میں نائب امیر حاجب کو فرماں روا تسلیم کرنا زیبا نہیں ہے سلطان تغلق میرا باپ اور سلطان محمد میرا برادر حقیقی تھا اس نسبت سے میرے فرزند کی موجودگی میں غیر کو حق وراثت نہیں پہنچتا۔

بعض راویوں نے بیان کیا ہے کہ خداوندزادہ نے اس موقع پر کلمات ناسزا بھی اپنی زبان سے نکالے۔ تمام ملوک و خوانین کو خداوندزادہ کے پیغام سے اطلاع ہوئی اور ہر شخص یہ پیغام سن کر بے حد غضب آلود ہوا۔ تمام امراء و مشائخ نے اتفاق کر کے ملک سیف الدین خوجو کو خداوندزادہ کے پاس روانہ کیا۔

ملک مذکور مشہور زمانہ امیر تھا اور اس کی عادت تھی کہ بے حد زور وجاہت کے ساتھ راست گفتاری سے کام لیتا تھا۔

ملک سیف الدین خداوندزادہ کے پاس گیا اور نرم کلمات میں صاف صاف اس سے کہا کہ اے عورت اگر ہم فیروز شاہ کی موجودگی میں تیرے فرزند کو بادشاہ تسلیم کرینگے تو تجھکو اپنے گھر کا منہ دیکھنا نصیب ہوگا ورنہ ہم بھی زن و فرزند کے دیدار سے شاد ہونگے۔

تیرا فرزند لائق جہانداری کا نہیں ہے اور اس سے فرمانروائی کا بار نہ اٹھے گا۔

ہم غیر ملک میں مقیم ہیں اور ہمارے دشمن یعنی مغل ہمارے سر پر سوار ہیں۔ اگر اس لشکر سے اپنی نجات کی طالب ہے تو ہماری رائے سے اتفاق کر ہم وعدہ کرتے ہیں کہ فیروز شاہ کا مرتبہ و خطاب یعنی نائب باربکی کا عہدہ تیرے فرزند کو عطا کریں گے۔

ملک سیف الدین کی اس گفتگو سے خداوندزادہ خاموش ہو گئی اور ملک سیف الدین نے واپس ہو کر تمام افراد کو حقیقت حال سے آگاہ کیا۔

غرضیکہ تمام خوانین و ملوک نے بالاتفاق سلطان فیروز شاہ کو بادشاہ تسلیم کیا اور تاتار خاں جو اس مجمع میں سب سے زیادہ ضعیف العمر تھا کھڑا ہوا اور اس نے زور کر کے سلطان فیروز کا بازو پکڑا تاکہ اس کو زبردستی تخت سلطنت پر بٹھائے۔

اس موقع پر سلطان فیروز شاہ نے کہا اگر یہ بلائے عظیم تم میری گردن میں آویزاں کرتے ہو تو تھوڑا صبر کرو تاکہ میں وضو کر لوں۔ فیروز شاہ نے وضو کر کے دوگانہ نماز ادا کی۔ فیروز شاہ نے سر نیاز زمین پر رکھ کر خدا کی بارگاہ میں دعا کی۔

فیروز شاہ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور وہ کہہ رہا تھا کہ خداوندا ملک کا اطمینان و رفاہیت اور عالم کا انتظام و توفیق جہانداری انسان کے اندازہ قوت سے باہر ہے۔ نظام عالم کا انحصار تیرے حکم پر ہے۔ خداوندا تو میری قوت و پناہ ہے۔

فیروز شاہ کی گفتگو کے بعد اس کے سر پر تاج جہانداری رکھا گیا۔

اس کثیر مجمع نے جو اس جشن جلوس میں شریک تھا۔ مورخ عفیف نے روایت کی ہے کہ فیروز شاہ نے خلعت شاہی جامۂ ماتم کے اوپر پہنا۔

ہر چند سلطان محمد کے امراء و خوانین نے اصرار کیا کہ جامۂ ماتم دور کیا جائے لیکن فیروز شاہ نے قبول نہ کیا اور کہا کہ اگرچہ مصلحت ملکی کے اعتبار سے میں نے خلعت شاہی پہنا ہے لیکن اس کی وجہ سے میں جامۂ ماتم نہیں اتار سکتا۔ اس لئے کہ سلطان محمد میرا آقا و مربی اور ہر حالت میں میرا رہنما تھا۔ میری تو دلی آرزو یہ تھی کہ طواف کعبہ کی سعادت حاصل کروں۔ چونکہ آپ صاحب اصرار کے ساتھ مجھ کو مانع آئے اس لئے میں نے مجبوراً اس منصب کو قبول کر لیا۔ میرے حق میں یہی بہتر ہے کہ جامۂ شاہی کو لباس ماتم کے اوپر پہنوں۔

غرضیکہ سلطان فیروز شاہ نے خلعت بادشاہی پہنا اور سواری کے لئے ہاتھی حاضر کیا گیا۔

درگاہ شاہی کے نقیبوں اور چاؤشوں نے آواز سلامت بلند کی اور شادیانے کے نقارے بجنے لگے۔ تمام خلق مسرت و شادمانی میں مشغول ہوئی اور ہر شخص نشاط و خرمی کا متوالا بن گیا۔

غرضکہ سلطان فیروز نے اوّل کام یہ کیا کہ شمشیر بردار حشم کو حاضر کرے جس کی وجہ سے اس شخص کو عماد الملک کا عہدہ عطا ہوا۔

واضح ہو کہ فیروز شاہ نے چھبیس محرم ۷۵۲ھ میں تخت پر جلوس کیا۔

سلطان فیروز شاہ اُسی طرح پیل سوار حرم شاہی کے اندر گیا اور خداوند زادہ کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ خداوند زادہ نے فیروز شاہ کو سینے سے لگایا اور سلطان تغلق و سلطان محمد کی یادگار کلاہ جس کی قیمت ایک لاکھ تنکہ تھی اپنے ہاتھ سے فیروز شاہ کے سر پر رکھی۔

فیروز شاہ حرم سرا سے باہر نکلا اور مخلوق کو اطمینان حاصل ہوا۔

چوتھا مقدمہ

سلطان فیروز شاہ کا مغل قوم سے جنگ کرنا

نقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ کے جلوس سے خلقت خدا بیحد خوش و مطمئن ہوئی لیکن باوجود اس کے تمام افراد مغلوں کے لشکر کے خوف سے لرزہ براندام تھے مغلوں کے لشکر نے بنگاہ شاہی کو تاراج و برباد کر دیا تھا۔

باوجود اس تباہی کے حریف کی فوج نے بھی اپنی قیامگاہ دہلی کے لشکر کے جوار میں مقرر کی تھی اور ہر وقت کمیں گاہ میں تھی۔

تمام خوانین و ملوک جمع ہوئے۔

سلطان فیروز نے ارادہ کیا کہ مغلوں سے جنگ کرے اور تمام پہلوانان زمانہ و دلیران لشکر و غازیان خانان ملک و امراء اور جنگجو افسر اور نیز تمام سواروں اور پیادوں نے جسم پر ہتھیار لگائے اور گھوڑوں پر چار جامہ کسا۔

جب ہاتھی آراستہ کئے گئے اور تمام سوار و پیادوں کی جمعیت اور فوج حاضر ہوئی۔

سلطان فیروز شاہ مغلوں پر حملہ کیا اور طرفین میں شدید خونریز جنگ واقع ہوئی

اور ہر فریق نے فتح حاصل کرنے کی جد و جہد کی۔
خدا کی مدد اور اس کے حکم سے وزیر فیروز شاہ کے اقبال سے مغلوں کو شکست ہوئی اور حریف کے ہر سوار و پیادہ کو جانی و مالی نقصان پہنچا۔
سلطان فیروز شاہ کو غیبی فتح نصیب ہوئی اور خلقت کے لئے تمام دولت شاہی کے دروازے کھل گئے۔ تمام خلقت یا اور بنگ میں جہاں کہ مغل اسیر تھے جمع ہوئی۔
بادشاہ نے تمام قیدیوں کو رہا کر دیا اور مغلوں نے بے حد دقت و خرابی سے اپنی جان بچائی۔
یہ اول فتح تھی جو فیروز شاہ کو نصیب ہوئی اور اس فتح سے تمام خلق میں خوشی و مسرت کا دور دورہ ہوا۔ سلطان فیروز شاہ تمام لشکر و فیل کے ہمراہ دہلی واپس ہوا۔
اب مورخ ملک و خواص شہر کے حالات معرض تحریر میں لاتا ہے۔

پانچواں مقدمہ

خواجہ ایاز کا غلطی سے ایک طفل کو سلطان محمد کا پسر کہہ کر بادشاہ بنانا

نقل ہے کہ جب سلطان محمد نے آخر بار دولت آباد کا سفر کیا تو چند امرا کو دہلی میں قیام کرنے کا حکم دیا۔
ان امرا میں ایک ملک کبیر تھا اور دوسرا قتلغ خاں اور سوم سلطان فیروز، جو اس زمانے میں نائب امیر حاجب تھا۔ ملک کبیر و قتلغ خاں نے سلطان محمد کی وفات سے قبل ہی دنیا کو خیرباد کہا اور سلطان محمد نے فیروز شاہ کو اپنے حضور میں طلب کر لیا۔
چونکہ دہلی کی سلطنت خالی تھی سلطان محمد نے خواجہ جہاں کو ٹھٹھہ سے دہلی روانہ کیا تاکہ خواجہ جہاں دہلی میں اس کی نیابت کرے۔

بعض اور امرا بھی خواجہ جہاں کے ہمراہ تھے چنانچہ قوام الملک و ملک حسین و ملک حسام الدین اوذبک و ملک خطاب و دیگر اشخاص خواجہ جہاں کے رفیق طریق تھے۔

اس معاملے میں عام روایت تو یہ ہے کہ خواجہ جہاں کو معلوم ہوا کہ سلطان محمد نے وفات پائی اور تمام خوانین و ملوک و نیز مشائخ و اہل سلوک نے جو بادشاہ کے ہمراہ تھے، سلطان فیروز شاہ کو حکمراں تسلیم کر لیا ہے۔

خواجہ جہاں نے یہ اخبار سن کر بیسر سلطان محمد کو دہلی میں تخت حکومت پر بٹھایا اور سلطان فیروز کے مقابلے میں صف آرا ہوا۔

خواجہ جہاں نے خلقت کو اپنا ہم خیال بنایا اور جنگ آزمائی کا ارادہ کیا لیکن عوام کی یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ مورخ عفیف نے مثل پارینہ داستان کے یہ قصہ مجلس عالی لشکر خاں سے یوں سنا ہے کہ سلطان محمد نے ٹھٹھہ میں وفات پائی اور خراسان کے امرائے ہزارہ نے جو سلطان محمد کی امداد کو آئے تھے، بازار بزرگ کو تاراج کیا جیسا کہ مورخ عفیف نے سلطان محمد کے حالات میں مفصل بیان کیا ہے۔

مختصر یہ کہ غارتگری کے روز لشکر کے تمام اشخاص پراگندہ ہو گئے اور ہر شخص کا جدھر سینگ سمایا اُس جانب روانہ ہو گیا۔

سلطان فیروز شاہ نے تخت حکومت پر جلوس بھی نہ کیا تھا کہ اُس وقت تلیج تونی نامی ایک غلام نے جس کو خواجہ جہاں نے اس سے قبل سلطان محمد کے حضور میں روانہ کیا تھا عین اسی عالم فساد میں لشکر سے جدا ہو کر دہلی روانہ ہوا۔

تلیج صحیح و سلامت دہلی پہنچا اور اس نے خواجہ جہاں سے بیان کیا کہ سلطان محمد نے وفات پائی اور مغلوں کے ایک گروہ نے لشکر پر حملہ کر کے بازار بزرگ و تمام باشندوں کو تباہ و برباد کر دیا۔

مغلوں کے اس حملے سے لشکر میں ابتری پھیل گئی اور شدید خوں ریزی واقع ہوئی۔

تلیج مذکور نے یہ بھی بیان کیا کہ تاتار خاں و ملک امیر حاجب یعنی فیروز شاہ

غائب ہو گئے ہیں۔ اس کا پتا نہیں ہے کہ غائب امراء مغلوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے یا قتل کیے گئے۔

اس کے علاوہ اکثر لوگ نے اس جنگ میں مرتبۂ شہادت حاصل کیا۔

غرضکہ شیخ مذکور نے یہ بیان کیا کہ سلطان محمد کے لشکر میں یہ حادثہ پیش آیا۔

واضح ہو کہ شیخ مذکور مشہور غلام تھا چنانچہ اہل دہلی آج تک اس کے نام سے واقف ہیں۔

خواجۂ جہاں نے یہ واقعہ سنا اور سلطان محمد کی وفات اور سلطان فیروز شاہ کی عدم موجودگی پر صف ماتم بچھائی اور بعید افسوس و رنج کا اظہار کیا۔

واضح ہو کہ خواجۂ جہاں اور سلطان فیروز شاہ میں اس درجہ محبت تھی کہ غیر شخص کو اس رابطہ اتحاد میں دخل نہ تھا بلکہ خواجہ جہاں نے فیروز کو اپنی زبان سے پسر خواندہ کہا تھا۔

خواجہ نے شیخ کو راست گفتار خیال کیا اور اپنی رائے سے اجتہاد کر کے سلطان محمود کو بادشاہ بنایا

خدا کی قدرت و حکمت سے خواجۂ جہاں کا یہ فعل غلط ثابت ہوا۔

خواجہ جہاں نے سنا کہ ملک امیر حاجب زندہ ہے اور اس نے تخت حکومت پر جلوس کیا ہے۔ خواجۂ جہاں اپنی رائے کی غلطی سے واقف ہوا۔

یہ امر کہ خواجۂ جہاں حشم و لشکر کو جمع کرتا اور جنگ کی تیاری کرتا تھا یہ مصلحت ملکی کا تقاضا تھا۔

ظاہر ہے کہ ملکی معاملات و رسوم جہانداری میں کوئی فرد بھی اس وقت تک اپنی غلطی سے واقف نہیں ہوتا جب تک کہ ہر دو فریق کے درمیان صلح نہ ہو اور جب تک کہ اس خطرۂ عظیم سے نجات نہ حاصل ہو انسان کو فکر و تدبیر سے غافل نہ ہونا چاہیے

غرضکہ خواجۂ جہاں نے بعید لشکر و حشم جمع کیا اور خلعت کر اپنے حلقہ ملازمت میں داخل کرنے لگا اور اس طرح تقریباً بیس ہزار سوار اپنے گرد جمع کر لیے۔

خواجۂ جہاں نے اپنے ملازمین کو بعید مال و زر عنایت کیا۔

اگرچہ اس زمانے میں خزانہ معمور نہ تھا اس لیے کہ سلطان محمد نے اپنے بست و ہفت سالہ عہد حکومت میں بیشمار بخشش و عطا سے کام لیا تھا۔

چونکہ خزانے میں مال کم تھا اس لئے خواجہ جہاں نے سونا وچاندی اور نیز ظروف زرّیں آلات و اسباب لشکر کو تقسیم کیا۔

نقد و زر سے بھی کام نہ چلا تو خواجہ جہاں نے جواہرات دینے شروع کئے۔

خواجہ جہاں کی جود و سخا کی شہرت سن کر خلائق ہر چہار جانب سے اس کے لشکر کی طرف متوجہ ہوئی لیکن طرفہ ماجرا یہ ہے کہ خلق خدا زر و جواہر خواجہ جہاں سے حاصل کرتی اور دل سے فیروز شاہ کی شیدائی اور اس کے لئے دعا گو تھی۔

چھٹا مقدمہ

خواجہ جہاں کو سلطان فیروز شاہ کے جلوس کی خبر ہونا

خواجہ جہاں نے سلطان فیروز شاہ کے جلوس کی خبر سنی اور اپنی غلطی پہ اظہار افسوس کیا۔

ہر دو جانب خلائق مختلف گفتگو کرتی تھی۔

بعض اشخاص نے یہ خبر مشہور کی کہ خواجہ جہاں کا ارادہ ہے کہ ان افراد کو جن کے وابستگان دامن فیروز شاہ کے لشکر میں ہیں بادشاہ کے نواح دہلی میں پہنچنے پر منجنیق کے پلے میں رکھ کر لشکر شاہی میں پھینک دے۔

بعض افراد یہ بیان کرتے تھے کہ خواجہ جہاں کا ارادہ ہے کہ بادشاہ سے جنگ کرے۔

اس کے علاوہ یہ خبر بھی مشہور ہوئی کہ خواجہ جہاں نے دہلی سے دور تک تیس کوس کے تمام قریے اور قصبے ویران و تباہ کر دئیے ہیں۔

غرضکہ یہ تمام خبریں سلطان فیروز شاہ تک پہنچیں اور بادشاہ کو یہ بھی معلوم ہوا کہ خواجہ جہاں نے ایک شخص غیر کو سلطان محمد کا پسر مشہور کر کے بادشاہ تسلیم کر لیا ہے اور یہ اخبار متواتر لشکر تک پہنچے تو تمام خانان و ملوک نے بالاتفاق یہ کہا کہ سلطان محمد کے کوئی فرزند نہ تھا۔

بادشاہ مرحوم کے محل میں سلطان تغلق کے ایام حکومت میں صرف ایک دختر پیدا ہوئی تھی خواجہ جہاں نے مرحوم بادشاہ کا فرزند کہاں سے پیدا کیا ہے۔

تمام صاحب عقل و فراست افراد خواجہ جہاں کی اس غلطی پر حیرت کرتے کہ باوجود اس سن و سال کے یہ امر اس کی ذات سے بعید ہے کہ ظہور پذیر ہوا۔

اس موقع پر سلطان فیروز شاہ اپنی دانائی و فراست سے برابر یہی فرماتا رہا کہ خواجہ جہاں کی ذات سے جو مجموعۂ صفات ہے اس قسم کی حرکت کا سرزد ہونا بعید از عقل ہے۔

بادشاہ یہ فرماتا ہوا دہلی کی جانب سفر کر رہا تھا۔

تمام خاص و عام پیدل و پریشاں سفر کر رہے تھے اور اس خیال میں تھے کہ دیکھیں کیا پیش آتا ہے۔

سلطان فیروز شاہ خدا کے فضل و کرم پر تکیہ کرکے اپنی مہمات میں مشغول تھا اور تمام افسران جو دل سے اس کے بہی خواہ و دعاگو تھے اور خدا سے اس کی فتح و نصرت کے لئے مناجات کر رہے تھے۔

اس کے علاوہ دہلی کی تمام مخلوق بھی سلطان فیروز شاہ کی آمد کا انتظار کر رہی تھی۔
ہر شخص چشم براہ تھا اور بادشاہ کے لشکر کا حال دریافت کرتا تھا۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہ ملتان کے حدود میں داخل ہوا اور بادشاہ نے اس وقت تک خواجہ جہاں کی بابت ایک کلمہ بھی زبان سے نکالا تھا

بادشاہ نے ہرگز یہ نہ فرمایا کہ خواجہ جہاں نے بجائے موافقت کے مخالفت سے کام لیا۔

جو فوج و لشکر کہ سلطان کے ہمراہ ٹھٹھہ میں مقیم تھا اس نے سفر میں بے حد مشقت اٹھائی تھی اور سلطان محمد کے جود و عطا سے خزانے میں روپیہ و نقد اور چونکہ لشکر مغل کی ایذا رسانی سے فوج کو بے حد نقصان پہنچا تھا اس لئے سلطان فیروز شاہ نے دل میں خیال کیا کہ اگر وہ خواجہ جہاں کے صحیح حال سے لشکر کو آگاہ کرے گا تو تمام افراد بادشاہ کی گفتگو کو اس امر پر محمول کریں گے کہ فیروز شاہ کے دل میں خواجہ جہاں کی طرف سے وہم پیدا ہو گیا ہے۔ غرضکہ باوجود ان مشکلات کے

کہ لشکر بہت خستہ و ماندہ اور خزانہ خالی تھا اور فوج نے مغلوں کے ہاتھ سے کثیر نقصان اٹھایا تھا لیکن فیروز شاہ برابر دہلی کی طرف قدم بڑھا رہا تھا۔

بادشاہ قطعاً خاموش تھا اور اس کو یقین تھا کہ اگر ایک لفظ بھی خواجہ جہاں کی بابت زبان سے نکالے گا تو فوج کے اوپر برا اثر پڑے گا اور دو جدید خطرات پیدا ہو جائیں گے۔

اول یہ کہ میدانی و بیچارگی سے جو حالت کہ تباہ و شکستہ ہو گئی ہے اس میں اور اضافہ ہوگا۔ دوسرے یہ کہ فوج کی بددلی میں اضافہ ہوگا۔

انھیں وجوہ کی بنا پر سلطان فیروز شاہ نے ملتان کے حدود تک ایک لفظ بھی خواجہ جہاں کی بابت زبان سے نہ نکالا۔

ساتواں مقدمہ

سلطان فیروز شاہ کا ٹھٹھہ سے دہلی روانہ ہونا

نقل ہے کہ جب سلطان فیروز شاہ نے خدا کے حکم سے ٹھٹھہ سے دہلی کا سفر اختیار کیا تو اپنے ہمراہیوں سے سوال کیا کہ ہم کو کس راہ سے دہلی کا سفر اختیار کرنا چاہیے۔ ایک گروہ نے جواب دیا کہ گجرات کی راہ سے سفر کرنا مناسب ہے تاکہ اس مملکت کا خزانہ بھی ہمارے ہاتھ آ جائے۔

سلطان فیروز شاہ نے جواب دیا کہ میرے عم نامدار سلطان تغلق نے خسرو خاں کو سزا دینے کی غرض سے دیپالپور کی راہ اختیار کی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے سلطان مرحوم کو فتح دی اور وہ دہلی پر قابض ہو گئے۔

ہم کو مرحوم بادشاہ کی تقلید میں دیپالپور کی راہ کو اختیار کرنا چاہیے۔ پروردگار کے لطف و کرم سے امید ہے کہ بادشاہ مرحوم کی تقلید کی برکت سے وہ ہم کو فتح عطا فرمائے گا اور ہم صحیح و سلامت دہلی پہنچ جائیں گے۔

اسی رائے پر اتفاق ہوا اور فیروز شاہ سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا روانہ ہوا۔

خلقت دہلی کو معلوم ہوا کہ سلطان فیروز شاہ پیل و لشکر کے ہمراہ ملتان و دیپال پور کی راہ سے دہلی آرہا ہے۔

تمام مخلوق کے دل میں عیش و خوشی پیدا ہوئی اور بعض امرا و اعیان دولت خفیہ طور پر فیروز شاہ کی خدمت میں روانہ ہوگئے اور فراریوں کی طرح بادشاہ کے دامن میں پناہ لی۔

اس فرار کی انتہا یہ ہوئی کہ اہل فساد و سرود کا طبقہ خواجہ جہاں سے جدا ہو کر فیروز شاہ کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔

خواجہ جہاں نے یقین کر لیا کہ تمام مخلوق فیروز شاہ کی جانب مائل ہے اور ہر فرد فیروز شاہ کا کلمہ پڑھ رہا ہے۔ خواجہ جہاں اس واقعے سے بے حد حیران ہوا لیکن قطعاً خاموش و ساکت رہا اور مخلوق کی اس ادا کو برداشت کرتا رہا۔ اگرچہ خواجہ جہاں کے ہم خیال و ہم مشرب اصحاب نے اُس سے کہا کہ طرفہ ماجرا ہے کہ مال و زر تو ہم سے حاصل کرتی ہے اور پناہ فیروز شاہ کے دامن سے لے رہی ہے۔ مگر بعض اس قسم کے فراریوں کے فرزند و متعلقین سے اس کا تدارک کیا جائے تو یقین ہے کہ خلقت فراری ہونے سے باز رہے گی۔

خواجہ جہاں یہ تمام تقریر سنتا اور خاموش تھا یہاں تک معاملے نے اس قدر شدت اختیار کی کہ اہل دہلی میں جو افراد کہ فرار پر قادر تھے اُن کا تو جسم و روح دونوں بادشاہ کے قریب تھے اور جو اشخاص کہ فرار کرنے پر قدرت نہ رکھتے تھے اُن کے قلوب بادشاہ کے قدموں پر نثار تھے۔ ہر روز فیروز شاہ کے سفر کے حالات دریافت کرتے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ مشیت الٰہی بھی عجب پر اسرار معاملہ ہے جس کی کنہ سمجھنے سے انسانی عقل قاصر ہے۔

چونکہ کاتب تقدیر نے روز ازل دہلی کی حکومت فیروز شاہ کے لئے مقدر فرمائی تھی بادشاہ کی جہانداری کے اسباب خود بخود پیدا ہونے لگے۔

اگرچہ فیروز شاہ پریشان حال و خستہ و ماندہ لشکر کے ہمراہ دہلی آرہا تھا اور خواجہ جہاں کے زیر علم بیس ہزار سوار موجود تھے اور اہل لشکر کے زن و فرزند و متعلقین

حصار دہلی کے اندر تھے لیکن پروردگار نے بغیر تیغ زنی کے فیروز شاہ کو فتح عنایت کی۔

کیا شان الٰہی ہے حضرت پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحیح فرمایا ہے کہ انسان کے قلوب پروردگار کے قبضہ اقتدار میں ہیں وہ جدھر مناسب خیال فرماتے اُس کو پھیرتا ہے۔

جب پروردگار عالم اپنے کسی بندے کو تقرب عنایت فرماتا ہے تو فرشتوں کو مطلع فرماتا ہے کہ میں نے فلاں بندے کو اپنا ولی بنایا ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت جبریل کو حکم دیتا ہے کہ میرے اس بندے کی محبت جل آبھاروں میں جاری کرتا کہ جو شخص یہ پانی پئے میرے بندے کی دوستی کے نشے سے سرشار ہو جائے۔

ظاہر ہے کہ یقیناً پروردگار عالم کی قدرت کا ظہور تھا کہ تمام خلقت خدا فیروز شاہ کی ہی خواہ ہو گئی۔

ان افراد نے تمام اپنے اعزہ، اپنے مکان، اپنے زن و فرزند کو ہلاکت میں ڈالا اور اس قدر مشقت اختیار کی کہ اپنی جیب سے اخراجات کے کفیل ہوئے اور سلطان فیروز شاہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

یہ تمام امور انسانی سعی و کوشش سے باہر ہیں اور ان کا ظہور محض خدا کے فضل و کرم کا کرشمہ ہے۔

چونکہ پروردگار عالم کی مرضی یہی تھی کہ دارالملک دہلی چالیس سال کامل اسی بابرکت والی کی حکومت سے بہرہ مند ہو اور خلق خدا ایک مدت تک امن و امان سے زندگی بسر کرے اس لئے تقدیر الٰہی نے تمام اسباب حکمرانی خود بخود پیدا فرما دیئے۔

مختصر یہ کہ سلطان فیروز شاہ حدود ملتان میں پہنچا۔

بادشاہ نے قدم آگے بڑھایا تھا کہ قیح قرن قرن تمام خواجہ جہاں کا فرستادہ غلام دور سے نمودار ہوا سلطان فیروز نے اُس کو پہچان لیا اور اس موقع پر یہ فرمایا کہ دہلی سے چند سوار آ رہے ہیں۔

قیح قریب تر آیا اور اس کی گردن میں پسر سلطان محمود کا فرمان آویزاں تھا۔

فیروز شاہ نے قیح کو دور سے دیکھا اور یہ معلوم کر لیا کہ یہ خواجہ جہاں کا فرستادہ ہے۔

بادشاہ نے اپنی ملتان روانگی اسی مقام پر روک کر فرمایا کہ شاید خواجہ جہاں
دنیا میں باقی نہیں ہے۔

فیروز شاہ نے حکم دیا کہ قیم اسی مقام پر روک دیا جائے اور اس سے دریافت
کیا جائے کہ خواجہ جہاں سلامت ہے یا نہیں۔

بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی گئی اور خواجہ جہاں دہلی کے باشندوں کا حال
دریافت کیا گیا۔

قیم نے تمام واقعہ بیان کیا اور اس کی گفتگو بادشاہ کے حضور میں عرض کی گئی۔
فیروز شاہ نے جواب دیا کہ خدا کا فضل و کرم درکار ہے خواجہ جہاں وغیرہ کیا کر سکتے ہیں۔

غرضکہ فیروز شاہ خدا کی عنایت و مہربانی سے ملتان میں داخل ہوا۔

بادشاہ نے شہر کے مشائخ کو انعام و نذر سے ممنون احسان بنایا۔

بادشاہ اجودھن روانہ ہوا اور جناب شیخ الاسلام فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ
کے روضہ مبارک کی زیارت سے بہرہ اندوز ہوا۔

فیروز شاہ اجودھن سے روانہ ہو کر قصبہ سرستی میں مقیم ہوا۔

واضح ہو کہ قصبہ سرستی دہلی سے نوے کوس کے فاصلے پر آباد ہے۔

اس قصبے کے تمام صراف و بقال جمع ہوئے اور انھوں نے چند لاکھ تنکے
خدمتی کے طور پر بادشاہ کی خدمت میں پیش کیے۔

اس موقع پر بادشاہ نے فرمایا کہ تمھاری رقم خدمتی ہم پر قرض ہے انشاء اللہ تعالیٰ
دہلی پہنچ کر یہ رقم واپس کر دیا جائے گا۔

بادشاہ نے رقم عماد الملک بشیر کے حوالے کر دی کہ شہر دہلی میں داخلے کے بعد
یہ رقم صرافوں کو واپس کر دی جائے۔ فیروز شاہ نے خدا کی توفیق سے تمام اہل حشم لشکر کو
عطا فرمایا جس کی وجہ سے لشکر کو خرچ کی طرف سے گونہ اطمینان حاصل ہو گیا۔

اس موقع پر حضرت شیخ نصیر الدین محمود رحمتہ اللہ علیہ نے سلطان فیروز سے
فرمایا کہ ٹھٹھہ سے اس مقام تک دعاگو نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی اور
حضرت شاہ مع تمام لشکر کے خیر و عافیت اس مقام تک پہنچ گئے اب اس مقام سے
پیشتر کا حصہ ملک حضرت قطب الاسلام شیخ قطب الدین منور کی ولایت میں داخل ہے

اب جو کچھ مناسب ہو حضرت شیخ کو لکھا جائے۔

سلطان فیروز نے یہی الفاظ تاتنی میں حضرت شیخ قطب الدین منور کو لکھ کر روانہ کئے۔

بادشاہ نے حضرت شیخ کو لکھا کہ شیخ نصیر الدین محمود نے یہ فرمایا ہے اور اب مجھ کو آپ کے حوالے کیا ہے۔

حضرت شیخ قطب الدین نے جواب دیا کہ چونکہ حضرت شیخ نصیر الدین نے اس ضعیف کے حوالے کیا ہے اس لئے مجھ کو بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ دہلی بھی بادشاہ کے قبضے میں آجائے گی۔

حضرت شیخ نصیر الدین محمود نے یہ کلام اس لئے فرمایا تھا کہ شیخ قطب الدین منور کی بزرگی اہل عالم کو معلوم ہو جائے مگر ان ہر دو بزرگواروں میں انتہائی محبت و اتحاد تھا اور نیز یہ کہ ہر دو بزرگ ہم خرقہ تھے اور آخرین کو پہنچ چکے تھے۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہ حضرت شیخ کے جواب سے بہت مطمئن ہوا اور حضرت کی بشارت کا امیدوار ہو کر آگے بڑھا اور منتظر تھا کہ حضرت شیخ کی بشارت کا ظہور ہو۔

آٹھواں مقدمہ

قوام الملک یعنی خان جہاں کا فیروز شاہ کی خدمت میں حاضر ہونا

منقول ہے کہ ملتان و دیپال پور و سرستی وغیرہ دیگر مقامات کے باشندے تمام و کمال فیروز شاہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے غرضیکہ ملک نامدار، نصرت امرا و ملوانان جری و بخت آور و لشکر و سوار وغیرہ ہر طبقہ و فرقہ کے اشخاص بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چھتیس راجگی تمام و کمال بادشاہ کے حلقۂ اطاعت میں داخل ہو گئیں اور فیروز شاہ کے گرد کثیر مجمع ہو گیا۔

فیروز شاہ نے ہر شخص سے شیریں کلامی کی اور صاف و صریح طور پر ان کو عنایت شاہانہ کا امیدوار بنایا۔ بادشاہ ہر شخص سے زبان سے وعدہ کرتا اور دل سے

حضرت قطب الدین منور کے ارشاد کا منتظر تھا۔ اگرچہ دہلی کے تمام خاص و عام بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے تھے لیکن فیروز شاہ کو اطمینان نہ ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ قوام الملک یعنی خانجہاں نے حاضری میں سبقت کی۔

خانجہاں نے بیشتر اپنے حالات کے عرائض فیروز شاہ کی خدمت میں روانہ کئے اور اپنی حاضری سے بادشاہ کو اطلاع دی اور بادشاہ کی بہی خواہی میں صدق دل سے ارادہ کر کے اپنی تمنا کا اظہار کیا

قوام الملک نے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔

فیروز شاہ بھی خانجہاں کو جواب ادا کرتا تھا اور اس کی تمنا کے مطابق اس کی تسکین کرتا تھا۔ شہر دہلی میں شور برپا ہو گیا کہ قوام الملک نے بادشاہ کی خدمت میں عرائض روانہ کئے ہیں اور خود بھی امروز فردا فیروز شاہ کی خدمت میں حاضر ہو جائے گا۔

خواجہ جہاں نے آشکارا و خفیہ دلائل و نشانات سے معلوم کر لیا کہ قوام الملک فیروز شاہ کی خدمت میں روانہ ہونے والا ہے اور اس نے ارادہ کیا کہ اس کو گرفتار کرے۔

سبحان اللہ عجیب راز ہے کہ جس کے سمجھنے سے عقل انسانی قاصر ہے۔

ظاہر ہے کہ جب خدا کی مشیت یہ ہو کہ فیروز شاہ ملک میں حکومت کرے تو دوسرا کون ہے جو اسے روک سکتا ہے۔

غرضکہ خدا کی حکمت بالغہ سے قوام الملک نے ارادہ کیا کہ دہلی سے روانہ ہو۔

قوام الملک نے اس روز مقررہ مکان میں قیام کیا اور خواجہ جہاں بالائے ہزار ستون مقیم تھا۔

غرضکہ قوام الملک ہزار ستون کے نیچے آیا اور اس نے ارادہ کیا کہ کوشک کے اوپر جائے۔

خواجہ جہاں کا ایک ملازم کوشک کے بالائی حصے سے نیچے آ رہا تھا۔ اس شخص نے قوام الملک کو دیکھ کر دانت کے نیچے انگلی دبائی اور آنکھوں کے اشارے سے کہا کہ محل کے اوپر جانا مصلحت سے بعید ہے۔

قوام الملک اُس شخص کا مطلب سمجھ گیا اور فوراً بالائی حصّے کے پیش در میں اپنے کو لنگ بنا دیا۔

قوام الملک نے اپنے ایک شخص کو بھی خواجہ جہاں کے پاس روانہ کر کے اُس کو اپنی علالت سے آگاہ کیا اور کہا کہ میرے پاؤں میں ورم آ گیا ہے اور میں اپنے مکان سے آپ کے آستانے تک بڑا ر وقت آیا ہوں لیکن اب بالا سے نکل آنا میرے امکان سے باہر ہے۔

خواجہ جہاں نے یہ معلوم کر کے کہ قوام الملک الفاظ صدرت خود اپنی زبان سے ادا کئے ہیں، اپنے ایک ملازم کو دوڑایا تاکہ قوام الملک سے کہے کہ مجھ کو تم سے ایک اہم معاملے میں مشورہ کرنا ہے میرے قریب تک ضرور آؤ۔

جب تک کہ خواجہ جہاں کا قاصد قوام الملک تک پہنچے یہ امیر محل کو نکل میں پہنچ گیا۔

خواجہ جہاں کا ملازم قوام الملک تک پہنچا اور خواجہ جہاں کا پیغام اُس تک پہنچایا۔

قوام الملک نے جواب دیا کہ میں پاؤں کے درد سے ایسا بے قرار ہوں کہ مجھ کو اپنے سر و پا کا ہوش نہیں ہے نماز صبح کے اوّل وقت آؤں گا۔

جب تک کہ خواجہ جہاں کے ملازم قوام الملک کا جواب اُس تک پہنچائیں، قوام الملک قبلہ رخ کے پیش در تک پہنچ چکا تھا۔

سلطان محمد تغلق کے عہد حکومت میں قوام الملک کے مکان کا زیریں حصّہ قبلہ رخ تھا۔

قوام الملک اپنے مکان کے زیریں حصّے میں آیا اور اُسی وقت اور اُسی چوڈول پر سوار ہو کر اپنے زن و فرزند و مصاحبین و تمام خدم و حشم کے ہمراہ روانہ ہو کر دروازۂ میدان پر آیا۔ دربان نے ارادہ کیا اور دروازہ بند کرے لیکن تازی جوان دوڑے اور انھوں نے خون فشاں تلواریں نیام سے نکالیں۔

دربان دروازہ بند نہ کر سکا اور قوام الملک آہستہ آہستہ فیروز شاہ کی خدمت میں روانہ ہوا اور فیروز شاہ تغلق سے آگے بڑھا۔ قوام الملک نے چند منزل راہ طے کر کے

منزل اکماریں میں نے بادشاہ سے ملاقات کی اور سعادت قدم بوسی سے بہرہ اندوز ہوا۔

اسی روز شاہزادہ فیروز خاں کے محل میں فرزند پیدا ہوا۔

فیروز شاہ کو اس مقام پر دو خوشی حاصل ہوئیں ایک قوام الملک کی حاضری اور دوسرے شاہزادے کے مکان میں تولد فرزند۔

بادشاہ نے اس مقام پر ایک شہر بزرگ کو بسایا اور اس کو فتح آباد کے نام سے موسوم کیا۔

فیروز شاہ نے نوزائیدہ فرزند کا بھی فتح خاں نام رکھا۔

اسی روز قوام الملک بادشاہ کے حضور میں بامید وار کرامت حاضر ہوا اور فیروز شاہ نے اس امیر کو شاہانہ نوازش سے سرفراز فرمایا۔

نواں مقدمہ

خواجہ جہاں کا فیروز شاہ کی خدمت میں حاضر ہونا

نقل ہے کہ خواجہ جہاں نے سنا کہ قوام الملک اس کی اطاعت سے منحرف ہو کر فیروز شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

مورخ مصنف شمس سراج عفیف نے ان اشخاص سے جو اس موقع پر جمع تھے، بیان کیا ہے کہ خواجہ جہاں نے یہ معلوم کر کے کہ قوام الملک مرغان ہوائی کی طرح پرواز کر کے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا تو یہ امیر صرف ایک پیرہن تن پر اور برہنہ سر تسبیح ہاتھ میں لیے ہوئے اور دونوں ہاتھ پیچھے سے پیچھے باندھے ہوئے نہایت متفکر و پریشان بالائے ستون آمد و رفت کرتا تھا۔

جو اشخاص کہ اس معاملے میں خواجہ جہاں کے رفیق طریق اور مشیر تھے انھوں نے بارگاہ اس کی گفتگو شروع کی اور اس امیر سے کہا کہ اگر آپ حکم دیں تو ہم قوام الملک کا تعاقب کریں اور دیکھیں کہ پردہ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔

خواجہ جہاں نے اس تقریر کا کچھ جواب نہ دیا۔

چونکہ خواجہ جہاں معاملہ فہم، عاقل و کامل وزیر تھا اُس کو یقین ہو گیا کہ
حکمت خداوندی و تقدیر الٰہی کا تقاضا یہی ہے کہ سلطان فیروز شاہ تخت حکومت پر
بیٹھ کر دہلی کا مالک و فرماں روا ہو۔

خدا کی اس مشیت کو کون بدل سکتا ہے اور کس انسان و ملک میں یہ قدرت ہے
کہ فیروز شاہ کو نقصان پہنچائے۔

چونکہ خواجہ جہاں کی قسمت میں مرتبہ شہادت مقدر تھا تمام اسباب شہادت
خود بخود مہیا ہو گئے

خواجہ جہاں نے دل ہی دل میں اس معاملے میں غور کیا اور یہ طے کیا کہ میرا
فعل حکمت و صداقت سے بعید تھا اور چونکہ معاملے کی حقیقت بھی بالکل غلط ہے
میری کوشش سے اس کا درست ہونا مشکل ہے اس لئے بہتر یہی ہے کہ میں سلطان فیروز شاہ
کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی غلطی کا تدارک و تلافی کروں اس کے بعد جو منظور خدا ہے
اُس کے ظہور کا منتظر رہوں۔

مختصر یہ کہ قوام الملک کے پہنچنے کے روز دہلی سے روانہ ہوا تھا اور اُسی روز
منزل اسماعیل پور جو دہلی سے چوبیس کوس کے فاصلے پر آباد ہے فروکش ہوا۔

خواجہ جہاں جمعے کے روز دہلی سے روانہ ہو کر حوض علائی کے جوار میں مقیم ہوا
تمام ملک و امرا جو خواجہ جہاں کے رفیق و ہم خیال تھے حوض علائی کے قریب
اُس کی خدمت میں حاضر ہوئے، چنانچہ ملک حسن و ملک حسام الدین اُزبک وغیرہ
خواجہ جہاں کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن یہ امیر حیران تھے کہ خواجہ جہاں نے
کس قسم کا ارادہ کیا ہے۔

ان امرا نے اسی حیرانی کے عالم میں خواجہ جہاں سے دریافت کیا کہ آپ تو
فیروز شاہ سے ملاقات کا ارادہ رکھتے ہیں ہماری بابت کیا ارشاد ہوتا ہے۔

خواجہ جہاں نے ان امرا کو جواب دیا کہ آپ حضرات کو بخوبی معلوم ہے کہ
پسر سلطان محمد کو بادشاہ تسلیم کرنے میں میری کوئی ذاتی غرض نہ تھی اس لئے کہ جہانبانی کا
مقام تاجداران عالم کا حق ہے اور وزارت کا منصب وزرا کے لئے مخصوص ہے۔

اگر تاجدار وزرا کے منصب کی اور وزرا بادشاہان عالم کے مرتبے کی

خواہش مت ارزو کریں تو قلیل ہی مدت میں ملک خراب و تباہ ہو جائے گا۔

مجھ کو یہ معلوم ہوا کہ سلطان محمد نے وفات پائی اور مغلوں نے لشکر کو تاخت و تاراج کیا اور اسی ہنگامے میں تاتار خاں اور فیروز شاہ غائب ہو گئے ہیں اس لئے میں نے ملک کا انتظام برقرار رکھنے اور رعایا کو مطمئن کرنے کے لئے غلط راہ اختیار کی جس میں مجھ سے سہو واقع ہو گیا۔

خلائق نے ہر جانب مخالف گفتگو شروع کی ورنہ مجھ کو مرتبہ سلاطین سے کیا نسبت ہے۔

اس کے علاوہ سلطان محمد کے عہد حکومت میں میں نے فیروز شاہ کو پیشوا مقرر کیا تھا اور میرے تمام تعلقین بہ فیروز شاہ کے سامنے آتے تھے۔

فیروز شاہ خود بھی مجھ کو پدر مہربان کہتا اور خیال کرتا تھا لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اب خدا کی کیا مشیت ہے اور پردہ غیب سے کیا ظاہر ہونے والا ہے۔

تم سب میرے ہمراہ رہو اور مجھ سے جدائی نہ اختیار کرو۔

میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ فیروز شاہ کی فطرت بے حد نیک ہے اور وہ میرے معروضے کے مطابق تم سب کو امان دے گا۔

خواجہ جہاں نے یہ راز نہاں اپنے رفقا سے ظاہر کیا اور ہر شخص خواجہ جہاں کی اس نرمی پر رویا۔ اس زمانے میں خواجہ جہاں کی عمر اسی سے متجاوز ہو چکی تھی اور یہ امیر پیر معمر ہو گیا تھا۔

خواجہ جہاں نے حلق سر کرایا تھا اور حضرت نظام الدین محبوب الٰہی کا مرید ہو چکا تھا۔

مختصر یہ کہ ان امرا نے خواجہ جہاں کی عذر انگیز گفتگو سن کر عرض کیا کہ اگر آپ حکم دیں تو ہم بھی اپنی رائے ناقص کا اظہار کریں۔

خواجہ جہاں نے ان امرا کو گفتگو کی اجازت دی اور امیروں نے عرض کیا آئین ملکی و قواعد جہانداری میں پدری و پسری کے تعلقات کو مطلقاً دخل نہیں ہے اور کسی شخص کی غلطی اور اس کا سہو اس کے حق میں مفید نہیں ہو سکتا اس لئے کہ بادشاہوں کے طور روش کے خلاف ہے۔

فیروز شاہ اگرچہ نیک فطرت ہے لیکن یقین ہے کہ وہ اس معاملے میں روشِ سلاطین
کے خلاف نہ کرے گا۔

خواجہ جہاں نے کہا کہ اگر میں واپس چلا جاؤں اور حصار دہلی میں پناہ اختیار کروں تو
ممکن ہے کہ فیروز شاہی لشکر قلعے کا محاصرہ کر کے حصار پر قبضہ کرے اور مسلمانوں کی
عورات بے پردہ نشین نااہل افراد کے ہاتھوں میں گرفتار ہو کر بے عزت ہوں اور میں اس
پیرانہ سالی میں قیامت میں جواب دہ ہوں۔

آخر غور کر رہا ہوں کب تک زندہ رہوں گا میں ہر مصیبت کو برداشت کرنے کے لیے
تیار ہوں اور خدا کی مرضی کا پابند ہوں جو اس کا حکم ہے وہی ہوگا۔

ان امرا کو معلوم ہو گیا کہ خواجہ جہاں ضرور فیروز شاہ کے حضور میں حاضر ہوگا۔
امرا میں بعض افراد تو خواجہ جہاں کے ہمراہ در دربار فیروز شاہ سے جا ملے
اور بعض خواجہ جہاں سے علیحدہ ہو کر تنہا بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو گئے۔

مختصر یہ کہ قوام الملک فتح آباد میں سلطان فیروز شاہ سے جا ملا اور خواجہ جہاں
دھانسور کی منزل میں جو آگرہ سے قریب ہے۔ دوسرے روز قوام الملک سے متصل
خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔

راویانِ معتبر نے بندہ ضعیف شمس سراج عفیف سے روایت کی ہے
اور بیان کیا ہے کہ فیروز شاہ نے نماز ظہر کے وقت دربار عام کیا۔
بادشاہ ایک صندلی پر بیٹھا اور رسوم جہانداری کے موافق تمام ارکان دولت
حاضر ہوئے۔

خواجہ جہاں نے زنجیر آہنی گردن میں آویزاں کی اور دستار اپنے سر سے
اتار کر ایک ٹوپی پہنی اور تیغ برہنہ گردن سے باندھ کر پردہ شاہی کے متصل بائیں مقام پر
استادہ ہوا۔

نماز ظہر کے وقت سراپردہ بادشاہ کا اٹھایا گیا اور ایک حاجب کی وساطت سے وہ مرا
آداب بجا لائے بادشاہ کی نظر خواجہ جہاں پر پڑی اور فیروز شاہ نے اسی وقت فرمایا کہ
خواجہ جہاں سے دریافت کیا جائے کہ اس نے اپنی گردن میں زنجیر کیوں آویزاں کی ہے
خواجہ جہاں نے تخت کے روبرو حاضر ہو کر یہ شعر عرض کیا۔

باز آمدہ ام چو خونیاں بر در شاہ　　اینک سر و تیغ آنچہ باید آں کن

فیروز شاہ نے صمیم اخلاص کو رعاد کیا اور ان افراد نے بادشاہ کے حکم سے خواجۂ جہاں کے سر پر پگڑی باندھی اور کہا کہ بادشاہ کا ارشاد ہے کہ مجھ کو ہرگز تمہاری ذات والا صفات سے بدگمانی نہیں ہے۔

بادشاہ نے اسی وقت سواری خاصہ کا زرین چنڈول روانہ کیا اور اپنی نوازش کا اس طرح اظہار کیا اور یہ حکم نافذ فرمایا کہ خواجۂ جہاں کو اس چنڈول پر سوار کر کے اور ایک خیمہ و چند سراپردہ شاہی نصب کر کے خواجۂ جہاں کو اس خیمے میں مقیم کرائیں۔

فیروز شاہ نے خواجۂ جہاں کو پیغام دیا کہ میں اس خیمے میں ملاقات کے لئے آتا ہوں۔

غرضکہ خواجہ چنڈول میں سوار ہو کر اس خیمے میں مقیم ہوا۔

واضح ہو کہ خدا کی امداد و اعانت سے فیروز شاہ کے حق میں حضرت شیخ قطب الدین منور رحمۃ اللہ علیہ کی بشارت درست ہوئی اور جیسا کہ حضرت شیخ نے فرمایا تھا کہ دہلی اس مقام پر دست بدست حاضر ہو گی وہی ہوا اور بعین راہ میں فیروز شاہ دہلی پر قابض ہو گیا۔

دسواں مقدمہ

فیروز شاہی اہل دربار کی خواجۂ جہاں کے متعلق رائے و مشورہ

نقل ہے کہ فیروز شاہ کا ارادہ تھا کہ خواجۂ جہاں کو کسی قسم کی مضرت نہ پہنچائے اور اس کو عہدۂ قدیم یعنی مرتبۂ وزارت پر فائز فرمائے۔

فیروز شاہ نے خیال فرمایا کہ فرقۂ وزراء اور دیگر اہل دربار کا قاعدہ ہے کہ عمال کو تکالیف پہنچاتے ہیں اور مال جمع کرنے کے لئے بہت سعی و کوشش فرماتے ہیں۔

خواجۂ جہاں کی رائے غلط ثابت ہوئی لیکن آخر کار اس نے صمیم قلب سے ندامت ظاہر کی اور عفو تقصیر کی درخواست کی اب اس کا تصور ہوا فکر نامناسب ہے اور اس کو

مرتبہ وزارت عطا کرنا قرین انصاف ہے۔

اس موقع پر بادشاہ دین پناہ نے حضرات صوفیہ کے مسلک پر عمل کرنا مناسب خیال کیا اور ارادہ کر لیا کہ خواجہ جہاں کا قصور معاف فرما دے۔

اہل دربار کو فیروز شاہ کے ارادے سے اطلاع ہوئی اور معلوم ہو گیا کہ خواجہ جہاں کے معاملے میں کرم و رحم شاہانہ سے کام لے کر اس کے گناہ کو معاف فرمائے۔

تمام خانان عظیم الشان و ملوک ایک مقام پر جمع ہوئے اور انھوں نے باہم مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ ملکی معاملات میں غدر کرنا گناہ عظیم ہے اور ایسے گناہ کی سزا دینا واجب ہے۔

اس قسم کے گناہ کو معاف کرنا پشیمانی و ندامت کا سبب ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان کو اصل عظیم الشان مضرت برداشت کرنی پڑتی ہے

ان امرا نے یہ بھی طے کیا کہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر براہ راست اپنے ارادے سے مطلع کریں۔

غرضکہ یہ امرا مجلس مشورہ سے اٹھ کر بادشاہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عماد الملک کو فیروز شاہ کی خدمت میں روانہ کیا۔

عماد الملک نے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ تمام ملوک و امرا در دولت پر حاضر ہیں۔ یہ گروہ کچھ عرض کرنا چاہتا ہے۔

فیروز شاہ نے اپنے انوار بصیرت سے دریافت کر لیا کہ امیروں کے قلوب میں مخالفت کی آگ بھڑک اٹھی ہے اور یہ گروہ میرے طرز حکومت سے برداشتہ خاطر ہو گیا ہے۔

بادشاہ نے امرا کو حاضر ہونے کا حکم دیا اور اعیان ملک حاضر ہوئے اور سر زمین پر رکھ کر عرض کیا۔

اس موقع پر شمس عفیف نے بعض معتبر اشخاص سے بیان کیا کہ امرا کو دیکھ کر بادشاہ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا۔ غرضیکہ امیروں نے مخلصانہ الفاظ زبان سے نکالے اور بادشاہ سے عرض کیا کہ خدا کی عنایت و مہربانی سے دہلی فتح ہو گئی اور خواجہ جہاں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو گیا۔

ان واقعات سے رعایا کے قلوب کو اطمینان حاصل ہو گیا اور رنج و غم

قطعاً قلب سے دور ہوا اور بندگانِ درگاہ کو یکسوئی حاصل ہو گئی ہے۔

ہر مسلم پر تمام عمر میں ایک بار حج کرنا فرض ہے اگر بادشاہ ارشاد فرمائیں تو ہم بندگانِ درگاہ خانۂ کعبہ میں حاضر ہو کر سعادتِ حج حاصل کریں۔

فیروز شاہ امرا کے ارادے سے واقف ہوا اور اس نے مناسب الفاظ میں تقریر کی۔

بادشاہ نے فرمایا کہ اگر کسی اہلِ قلم سے قصور سرزد ہو تو سلاطین باوفا کو اس کی تقصیر معاف کرنی چاہیے جیسا کہ فرمانروایانِ قدیم کے حالات میں مرقوم ہے۔

امیروں نے اس موقع پر بادشاہ سے عرض کیا کہ سلاطین کے ماتحت افراد کے گناہ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک صغیرہ اور دوسرے کبیرہ۔

بادشاہ گناہ صغیرہ معاف کر سکتے ہیں لیکن گناہ کبیرہ کو معاف کرنا مناسب نہیں ہے اس لیے کہ ایسے گناہوں کے معاف کرنے سے آخر کار ندامت و پشیمانی ہوتی ہے خاص کر خواجہ جہاں ایسے افراد کے معاملے میں اس گناہ کو معاف کرنا ہرگز زیبا نہیں ہے۔

ظاہر ہے کہ اس امیر نے ایک بچے کو فرماں روا تسلیم کیا اور خزانۂ نقد و دولت رعایا کو تقسیم کی اور جب روپیہ باقی نہ رہا تو زرِ نقد کے عوض جواہرات و دیگر الماس ادا کیے اور اس طرح تمام خزانہ خالی کر دیا۔

آخر میں جب اس امیر نے دیکھا کہ تمام خلقتِ خدا بادشاہِ عالم کی مطیع و بہی خواہ ہو گئی ہے اور ہر فرد نے حضرت کو اپنا مالک و آقا تسلیم کر لیا تب خواجہ جہاں نے دیگر وزرا کے طریقہ کار پر عمل کیا۔ حضرت کو معلوم ہے کہ اگر خدا نخواستہ ہمارا پلہ بھاری نہ ہوتا تو خواجہ جہاں دستورانِ پیشین کی طرح غدر کرتا یا ظاہر و باطن ہر طریقے پر ہمارا کام تمام کر دیتا اور ہم میں سے ایک شخص کو بھی زندہ نہ چھوڑتا۔

امیروں نے اس تقریر کے بعد فیروز شاہ سے عرض کیا کہ ہماری عقل ناقص میں جو آیا ہم نے عرض کر دیا آئندہ جیسی رائے عالی ہو۔

فیروز شاہ کو معلوم ہو گیا کہ تمام امرا اپنی ذاتی فراست و دانشمندی کی وجہ سے خواجہ جہاں کی ہلاکت کے درپے ہیں اور امرا کو قتل کرنے کے تمام امرا

متعلق معروضہ پیش کر رہے ہیں۔

فیروز شاہ کا رنگ اس فکر و اندیشہ سے زرد ہو گیا اور چند روز اسی رنج و غم میں بسر کیے اور بادشاہ روز انتہائی غور و فکر میں بسر کرتا رہا۔

غرضیکہ چند روز غور و فکر کے بعد بادشاہ نے عماد الملک کو خلوت میں طلب کر کے رازِ نہاں سے اس کو آگاہ کیا اور فرمایا کہ امراء سے جا کر کہو کہ خواجہ جہاں کے معاملے کو میں نے تمہارے سپرد کر دیا جو تم مناسب خیال کرو اسی پر عمل کرو میں نے اس امر سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔

بادشاہ نے امراء سے یہ گفتگو کی اور خواجہ جہاں پر بدستور مہربانی و شفقت کرنے لگا۔

غرضیکہ فیروز شاہ اور امراء میں یہ گفتگو ہوئی اور بادشاہ نے خواجہ جہاں کا معاملہ انہی کے حوالے کر دیا۔

مختصر یہ کہ تمام امیر دل و جان سے متفق ہو گئے۔

امراء نے بادشاہ کی طرف سے خواجہ جہاں کو یہ پیغام دیا کہ تم اب ضعیف و بوڑھے ہو گئے ہو میں سامانہ تمہاری جاگیر میں عطا کرتا ہوں تم اپنی جاگیر کو جاؤ اور وہیں یادِ الٰہی میں زندگی کے بقیہ روز تمام کرو۔

پروردگار کی مشیت کے بھی عجیب اسرار ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو تقرب و سعادت کی برکات سے مستفید فرماتا ہے تو بلا مشقت و محنت اس کے لیے تمام اسبابِ نعمت موجود ہو جاتے ہیں۔

خدائے کریم نے خواجہ جہاں کو تمام دینی و دنیوی نعمتوں سے بہرہ اندوز فرمایا تھا اب آخر عمر میں اس کو سعادتِ شہادت بھی نصیب فرمائی۔

مؤرخ عفیف اس حادثے کے بیان کے ضمن میں چند سطریں مرتبۂ شہادت کی بلندی و عظمت کے بارے میں معرضِ تحریر میں لاتا ہے تاکہ ناظرین اس مرتبے کی برکات سے بخوبی آگاہ ہو جائیں۔

غرضیکہ خواجہ جہاں سامانہ روانہ کیا گیا اور اس امیر نے ہنوز چند منزل راہ طے کی تھی کہ شیر خاں بھی اس مقام پر آیا شیر خاں نے خواجہ جہاں سے ملاقات کی

اور ایک دوسرے مقام پر فروکش ہوا۔

ان واقعات کی اطلاع خواجہ جہاں کو ہوئی اور اس کو اطلاع دی گئی کہ شیر خاں آپ کے لیے فرمان رحمت لایا ہے اور یقین ہے کہ آپ کو واپس لے جائے گا۔

خواجہ جہاں نے جواب دیا کہ شیر خاں فرمان کرم لے کر نہیں حاضر ہوا ہے بلکہ وہ میری ہلاکت کا مژدہ لایا ہے۔ اگر میرے حق میں فرمان رحم صادر ہوتا تو شیر خاں کی مجال نہ تھی کہ بغیر مجھ سے ملاقات کیے ہوئے دوسرے مقام پر فروکش ہو۔

شیر خاں کی اس ادا سے یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ اس کے پاس فرمان رحم وکرم نہیں ہے۔

سبحان اللہ اس وزیر خوش تدبیر کی عقل و فراست کا کیا کہنا جس نے محض قرائن سے اصل حقیقت کا پتا لگا لیا مختصر یہ کہ روز دیگر خواجہ جہاں نے شیر خاں سے چند سراپچے طلب کیے اور اپنے ملازمین کو حکم دیا کہ اس سراپردے کو صحرا میں نصب کریں اور صحن کو صاف و ہموار بنا دیں۔

خواجہ جہاں اس مقام پر لایا گیا اور اس امیر نے پریشانی کے عالم میں پانی طلب کیا۔

خواجہ جہاں نے دوبارہ وضو کیا اور حضرت شیخ الاسلام شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی کلاہ سر پر رکھی اور حضرت کی دستار مبارک باندھ کر شمشیر زنی کی طرف متوجہ ہوا اور اس سے کہا کہ تمھاری تلوار تیز ہے۔

خواجہ جہاں کا ایک دست گرفتہ موجود تھا۔ اس امیر نے اپنے مصاحب کو وضو کرنے کا حکم دیا اور فرمائش کی کہ دوگانہ نماز ادا کر کے تیغ رانی کرے۔

یہ مصاحب نماز سے فارغ ہوا اور خواجہ جہاں نے سجدے میں سر جھکا لیا۔ اس امیر نے رنج انگیز لہجے میں کلمہ طیبہ پڑھا اور اس مصاحب نے تلوار گلے پر پھیری اور اسی دم سر تن سے جدا ہو گیا۔

سبحان اللہ کیا مقام عبرت ہے جس کا سبق انگیز منظر یہ روزگار عالم دنیا میں ظاہر فرما رہا ہے۔

اہل اسلام و ایمان کا فریضہ ہے کہ ان واقعات سے عبرت حاصل کر کے طلب آخرت میں سعی و کوشش کریں۔

گیارھواں مقدمہ

فیروز شاہ کا شہر ہانسی میں ورود

نقل ہے کہ پروردگار کے لطف و کرم سے بادشاہ کو فتح دہلی کی طرف سے اطمینان حاصل ہوا اور بادشاہ جاہ و جلال رفعت و سعادت کے ہمراہ اگروہہ سے شہر کو روانہ ہوا۔ فیروز شاہ چند منزل طے کر کے ہانسی پہنچا اور حدود شہر میں قیام اختیار کیا۔

معتبر و راست گفتار راویوں نے مورخ عفیف سے بیان کیا ہے کہ جمعے کے روز بعد نماز جمعہ فیروز شاہ نے حضرت قطب الدین منور سے ملاقات کرنے کا ارادہ کیا۔

بادشاہ حصار میں داخل ہوا اور اس وقت حضرت شیخ نماز جمعہ کے لئے خانقاہ سے باہر تشریف لائے تھے اور اپنی خانقاہ کے دروازے پر استادہ تھے۔

فیروز شاہ حضرت کی خانقاہ میں پہنچا۔

حضرت شیخ نے اس وقت اپنے جد امجد حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی کا جبہ مبارک زیب تن فرمایا تھا اور جد بزرگوار کی شان فقر میں جلوہ نما تھے۔

واضح ہو کہ یہ جبہ مبارک وہی کپڑا تھا جو حضرت کے بدن مبارک پر تھا۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہ حضرت قطب الدین کی ملاقات کو حاضر ہوا اس وقت خان جہاں بادشاہ کے ہمرکاب تھا۔

بادشاہ و دیگر امراء نے حضرت شیخ سے مصافحہ کیا۔

حضرت شیخ نے مصافحے کے بعد فیروز شاہ سے فرمایا کہ فقیر نماز جمعہ کی نیت سے خانقاہ سے باہر آیا تھا لیکن بادشاہ کو تشریف لاتے دیکھ کر حیران ہوں کہ اب کیونکر اپنے مکان کو واپس ہوں۔

اس تقریر کا مقصد یہ تھا کہ سلاطین کو قبل نماز جمعہ فقراء کی ملاقات کو نہ آنا چاہیے۔

اس کے بعد حضرت شیخ منور رحمۃ اللہ علیہ نے چند کلمے بطور وعظ و نصیحت کے فرمائے۔

ایک امر یہ تھا کہ حضرت شیخ نے بادشاہ سے فرمایا کہ دعا گو نے سنا ہے کہ بادشاہ کو بادہ خواری سے بے حد شوق ہے اور اس شغل کی وجہ سے اہل حاجت کی کاربراری میں رخنہ پڑتا ہے۔

ظاہر ہے کہ پروردگار عالم نے چند مسلمانوں کے حقوق کا آپ کو محافظ مقرر کیا ہے۔

مسلمان جو ہمیشہ پریشان خاطر رہتے ہیں ان کے حال سے غافل رہنا مصلحت و دوراندیشی سے بعید ہے۔

فیروز شاہ نے فرمایا کہ انشاء اللہ اب میں شغل میکشی نہ کروں گا۔

حضرت شیخ نے جواب دیا الحمد للہ علی ذالک۔

دوسری نصیحت یہ تھی کہ حضرت شیخ نے فرمایا کہ دعا گو نے سنا ہے کہ بادشاہ صید افگنی کے حد سے زیادہ شائق و حریص ہیں۔

شکار کے لئے ایک عالم کو پریشان و سرگرداں کرنا اچھا مشغلہ نہیں ہے اور ایک بے زبان جاندار کو بلا کسی ضرورت کے ہیجان کرنا زیبا نہیں ہے۔

شکار اسی قدر کرنا جائز ہے جس قدر کہ ضرورت ہو بے حاجت جانوروں کو شکار کرنا مصلحت نہیں ہے۔

اس موقع پر فیروز شاہ نے فرمایا کہ حضرت شیخ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو اس مشغلے سے باز رکھے۔

حضرت شیخ نے بادشاہ کے جواب میں فرمایا کہ سبحان اللہ ہماری دعا کا منکر ہو۔ اور اس کے بعد بلند معنی کلمات فرمائے۔

حضرت شیخ نے مکرر یہ فرمایا کہ ہماری دعا کا منکر یہ نہیں کہتا کہ میں نے توبہ کر لی ہے۔

فیروز شاہ اس مقام سے واپس ہوا اور حضرت شیخ مسجد میں داخل ہوئے۔
بادشاہ لشکر گاہ کو واپس آیا اور نماز جمعہ کے لئے حصار شہر کی مسجد میں
داخل ہوا۔

فیروز شاہ ملوک خانے میں بیٹھا اور حضرت شیخ علائی مقام پر رونق افروز
ہوئے جو حضرت کے اسلاف کرام کے لئے ہمیشہ کے لئے مخصوص ہے۔

بادشاہ نے ملوک خانے سے حضرت کو دیکھا اور بادشاہ نے ایک استر کا
لبادہ جس میں سیاہ و لال دھاریاں تھیں حضرت کے لئے بطور تحفہ روانہ کیا۔

اس زمانے میں حضرت کے فرزند رشید شیخ الاسلام قطب الانام
برگزیدہ حضرت علامہ شیخ نور الحق والشرع والدین اس مورخ ضعیف کے
پیر و مرشد نے اپنے پدر بزرگوار سے عرض کیا کہ بادشاہ نے حضرت کے لئے
ایک لبادہ روانہ کیا ہے۔

جناب شیخ نے دریافت کیا کہ لبادے کا کپڑا شرعاً مباح ہے یا حرام؟
اور آپ سے عرض کیا گیا کہ کپڑا غیر شرعی ہے جناب شیخ نے فرمایا کہ خدا کی پناہ
اگر اس کپڑے کا پہننا حرام ہے تو یہ لبادہ فقیر کے کس کام کا ہے۔

حضرت شیخ موقر نماز سے فارغ ہو کر واپس ہوئے اور حضرت بندگی نور الحق
کو یہ خیال پیدا ہوا کہ کہیں یہ فعل بادشاہ کو ناگوار نہ ہو۔

حضرت بندگی نور الحق نے دو اشخاص کو لبادے کی ہر دو آستین
ہاتھ میں لے کر جب تک کہ جناب شیخ مسجد سے باہر آئیں حضرت شیخ کے عقب میں
راہ طے کریں اس لئے کہ بادشاہ ملوک خانے سے یہ سب دیکھ رہا تھا۔

یہ اشخاص لبادہ ہاتھ میں لے کر حضرت شیخ موقر کے عقب میں روانہ
اور بادشاہ اس منظر کو دیکھتے ہی اپنے ملازمین روانہ کئے اور الفاظ معذرت میں
پیغام دیا۔

بادشاہ نے مخدوم زادے کو پیغام دیا کہ اگر حضرت شیخ لبادے کو غیر شرعی
خیال فرما کر اس کے پہننے سے انکار فرماتے ہیں تو ان کو تکلیف دینے کی ضرورت
نہیں ہے۔

یہ حضرات دین کے بادشاہ ہیں بغیر مشروع لباس کیونکر ہو سکتے ہیں۔
سبحان اللہ ہانسی میں کس قدر پاکیزہ نفوس بزرگان دین اور اُن کی اولاد امجاد آرام فرما ہیں جن کے قدوم کی برکت سے خلائق شہر ظالموں کی غارت گری سے محفوظ ہے۔ اگر خدا نے چاہا تو اہل ہانسی کے اس آفت سے محفوظ رہنے کی تفصیل مناسب موقع پر معرض تحریر میں آئے گی اس لئے کہ مؤلف ضعیف نے اس تاریخ کی تالیف میں ایک مقصد یہ بھی ملحوظ رکھا ہے۔

بارھواں مقدمہ

شیخ نصیر الدین و شیخ قطب الدین کا ہانسی میں باہم ملاقات کرنا

نقل ہے کہ سلطان محمد تغلق حضرت شیخ نصیر الدین محمود کو اپنے ہمراہ ٹھٹھہ لے گیا تھا۔ سلطان محمد نے ٹھٹھہ میں وفات پائی اور فیروز شاہ اُن کی جگہ تخت حکومت پر متمکن ہوا اور حضرت چراغ دہلی بادشاہ کے ہمراہ واپس ہوئے۔
حضرت شیخ نصیر الدین ہانسی پہنچے اور بندگی شیخ قطب الدین منور سے ملاقات کرنے اُن کی خانقاہ کو تشریف لے گئے۔
واضح ہو کہ یہ ہر دو بزرگوار حضرت شیخ الاسلام نظام الدین محبوب الٰہی کے مرید و خلیفہ ہیں اور ایک ہی روز حضرت شیخ نے ہر دو بزرگ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا ہے۔
منصب ارشاد عطا فرمانے کے بعد حضرت محبوب الٰہی نے ان ہر دو بزرگ سے فرمایا کہ تم دونوں مثل دینی بھائیوں اور نیک اندیش دوستوں کے بغلگیر ہونا چاہئے اور باہم نہایت محبت و الفت کے ساتھ زندگی بسر کرنی چاہیئے۔
پیر و مرشد کے فرمان کے مطابق ہر دو عظیم بزرگواروں نے برادران جانی و دوستان روحانی کی طرح اس عالم فانی میں سلوک کیا۔
ان ہر دو بزرگواروں کی محبت اس درجہ ترقی کر گئی تھی کہ اگر کوئی طالب ارادت

ہانسی کو جاتا اور حضرت شیخ قطب الدین منور کی خدمت میں حاضر ہوتا تو حضرت شیخ اس سے دریافت فرماتے کہ تم کو کس بزرگ سے ارادت ہے۔

اگر شخص عرض کرتا کہ میں شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کا مرید ہوں تو حضرت قطب الدین منور اس شخص سے فرماتے کہ آؤ اور میرے قریب بیٹھو اس لئے کہ تم میرے برادرزادے ہوا اور حضرت اس شخص پر بیحد نوازش و کرم فرماتے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص ہانسی سے دہلی حاضر ہوتا اور حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کی قدم بوسی کو حاضر ہوتا اور حضرت شیخ دریافت فرماتے کہ یہ شخص کس بزرگ سے ارادت رکھتا ہے اور وہ جواب میں عرض کرتا کہ حضرت شیخ قطب الدین منور کے حلقہ ارادت میں داخل ہے تو حضرت شیخ اس شخص پر بیحد عنایت فرماتے اور اس کو آغوش شفقت میں لے کر مہربانی فرماتے اور اس کو اپنی خانقاہ میں رہنے کی اجازت دیتے تھے۔

اگر یہ مورخ ضعیف جو بزرگان دین کا خادم و نقش بردار ہے ان ہر دو بزرگوار کے اتحاد و موافقت کو تفصیل سے گزارش کرے تو اس کے لئے ایک جداگانہ دفتر درکار ہوگا۔

مختصر یہ کہ ان ہر دو بزرگوار کا آخر وقت آ چکا تھا اس لئے حضرت شیخ نصیر الدین محمود ہانسی پہنچے تو حضرت قطب الدین منور کی ملاقات کو تشریف لے گئے۔

حضرت قطب الدین منور کو معلوم ہوا کہ شیخ نصیر الدین محمود خانقاہ کے روبرو آ گئے ہیں اور شیخ منور برہنہ پا دوڑے اور شیخ نصیر الدین سے ملاقات کی۔

ہر دو بزرگ باہم بغلگیر ہوئے اور شیخ قطب الدین نے اپنا ہاتھ حضرت نصیر الدین کے قدموں کی طرف بڑھایا اور حضرت نصیر الدین محمود نے شیخ قطب الدین منور کے قدم لینے کا ارادہ کیا۔

غرضکہ ایک لمحے تک ہر دو بزرگ تواضع میں مصروف ہوئے اور اس کے بعد بیحد محبت و اخلاص کے ساتھ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر خانقاہ میں تشریف لائے۔

ہر دو بزرگ ایک ہی مقام پر رونق افروز ہوئے اور اپنے پیر و مرشد حضرت نظام الدین محبوب الٰہی کو یاد کر کے بیحد روئے۔

اس کے بعد خوب مست قوال پہنچ گئے اور ہر دو بزرگوار سماع میں مشغول ہو گئے۔
چند روز ہر دو بزرگ مجلس سماع میں تشریف فرما رہے اور حقیقت یہ ہے کہ

صفحہ ۵۸

ان بزرگوں کی طرح مجلس سماع میں کم کسی شخص کو یہ مراتب عالیہ عطا ہوئے ہوں گے۔
اس معاملے میں حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی حضرت قطب الدین منور کے
جدِ امجد نے فرمایا ہے۔

بر تارک دل سماع چوں تاج بود　　　بر روشن دل چراغ وہاج بود

غرضکہ ہر دو بزرگوار سماع سے فارغ ہوئے اور عالم سکر سے مقام صحو میں
نزول فرمایا۔
ظاہر ہے کہ علمائے شریعت و بزرگان طریقت میں سماع کے مسئلے میں بہت
اختلاف ہے لیکن صحیح قول یہی ہے جس پر سب کو اتفاق ہے کہ السماع مباح لاھلہ
لیکن مرتبۂ اہلیت میں بھی علما کے درمیان اختلاف ہے۔
حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی فرماتے ہیں۔

تا حکم سماع را بدانی درحال　　　در حضرت جمال الدین گفت جمال
ارباب نفوس را حرام است حرام　　　ارباب قلوب را حلال است حلال

سماع سے فارغ ہونے کے بعد نماز عصر کا وقت آیا اور اذان کی آواز بلند ہوئی۔

صفحہ ۵۹

عصر کی سنت نماز سے فارغ ہو کر حضرت شیخ قطب الدین منور نے جو
اہل کشف و ولایت تھے طالب بخت یعنی شیخ نصیر الدین محمود کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ
آپ کو امامت نماز کرنی چاہیے۔
حضرت شیخ نصیر الدین نے جناب قطب کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ امامت آپ کو
زیبا ہے۔
غرضکہ قلیل مدت تک ان ہر دو بزرگوں میں امامت نماز کے لئے لطیف
گفتگو ہوئی اور اس کے بعد حضرت نصیر الدین چراغ دہلی نے فرمایا کہ اگرچہ ہمارے
پیر و مرشد حضرت نظام الدین محبوب الٰہی نے ہم ہر دو برادران طریقت کو ایک ہی روز
خرقۂ خلافت عطا فرمایا ہے لیکن آپ کو چاشت کے وقت خلافت عطا کی اور مجھ کو
ظہر کے وقت اس شرف سے سرفراز فرمایا۔

چونکہ حضرت شیخ نے خود خرقۂ خلافت عطا فرمانے میں ایک قسم کا فرق مراتب پیدا فرما دیا ہے اس لئے امامت کے لئے آپ ہی کو سبقت کرنی چاہیئے۔

حضرت شیخ نصیر الدین نے یہ فرمایا اور پیر و مرشد کے حوالے سے گفتگو فرمائی اس لئے شیخ قطب الدین منور امامت کے لئے آگے بڑھے۔ سبحان اللہ کیا مبارک وقت تھا جب یہ ہر دو عارفان حق ایک جا جمع ہوئے گویا فرش زمین پر قران السعدین ہوا تھا۔ ادائے نماز کے بعد دونوں بزرگ جدا ہوئے اور وداع آخری کرکے اپنے مقام عبادت گاہ کو واپس آئے اور وہیں آرام فرما ہوئے۔

صفحہ ۵۰۰

غرضکہ چند روز کے بعد ان بزرگان دین نے رحلت فرمائی۔

اول حضرت شیخ نصیر الدین محمود رحمتہ اللہ علیہ نے اٹھارہ رمضان المبارک کو رحلت فرمائی اور اس کے بعد حضرت قطب الدین منور نے اٹھائیس ذی قعدہ کو روضۂ رضوان کی راہ لی۔

ہر دو بزرگان دین کے وصال میں صرف دو ماہ چند روز کا فرق رہا۔

ظاہر ہے کہ تمام عالم طلب دنیا میں عمر بسر کرتا ہے یا طلب آخرت میں لیکن اہل محبت طالب دوست ہیں اور اس سعی و کوشش میں جان دیتے اور سر فروشی کرتے ہیں۔ لیکن باوجود قرب معنوی شدید کے اپنی ذاتی استعداد و قابلیت پر لحاظ کرکے ہر وقت ان کے دل دوست کی ملاقات و وصال سے ناامید رہتے ہیں۔

مؤرخ ضعیف ان بزرگان دین کے حالات لکھ کر اپنے اصل مقصد کی طرف توجہ کرتا ہے۔

تیرھواں مقدمہ

فیروز شاہ کا دہلی پہنچنا

صفحہ ۵۰۰

فیروز شاہ دہلی وارد ہوا اور شہر میں ہر طرف طبل شادیانہ بجے اور تمام شہر آراستہ کیا گیا اور ہر قسم کے نفیس و لطیف کپڑے آویزاں ہوئے اور قبے بنائے گئے۔

غرضکہ تمام شہر آئین شاہی کے مطابق آراستہ کیا گیا۔

معتبر روایت یہ ہے کہ تمام شہر میں چھ قبے بنائے گئے تھے اس لئے کہ شہر فیروز آباد اس وقت تک آباد رہا ہوا تھا۔ ہر قبے کے نیچے ایک روز مجلس جشن منعقد رہی اور ہر قبے پر ایک لاکھ تنکے صرف ہوئے۔

مجلس جشن عام تھی اور طعام و شربت و پھول بے حد کثرت کے ساتھ مہیا اور ہر شخص کے لئے عام تھے۔ تمام شہروں سے خلائق جشنوں کو دیکھنے جمع ہوئی۔

ایام جشن میں جو شخص تماشے کے لئے وہاں آتا تھا اس پر شاہی نوازش ہوتی تھی۔ بادشاہ کا حکم تھا کہ ہر تماشائی اپنی خواہش کے مطابق خوان نعمت سے سرفراز کیا جائے۔

قبے لکڑی کے بنائے گئے تھے جو بے حد بلند تھے اور جن کی پوشش کڑیوں کی تھی۔ قبوں میں نرم و ہر رنگ کے کپڑے لپیٹے گئے تھے اور ہر قبے کے نیچے مجلس رقص و سرود گرم تھی۔

فرشتگاں فیروز شاہ کے عہد سعادت میں اکیس روز تمام خلائق شہر نے عیش و نشاط میں بسر کیا۔ صفحہ ۹۰

سبحان اللہ یہ فرمانروا بھی کس قدر مقبول و برگزیدہ الٰہی تھا کہ اس کے عہد حکومت میں عالم میں اس درجہ خوشی و خرمی کا دور دورہ ہوا۔

غرضکہ فیروز شاہ کے دہلی آنے سے اور تخت پر بامراد ہونے سے تمام خلقت خدا خوش و خرم ہوئی۔

ہر شخص عیش و نشاط کے تصرف میں تھا اور نشاط انگیز بادہ خوش گوار کا دور ہر مجلس میں چلنے لگا۔

تمام شہر میں خوشی و خرمی کا بول بالا ہوا اور ہر فرد مسرت و نشاط کے ترانے گانے لگا۔

چودھواں مقدمہ

فیروز شاہ کا اہل دہلی کو انعام و اکرام سے سرفراز کرنا

صفحہ ۹۰

روایت ہے کہ فیروز شاہ ساعت سعید و یوم مبارک میں شہر دہلی میں داخل ہوا۔

بادشاہ نے اپنے دست کرم سے تمام مخلوق کو انعام و اکرام سے سرفراز فرمایا۔ خلائق دہلی جو قحط و وبائی وجہ سے بیحد پریشان ہو چکے تھے اور قلت و یا رسد کی کمی سے بے انتہا تکلیف و مصیبت کے عالم میں تھے بادشاہ کی اس داد و دہش سے قطعاً مطمئن و مسرور ہو گئے۔

فیروز شاہ نے تمام عالم جس میں شریف و اعلیٰ طبقہ آزاد و غلام تمام اشخاص داخل ہیں ابر باراں کی طرح گوہر باری کی۔

تمام عالم بوستان بن گیا اور بادشاہ نے تمام صغیرہ و کبیرہ گناہ معاف فرمائے۔

بادشاہ نے ہر شخص کو اس کی التماس و خواہش سے زائد رقم عطا فرمائی اور حقیقت یہی ہے کہ اس قسم کے فعل کو عطائے جزیل کہتے ہیں۔

واضح ہو کہ عطائے جزیل اس انعام کو کہتے ہیں کہ جس شخص کو عطیہ عنایت ہو وہ اس کے اٹھانے سے عاجز ہو۔

صفحہ ۹۱

فیروز شاہ کے عطیے و احسان اس حد کو پہنچ گئے کہ جو رقم قدیم بادشاہوں کے عہد میں رعایا کے دوش پر بار تھی اس سے مخلوق قطعاً سبکدوش ہو گئی۔

جو محاصل کہ رعایا کے ذمے واجب الادا تھے فیروز شاہ نے وہ بھی معاف فرما دیئے اور رعیت پر بیحد نوازش فرمائی چنانچہ تمام رعیت و مخلوق نے رفاہ و آسودگی کے ساتھ زندگی بسر کی۔

فیروز شاہ نے گزشتہ افراد کے رسوم و قانون قطعاً منسوخ کر دیئے اور غریب و مسافر و مقیم ہر طبقہ آسودہ و خوشحال ہوا اور تمام جہاں میں از سر نو تازگی پیدا ہوئی۔

اس زمانے میں خواجہ فخر شاہ دلی محمد صدر اعیان ملک و وزیر تھا۔

صفحہ ۹۲

سلطان محمد نے اپنی حیات میں دولت آباد سے آنے کے بعد ممالک دہلی کو آباد کرنے کے لیے دو کروڑ مال بطور سوندھار خلائق دہلی کو عطا کئے تھے۔

اس عطیے کا مقصود یہ تھا کہ وہ قصبات و قریات جو قحط کے زمانے میں خراب و ویران ہو گئے ہیں آباد و معمور کئے جائیں۔

اس کی مفصل کیفیت مورخ ضعیف سلطان محمد کے حالات میں ہدیۂ ناظرین

کرچکا ہے لیکن وہ تمام مال رعایا کے پاس باقی تھا اس کے ساتھ خواجہ جہاں نے
سلطان محمد کی وفات کے بعد جدید قرار کئے اور اہل دہلی سرد لی کی طمع میں اس کے گرد
جمع ہو گئے۔

خواجہ جہاں نے بھی بیشمار جواہر و اموال اس خلق کو تقسیم کئے۔

یہ تمام جواہرات و رقم سود معاوضہ خواجہ فخر شادی کے دفتر میں مختلف جماعت
کے نام مندرج تھے۔

خواجہ فخر شادی نے یہ تمام رقوم خواہ نے سے برآمد کر کے فیروز شاہ کے حضور
میں پیش کیا۔

اس موقع پر بادشاہ کو تعجب ہوا اور اس نے خان جہاں یعنی قوام الملک سے
یہ راز بیان کیا۔

بادشاہ نے جواہر و رقم سود معاوضہ خان جہاں کو دے کر اس کی بابت سوال کیا کہ
آیا یہ چیزیں رعایا سے طلب کر لی جائیں؟ اس موقع پر قوام الملک نے کیا خوب جواب دیا
اور عرض کیا کہ جب ایک بادشاہ صاحب شوکت دنیا سے رحلت فرماتا ہے اور
اس کی بجائے دوسرا فرمانروا تخت حکومت پر جلوس کرتا ہے تو یہ جدید حکمران اپنی
عطا و کرم سے خاص و عام کو فیضیاب کرتا اور صغیرہ و کبیرہ گناہ خلق کے معاف فرماتا ہے

صفحہ ۹۲

اگر کوئی شخص کسی خیانت کی وجہ سے جلاوطن کر دیا جاتا ہے تو اس شخص کو بار دگر
وطن میں آنے کی اجازت دی جاتی ہے

اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ قدیم حکم منسوخ کر دئے گئے۔

چونکہ سلطان محمد نے مصلحت وقت کے لحاظ سے وجہ سود معاوضہ یہ مال
خلقت کو عطا کیا اور خواجہ جہاں نے محض اپنی ذاتی غرض کی بنا پر خلائق کو جو تقسیم کئے
ایسی حالت میں اس قسم کے مال کا رعایا سے طلب کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ ایسا
کرنے سے رعایا فقیر و بینوا ہو جائے گی اور گداگری کی وجہ سے ان کی گوشمالی ہو جائے گی
اور حد سے زیادہ حیرانی کی وجہ سے خانہ خراب ہو کر آوارہ وطن ہو جائیں گے۔

ان جواہرات و رقم میں سے ایک دانگ بھی بغیر ملامت و بدنامی کے حاصل
نہیں ہو سکتا۔

ایسی حالت میں اس وجاہر کے طلب کی اتباع کرنا مصلحت سے قطعاً بعید ہے۔

قوام الملک نے جس ناسمجھانے تحقیق کے بعد گفتگو بادشاہ کے روبرو کی امیر فیروز شاہ کو یہ تقریر سن کر قلبی مسرت حاصل ہوئی۔

قوام الملک نے یہ بھی عرض کیا کہ تمام دفاتر مسودہ دار وجاہر بے شمار بادشاہی دربار کے روبرو مخلوق کو بخش دیے جائیں اور یہ رقم معاف فرمائی جائے۔ تاکہ مخلوق کے قلب سے خوف و حزن دور ہو۔

سبحان اللہ کیا خوش کردار فرمانروا تھا اور کیسا خوش گفتار وزیر تھا۔

مختصر یہ کہ تمام دفاتر مال وجاہر بے شمار دربار شاہی کے روبرو خلائق کو معاف کیے گئے۔

اسی روز سلطان فیروز شاہ نے قوام الملک کو مسند عطا کی اور چتر کے عطیے سے سرفراز فرما کر وزیر کل مقرر کیا۔

فیروز شاہ نے محصول بندی کا آغاز کیا اور بندگی خواجہ حسام الدین جنیدی دفتر اشراف اس خدمت پر مامور ہوئے۔

بندگی مذکور نے چھ سال کامل میں تمام بلاد میں گشت لگائی اور محصول بندی کی خدمت انجام دی۔

فیروز شاہی چھ کروڑ پچھتر لاکھ تنکے تمام مملکت کی جمع قرار پائی۔

فیروز شاہ کے چالیس سالہ عہد حکومت میں دہلی کی جمع یہی برقرار رہی۔

پندرھواں مقدمہ

فیروز شاہ کا قاعدہ ہائے جدید نافذ کرنا

نقل ہے کہ فیروز شاہ نے خلقت کو بیشمار وجہ معاش عطا فرمائی اور اس فریضے کو انجام دینے کے لیے دست احسان اس قدر دراز کیا کہ تمام خلق خدا کو اطمینان نصیب ہوا۔

ایک عالم اس حسن سلوک کا بندہ ہو کر بادشاہ کے گرد جمع ہو گیا۔

صفحہ ۹

فیروز شاہ نے بعض اشخاص کو دس ہزار، بعض کو پانچ ہزار تنکہ اور بعض کو
دو ہزار ہر شخص کی حیثیت کے مطابق وظائف عطا فرمائے۔

بادشاہ نے تمام حشم و لشکر کو تنخواہ دار مقرر کیا۔

یہ وضع بھی خاص طور پر فیروز شاہ کے لئے مخصوص تھی جو ہندوستان میں
اس کے نام کو تازہ کرتی ہے اس لئے کہ قدیم سلاطین و فرمانروایان دہلی کے
عہد حکومت میں یہ قانون نہ تھا۔

کوئی موضع تنخواہ کی مد میں نہ دیا جاتا تھا اور اس راز سے کہ موضع کا عطا کرنا
رائج نہ تھا کسی شخص کو بھی آگاہ نہیں کیا جاتا تھا۔

معتبر راویوں نے اس مورخ عفیف سے یہ نقل بیان کی ہے کہ سلطان
علاءالدین نے بارہا اس معاملے میں یہ فرمایا ہے کہ تنخواہ کی مد میں مواضعات نہ
دینے چاہئیں اس لئے کہ ہر موضع میں تقریباً دو سو تین سو افراد آباد ہوتے ہیں
اور اس طرح یہ تمام افراد ایک وجہ دار کے ماتحت ہو جائیں گے۔

اگر اس قسم کے چند وجہ دار غرور و فسق و فجور کی وجہ سے ایک جا جمع
ہو جائیں اور کسی خیال پر متفق ہوں تو اندیشہ ہے کہ ان کے قلب میں فتنہ و فساد کا
خیال پیدا ہو جائے گا۔

یہی وجہ تھی کہ سلطان علاءالدین نے کسی فرد کو بھی تنخواہ میں موضع نہیں
عطا کیا بلکہ لشکر کو ہر سال خزانہ شاہی سے نقد تنخواہ عطا کی جاتی تھی۔

فیروز شاہ کا عہد حکومت آیا اور چونکہ یہ فرمانروا اولیاء اللہ میں داخل تھا
اس بادشاہ نے چالیس سال کامل ملک پر حکومت کی اور تمام خلقت کو اپنے انعام و احسان
سے شاد و مطمئن کیا۔

بادشاہ نے اس قسم کے تمام خطرات دل سے دور کر کے خدا کے رحم و کرم
پر تکیہ کیا اور مسلمانوں کے نفع رسانی کے لئے تمام قریات و قصبات لشکر کی تنخواہ میں
تقسیم کر دئے۔

چونکہ بادشاہ دل و جان سے خدا کا بندہ مقرب تھا اللہ تعالیٰ نے
چالیس سال کامل اس کے قصر دولت کو مستحکم و برقرار رکھا اور اس کے انوار سے

ملک روشن و منور ہوگیا۔

بادشاہ اس قاعدے کی بنا پر ملک کو اہلِ حشم میں تقسیم کر کے یہ دستور آئین مرتب کیا اور وعدہ کیا کہ اگر اہلِ حشم میں کوئی شخص فوت ہو تو اس کی وجہ معاش اس کے فرزند پر منتقل کیا جائے اور اگر اولادِ نرینہ نہ ہو تو داماد وارث ہو۔ اگر فرزند و داماد ہر دو موجود نہ ہوں تو میت کا غلام اس کا وارث تسلیم کیا جائے۔ اگر متوفی غلام بھی نہ رکھتا ہو تو اس کے دیگر اعزہ کو میراث پہنچے اور اگر یہ بھی نہ ہو تو عورات میت وارث قرار پائیں۔

ہر نوع فیروز شاہ کے چہل سالہ دورِ حکومت میں ہر شخص مطمئن و خوشحال رہا۔

کہتے ہیں کہ ایک روز جبکہ شیخ الاسلام شیخ بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ یعنی شیخ صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ بادشاہ کی مجلس میں تشریف فرما تھے اور وجہ معاش وغیرہ کا ذکر ہو رہا تھا۔

اس موقع پر حضرت شیخ نے فرمایا کہ رحلت کے وقت بندۂ مومن کے قلب پر دو رنج و الم طاری ہوتے ہیں، ایک اندوہ دینی اور دوسرا رنج دنیاوی۔

اندیشہ دینی سے یہ مراد ہے کہ آخر وقت بندۂ مومن اپنی فطری خصلت و کیفیت کے مطابق رنج و غم میں مبتلا ہوتا ہے کہ ایسے نازک وقت میں اس کو نجات کی بشارت ہوتی ہے یا عذابِ آخرت کی، اس لئے کہ کسی شخص کو حسنِ خاتمہ کی خبر نہیں ہے اور بجز انبیاء علیہم السلام و نیز عشرۂ مبشرہ کے کوئی فرد عصمت و ایمان کا مرتبہ نہیں رکھتا۔ دوسرا اندوہ جو بندۂ مومن کے قلب پر طاری ہوتا ہے وہ دنیاوی رنج و الم ہے۔

ہر شخص سکرات کے عالم میں اسی فکر و الم میں مبتلا ہوتا ہے کہ اس کے بعد اس کے زن و فرزند و خورد سال بچے کس عالم میں زندگی بسر کریں گے۔

جہاں پناہ نے جوابِ مجازی میں اپنے عہدِ سلطنت میں ہر مومن کو دنیاوی فکر و رنج سے نجات دے دی ہے یعنی یہ کہ بادشاہ نے یہ حکم صادر فرما دیا ہے کہ اہلِ حشم میں جو شخص وفات پائے اس کی وجہ معاش ورثا پر منتقل کر دی جائے جس کے معنی یہ ہیں کہ اس شخص کی مدد معاش ہر حال میں اس کے لئے برقرار رہے۔

صفحہ ۹۶

جہاں پناہ کا یہ فعل جدید معنی خیز و احسن ہے اور اس طریق میں مخلوق کے لئے
بے حد فوائد اور خود حضرت کے لئے بے شمار ثواب ہے اس لئے کہ جب جہاں پناہ
نے جو مخلوق کا درد دل رکھتے ہیں بندۂ مومن کے قلب کو دنیاوی رنج و غم سے نجات
دلوا دی تو پروردگار عالم جو خالق مطلق ہے اور جس کا رحم و کرم بے شمار و لا محدود ہے،
بندے کو دینی فکر سے بھی مطمئن فرما دے گا اور ایمان کی سلامتی کے ساتھ دارالسلام
میں جگہ دے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو ایمان نصیب کرے۔

غرضکہ جس روز کہ شیخ الاسلام نے الہام ربانی سے مستفید ہو کر بادشاہ دین پناہ
سے یہ تقریر فرمائی اور اس طرح کے نصائح کئے تو تمام حاضرین دربار نے
سر سجدہ ہو کر دعا مانگی۔

اس موقع پر خود فیروز شاہ نے چشم پُر آب ہو کر حضرت شیخ سے عرض کیا کہ
شیخ الاسلام آپ کو معلوم ہے کہ قدیم سلاطین نے صرف چند روز دنیا میں
حکمرانی کی اور اس کے بعد دنیا سے چل بسے ہم بھی ایک روز جہان فانی سے
سفر کر جائیں گے۔ بادشاہ نے یہ کہا اور مندرجہ ذیل شعر فرمایا۔

چوں بزم ما بجز خالی زما گردی | روزے دریں گلشن غم خانہ بسی

سولھواں مقدمہ

حضرت فیروز شاہ کا بحکم خدا رعیت پر نوازش کرنا

نقل ہے کہ فیروز شاہ کو خدا کی توفیق و امداد سے رعیت پروری میں بے حد
انہماک تھا۔ بادشاہ نے اس بات میں بے حد کوشش کی اس لئے کہ قدیم سلاطین
کے عہد میں بے شمار قوانین جاری تھے جن کی عدم خوبی سے تمام ممالک کی رعایا
اور خلقت خدا ہلاک و تباہ ہو رہی تھی۔

بعض معتبر راویوں نے مورخ عفیف سے بیان کیا ہے کہ قدیم سلاطین کے

عہد میں رعیت کے لئے یہ قاعدہ مقرر تھا کہ اگر ایک عامل رعایا کے لئے ایک
مادہ کا چھوڑ دیتا تھا تو دوسرا اس کو بھی ضبط کر لیتا تھا۔

سلطان فیروز شاہ نے اپنے عہد سعادت میں شریعت اسلام کو اپنا
صفحہ ۹۹ راہنما بنا کر رحم و کرم سے کام لیا اور تمام غیر مشروع امور کو قطعاً منسوخ کر دیا۔

بادشاہ نے جائز طور پر مال حاصل کرنے کی بھی کمی کر دی۔

فیروز شاہ نے دیوانی کے تمام مطالبات کے وصول کرنے میں یہ قاعدہ
جاری فرمایا کہ ایک تنکے کے عوض دو جیتل وصول کئے جائیں۔

اگر کوئی عامل بادشاہ کے مقرر کردہ محصول سے زیادہ وصول کرتا تو اس کا
شدید تدارک کیا جاتا تھا۔ اگر اسباب و اجناس وغیرہ کارخانوں میں خرید
کئے جاتے تھے تو انصاف و عدل کے قوانین کا لحاظ کر کے ان کی قیمت وہیں و کامل
ادا کی جاتی تھی۔

اہل بازار تمام خورد و بزرگ بے حد خوش تھے اور جس مقام پر بھی عمدہ
اسباب و نفیس اشیا موجود ہوتیں ان کو کارخانوں کے لئے فراہم کر لیتے تھے۔

اس کا مقصد یہ تھا کہ اگر نرخ میں بے اعتدالی پیدا ہو اور مال ایک ہی وقت میں
خریدار کے حوالے کریں تو ہر شخص مطمئن و شاد ہو۔

سلطان فیروز شاہ محض خدا کے خوف سے عمال پر تاکید کرتا تھا کہ کسی شخص پر
طمع و حرص کی وجہ سے جبر و ظلم نہ ہونے پائے۔ بادشاہ کی اس تاکید و حکم سے رعایا
کی تعداد میں اضافہ ہوا اور ہر شخص آسودہ و مطمئن ہو گیا

رعایائے سلطنت میں اس درجہ اضافہ ہوا اور آبادی میں اس قدر
ترقی ہوئی کہ ہر قطعہ اور ہر تلک اور ہر پرگنے میں ہر چار کوس پر ایک گاؤں آباد ہو گیا۔

رعایا کے مکان میں اس قدر غلہ و مال و اسپ و اسباب فراہم ہو گئے
کہ ان کی تفصیل حد بیان سے باہر ہے۔ ہر شخص کے پاس زر و نقرہ و اشیا جمع ہو گیا
صفحہ ۱۰۰ اور رعایا میں کسی شخص کی عورت بھی بغیر زیور کے نظر نہ آتی تھی۔

ہر رعایا کے مکان میں پاکیزہ بستر و عمدہ پلنگ و بیشمار اسباب راحت و مال
جمع ہو گیا۔ ہر شخص کے گھر مال و اسباب کا انبار ہوا اور تمام مملکت دہلی کا ہر فرد

خدا کے فضل و کرم سے بے غم و بغیر رنج کے زندگی بسر کرنے لگا۔

سترھواں مقدمہ

خسرو ملک و خداوند زادہ دختر سلطان تغلق کا غداری کرنا

نقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ خدا کی مدد و عنایت سے شہر دہلی میں احکام حکومت وآئین سیاست کے نافذ کرنے میں مشغول تھا۔

خداوند زادہ دختر سلطان تغلق و خسرو ملک اس کا پسر اور داور ملک اس کا شوہر یہ افراد حرم شاہی میں خوش و مطمئن زندگی بسر کرتے تھے۔

فیروز شاہ نے یہ قاعدہ مقرر کیا تھا کہ ہر جمعے کو نماز کے بعد خاص طور پر خداوند زادہ سے ملاقات کرنے کے لیے جاتا تھا۔

فیروز شاہ جب خداوند زادہ کو دیکھتا تو بعید تواضع و تعجیل کے ساتھ کھڑا ہو جاتا اور اس کی خدمتگزاری کرتا تھا۔ فیروز شاہ اور خداوند زادہ چبوترہ اکین شاہی جامہ خانے میں بیٹھتے تھے اور داور ملک خداوند زادہ کے پس پشت بیٹھتا۔

صفحہ ۱۰۱

قاعدہ تھا کہ اس طریقہ نشست کے بعد باہم دگر خدہ سے گفتگو ہوتی اور اس کے بعد خداوند زادہ فیروز شاہ کو پان دیتا اور اس کے بعد بادشاہ رخصت ہوتا تھا۔

فیروز شاہ کا قاعدہ تھا کہ ہر جمعے کو اسی طرح خداوند زادہ سے ملاقات کرتا اور اتحاد و محبت کی گفتگو کے بعد واپس ہوتا تھا۔

چونکہ انسان کی سرشت میں حسد کا مادہ موجود ہے خسرو ملک نابکار اور خداوند زادہ نے بادشاہ کے خلاف سازش کی اور یہ طے کیا کہ اب باطنی عداوت کو ظاہر کریں۔

غرضکہ بادشاہ اپنی عادت کے موافق جمعے کے روز اسی مقام پر نشست اختیار کرے اور خداوند زادہ نے یہ طے کیا کہ بادشاہ کو اسی جگہ قتل کرے۔

خداوند زادہ و خسرو ملک چند دو مادہ دلیر نے بادشاہ کے قتل کرنے پر

کمر ہمت باندھی۔

اس مقام پر ایک مسقف خانہ تھا جس کے پہلو میں دو حجرے بھی تھے۔

خسرو ملک نے ان حجروں اور مسقف خانہ میں چند افراد زرہ پوش جو سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق تھے مخفی طور پر پنہاں کر دئیے اور ان افراد سے وعدہ لیا کہ جس وقت خداوند زادہ اشارہ کرے یہ زرہ پوش گروہ باہر آ کر فیروز شاہ پر تیغ زنی کرے اور اس کا سر تن سے جدا کر دے۔

خسرو ملک نے دوسرے چند افراد زرہ پوش دروازوں کے تختے کے عقب میں بھی پنہاں کر دئیے کہ اگر بادشاہ اندرون خانہ سے سلامت نکل کر باہر جائے تو یہ اشخاص دروازے پر بادشاہ کا کام تمام کر دیں۔ صفحہ ۱۰۹

خسرو ملک نے ان افراد کو یہ فہمائش کر دی کہ بادشاہ کے دروازے سے برآمد ہوتے ہی یہ گروہ برق کی طرح فیروز شاہ پر گر پڑے اور اس کا سر تن سے جدا کر دے۔

غرضکہ اس قرارداد کے موافق خسرو ملک اور خداوند زادہ اپنے کام میں مصروف ہوئے اور فیروز شاہ نے نماز جمعہ کے بعد حسب دستور خداوند زادہ سے ملاقات کی۔

ملاقات کے بعد فیروز شاہ اور خداوند زادہ مسقف خانہ سے نیچے اترے اور حسب قاعدہ داور ملک بادشاہ کے عقب میں بیٹھا۔

معتبر راویوں نے مورخ عفیف سے بیان کیا ہے کہ خسرو ملک داور ملک کے صلب سے نہ تھا بلکہ خداوند زادہ کے دوسرے شوہر کا نطفہ تھا اور یہی وجہ تھی کہ داور ملک اس غدر و مکاری سے پرہیز کرتا تھا۔

غرضکہ اس موقع پر داور ملک سعید اتلی نے بادشاہ کو دیکھتے ہی حیرت سے انگلی دانت کے نیچے دبائی اور آنکھوں سے اس امر کا اشارہ کیا کہ اس مقام سے جلد چلا جانا اور دربار آراستہ کرنا مناسب ہے۔ غرضکہ فیروز شاہ الہام الٰہی سے اسی وقت کھڑا ہو گیا۔

ہر چند خداوند زادہ نے اصرار کیا کہ پان آنے تک توقف کرنا لازم ہے

لیکن بادشاہ یہ جواب دے کر کہ فتح خاں کا مزاج ناساز ہے میں نہیں رک سکتا انشاءاللہ روزِ دیگر آؤں گا اور دیر تک بیٹھ کر لطف و کلام کروں گا، جلد سے جلد واپس ہوا۔

صفحہ ۴۹۳

فیروز شاہ خداوندزادہ کے مکان سے صحیح و سالم واپس آیا اور زرہ پوش گروہ کو جو پہلو کے حجروں میں پنہاں تھا اس گفتگو سے قطعاً واقف نہ ہوا۔

فیروز شاہ صحیح و سالم مکان سے باہر آ گیا اور وہ گروہ جو دروازے کے تختوں کے عقب میں پنہاں اور بادشاہ کے مکان میں داخل ہونے سے آگاہ تھا، فیروز شاہ کے باہر نکل آنے سے واقف نہ ہوا اور فیروز شاہ خدا کے لطف و کرم سے صحیح و سالم خداوندزادہ کے مکان سے باہر نکل آیا۔

بادشاہ ان بدبختوں کے مکان سے صحیح و سالم باہر آ گیا اور بہ آواز بلند بہیرو حبشی کو طلب کیا چونکہ یہ جمعے کا دن تھا ملوک و امرا میں ہر شخص اپنے مکان کو واپس جا چکا تھا۔

اس وقت دروازے پر بہیرو حبشی حاضر تھا اور فیروز شاہ نے شاہانہ آواز میں اس سے کہا کہ بہیرو جو تلوار تیرے ہاتھ میں ہے مجھ کو دے۔

بہیرو نے یہ دریافت کر کے کہ کام ہاتھ سے نکل چکا ہے، عرض کیا کہ خداوندِ عالم تشریف لے چلیں، فدوی تیغ کشیدہ حضرت کے عقب میں آئے گا اور حضرت شاہ بدولت و اقبال قصرِ شاہی کو روانہ ہوں۔

فیروز شاہ نے یہ معروضہ قبول نہ کیا اور بہیرو کے ہاتھ سے تلوار چھین لی اور تلوار کو نیام سے نکالا۔ قصر کے درمیان پہنچ کر فیروز شاہ سلطان محمد کی حرم کے ہمراہ قصر کے بالائی حصے میں پہنچ گیا

صفحہ ۵۰۰

بادشاہ نے اس وقت تمام ملوک و خوانین کو طلب کیا۔

ان امیروں نے خسرو ملک و خداوندزادہ کے مکان کو گھیر لیا اور زرہ پوش گروہ کو بادشاہ کے حضور میں لے آئے۔

اس جماعت سے حقیقتِ حال کا استفسار کیا گیا اور انھوں نے ہر شے کو تفصیل وار بیان کر دیا۔

اس موقع پر فیروز شاہ نے ان زرہ پوشوں سے سوال کیا کہ تم کو میرے حال سے واقفیت بھی تھی یا نہیں۔ اس جماعت نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے

عقل وچشم پر پردے ڈال دیے گئے ہم کو بادشاہ کے مکان میں داخل ہونے کا تو حال معلوم ہے لیکن حضرت کے باہر تشریف لانے سے ہم قطعاً بے خبر ہے۔

غرضکہ اس واقعے کے ثبوت کے بعد سلطان فیروز شاہ نے خداوند زادہ کا وظیفہ مقرر کر کے اس کو گوشہ نشین ہونے کا حکم دیا۔

خداوند زادہ کے قبضے میں بے شمار مال تھا جو تمام و کمال ضبط کر کے خزانۂ شاہی داخل کیا گیا۔

واضح ہو کہ خسرو ملک نے اسی خزانے کی قوت پر بادشاہ کے مقابلے میں غداری کا ارادہ کیا تھا۔

خسرو ملک جلاوطن کیا گیا اور قانون جہانداری و رسم شہریاری کی بنا پر داور ملک کی بابت حکم ہوا کہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ بارانی اوڑھ کر اور کفش پہن کر بادشاہ کے سلام کو حاضر ہوا کرے۔

یہ امر قطعاً صحیح ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اپنے حفظ و امان میں رکھے اس کو کس کی طاقت ہے کہ ضرر و نقصان پہنچائے۔

اٹھارھواں مقدمہ

فیروز شاہ کا جمعہ و عیدین کی نماز کے خطبے میں قدیم سلاطین کا نام داخل کرنا و سکہ ہائے سلاطین کا ذکر

صفحہ ۱۰۰

یہ امر تمام مورخین کی رائے میں صحیح و متفق علیہ ہے کہ فیروز شاہ نے چالیس سال کامل آئین جہانداری و قوانین شہریاری کو مستحکم و روشن کیا۔

تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ سلطان فیروز شاہ پر رسوم تاجداری کا خاتمہ ہوا۔

اس کے علاوہ فیروز شاہ نے آئین فہم و فراست سے اپنے عہد حکومت میں سلاطین قدیم کے نام خطبے میں داخل کئے اور تقریباً چالیس سال اسی پر عملدرآمد رہا۔

بادشاہ نے چالیس سال کے عہد حکومت میں اکیس سکے جو تابعداری کے آثار ہیں اور اکیس علامات و آداب جہانداری کو وضع و دستور کیا۔

مورخ عفیف جس نے چالیس سال کامل فیروز شاہ کو دیکھا اور جو اکثر اوقات اصحاب دیوان و وزارت کے ہمراہ آداب گاہ میں حاضر ہو کر سعادت مجری سے سرفراز ہوا حال و استقبال کے دستور کے لئے ان سکہ جات و آداب کو ذیل میں مفصل بیان کرتا ہے۔

ذکر اوّل۔ بادشاہ کا سلاطین قدیم کے سکہ کو جمعہ و عیدین میں اختیار کرنا

یہ امر زمانہ قدیم سے مقرر تھا کہ سلاطین دہلی کے عہد میں۔ جمعہ و عیدین کے خطبوں میں صرف فرمانروائے زندہ کا نام پڑھا جاتا تھا۔

قدیم سلاطین کا ذکر خطبوں میں قطعاً نہ ہوتا اور نہ ان کے لئے دعا کی جاتی تھی سلطان فیروز شاہ پہلا فرماں روا ہے جس نے خدا کی توفیق و امداد سے اس میں ترمیم کی۔

واضح ہو کہ سلطان فیروز شاہ نے تخت حکومت پر جلوس کیا اور وہ وقت آیا کہ بادشاہ کے نام کا خطبہ جاری ہو۔

فیروز شاہ نے غور کیا کہ اس کے نام کا خطبہ پڑھنے سے یہ مراد نہیں ہے کہ قدیم بادشاہوں کا نام خطبے سے نکال دیا جائے۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ اول قدیم سلاطین کے نام کا خطبہ پڑھا جائے اور بعد اس کے خود بادشاہ کا تذکرہ ہو جیسا کہ حضرت شیخ سعدی نے گلستان و بوستاں میں ذکر فرمایا ہے کہ اس شخص کو بزرگ نہیں کہتے جو بزرگوں کا نام عزت سے نہ لے۔

فیروز شاہ نے تمام سلاطین ماضیہ میں سے جو تخت دہلی پر متمکن ہوئے جن بادشاہوں کا نام خطبے میں اختیار فرمایا وہ حسب ذیل ہیں۔

اوّل حضرت شہاب الدین محمد بن سام (۲) حضرت سلطان شمس الدین التمش (۳) حضرت سلطان ناصر الدین محمود (۴) حضرت سلطان غیاث الدین بلبن

غرضکہ فیروز شاہ تخت حکومت پر متمکن ہوا اور اس نے امن و امان کے قواعد جاری کر کے تمام عالم کو مطمئن و مسرور کیا۔

فیروز شاہ نے حکم دیا کہ سلاطین و غیر سلاطین کے چتر میں فرق ہونا چاہیے اس لئے کہ چتر میں بہت سے رموز جاہ و جلال کے اسرار مضمر ہیں۔

درگاہ فیروز شاہی کی بلندی و مراتب کا کیا کہنا جس سے نے شاہ چتر کی رسم الہام الٰہی کی بنا پر وضع کر کے تمام ممالک دہلی کو انعام و اکرام سے مالا مال کیا۔

قسم دوم

لکھنوتی کا بیان اور بادشاہ کا دوم مرتبہ جاج نگر و نگر کوٹ کا سفر

اس قسم میں اٹھارہ مقدمے ہیں۔

اوّل مقدمہ

سلطان فیروز شاہ کا لکھنوتی روانہ ہونا

اوّل مرتبہ بادشاہ نے اپنی سواری کے ہمراہ سنجری روانہ کیا اور ایک ہزار کشتیاں رواں ہوئیں اور بہت کشتیاں لوگوں کے دوش پر روانہ کی گئیں۔

اس مقام پر صادق البیان و راست گفتار راوی نقل کرتے ہیں کہ بادشاہ نے بہت شان و شوکت کے ساتھ سفر کیا۔

ان راویوں نے مترجم ضعیف سے بیان کیا کہ خانان و ملوک و امرا کی ستر سواریاں تیار ہوئیں اور اس طرح سے بادشاہ ان امرا کے ہمراہ نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ بنگالہ روانہ ہوا۔

فیروز شاہ اس سفر میں بار بار امراء مقرب اہل دربار کی طرف متوجہ ہوتا اور

اپنی مجالس پر ناظم کھیرکران کو یہ شعر سناتا تھا۔

بسیں گو ہم و باز گو ہیں	مجھ سنیاں مرانا جلد زیبا

مختصر یہ کہ فیروز شاہ خدا کے فضل و کرم سے الکھنوتی پہنچا اور خان جہاں دہلی میں مقیم رہا۔

دوسرا مقدمہ

فیروز شاہ کا لکھنوتی پہنچ کر شہر کا محاصرہ کرنا

نقل ہے کہ حضرت بادشاہ تمام ممالک کی سیر کرتا ہوا بہ جاہ و جلال کے ساتھ بنگالہ پہنچا۔

سلطان شمس الدین کا لشکر بھی ساحل دریا پر بہ شان و شوکت کے ساتھ نمودار ہوا۔

دریائے سرو و گنگ و کوسی کے ساحل پر لشکر نے مقام کیا۔

فیروز شاہی لشکر چونکہ کشتیوں میں ستارہ کے بہ موج کی طرح تھا دو پہلوان و تیر انداز فیر گیری و در فشاں شان کے ساتھ کشتیوں میں نمودار ہوئے اور دشمن کو تیروں اور تیر کے جگر ناوک کے زخموں سے بے چارہ کرنے لگا۔

فیروز شاہ اپنے لشکر کے ہمراہ دریائے کوسی کے ساحل پر پہنچا اور بادشاہ نے قدرے آرام کیا۔ بادشاہ نے اس لئے گھوڑے کی باگ روکی کہ دریا کے دوسرے کنارے سلطان شمس الدین بے شمار لشکر کے ہمراہ استادہ تھا اور اس دریا کو عبور کرنا بہت مشکل تھا۔

فیروز شاہ دریائے کوسی سے سو کوس کے فاصلے پر پہنچا

جس مقام پر کہ دریائے کوسی کوہ دامن پہاڑ سے نکلا ہے اس مقام پر دریا پایاب تھا۔

راست گفتار اشخاص نے مورخ عفیف سے بیان کیا ہے کہ اس مقام پر

[illegible]

سطح آب پر طغیان بہتا تھا۔

اس موقع پر فیروز شاہ نے حکم دیا کہ پایاب مقام کے فرودست و بالادست ہر دو سروں پر ہاتھی استادہ کئے جائیں تاکہ مخلوق آسانی کے ساتھ دریا کو عبور کر سکے۔ بالادست اس لئے جانور استادہ کئے گئے تاکہ پانی کا زور کم ہو جائے۔

ان جانوروں کے جسم میں طنابیں باندھی گئیں اور فرودست کی جانب اس غرض سے استادہ کئے گئے کہ اگر اہل لشکر میں کوئی شخص غرق ہونے لگے تو جانوروں کی طناب پکڑ کر اپنے کو محفوظ رکھ سکے۔

غرضیکہ سلطانی لشکر نے خدا کی عنایت و مہربانی سے دریائے کوسی کو عبور کیا اور کوہ گراں کی طرح سلطان شمس الدین کی طرف بڑھا۔

سلطان شمس الدین کو معلوم ہوا کہ لشکر بالادست دریائے کوسی کے ساحل پر پہنچ گیا اور شمس الدین پر اس قدر خوف و ہراس طاری ہوا کہ حاکم بنگالہ مع اپنے بے شمار لشکر کے اکدالہ روانہ ہو گیا۔

بعض راویوں نے مؤرخ عفیف سے بیان کیا کہ جس وقت بادشاہی لشکر دریا کو عبور کر رہا تھا فیروز شاہ نے راستے چار دن کو چھوٹا کیا۔

غرضیکہ سلطان شمس الدین نے شہر پنڈوہ کو خالی کر کے اکدالہ میں پناہ گزیں ہوا اور سلطان فیروز نے اس کا تعاقب کر کے بڑے اہتمام کے ساتھ اکدالہ کا محاصرہ کر لیا اور اپنے لشکر کے گرد اگرد کٹہرے تیار کرائے اور خندق کھدوائے۔

سلطان شمس الدین کی فوج ہر روز اکدالہ سے باہر نکل کر نمودار ہوتی تھی اور اس جانب سے فیروز شاہی فوج تیر کے زخم سے حریف کو پیادہ و پامال کرتی تھی۔

سلطان شمس الدین باوجود لاف زنی و غرور آمیز کلام کے بے اضطراب و خوف کی وجہ سے جو اکدالہ کے اندر حصاری ہو گیا۔

راؤ وردیان و زمینداران بنگالہ فیروز شاہ کے حضور میں حاضر ہو کر امان کے طالب ہو رہے تھے اور اس طرح بنگالے کے باشندوں کا بہت بڑا حصہ فیروز شاہ کے لشکر کا جزو بن گیا۔

طرفین سے ہر روز فوج کا ایک حصہ نمودار ہو کر اپنی قوت و جرأت کا اظہار

کرتا تھا۔

مختصر یہ کہ چند روز پھر دو بادشاہ اسی طرح ایک دوسرے کے مقابلے پر صف آرا ہوتے رہے یہاں تک کہ آفتاب برج سرطان میں داخل ہوا۔

سلطان فیروز شاہ نے اپنے امراء اہل دربار سے مشورہ کیا اور جیسے قیل وقال کے بعد امرائے دربار نے عرض کیا کہ سلطان شمس الدین حصار بند ہو گیا ہے اور ظاہر ہے کہ جزائر اکدالہ کے گرد تمام پانی ہی پانی ہے۔

سلطان شمس الدین نے یہ طے کیا ہے کہ موسم برسات آ جائے گا اور تمام بنگالہ سیلاب سے گھر جائے گا اس وقت فیروز شاہ مجبور ہو کر اس ملک سے واپس جائے گا۔ اس وقت یہ مناسب ہے کہ ہم اپنی فرودگاہ سے چند کوس عقب میں ہٹ جائیں اور دیکھیں کہ پردۂ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے اور دیر تک تقدیر کا کیا منشا ہے۔

فیروز شاہ نے امراء مقربان بارگاہ کی رائے کو پسند کیا۔

دوسرے روز بادشاہ نے دہلی کی سمت کوچ کیا اور سات کوس کے فاصلے پر مقیم ہوا اور چند قلندروں کو اکدالہ کی جانب روانہ کیا۔

بادشاہ نے قلندروں کو ہدایت کر دی کہ اگر تم کو حریف گرفتار کر کے شمس الدین کی بارگاہ میں لے جائے اور حاکم بنگالہ تم سے ہمارا حال دریافت کرے تو تم یہ جواب دینا کہ فیروز شاہ فراریوں کی طرح مع تمام لشکر و حشم کے بھاگ رہا ہے۔

قلندران مذکور اکدالہ پہنچے اور حریف کے ملازم ان کو گرفتار کر کے سلطان شمس الدین کے حضور میں لے گئے۔ ان قلندروں نے بیان کیا کہ فیروز شاہ نے مع تمام لشکر و فوج کے راہ فرار اختیار کی ہے۔

سلطان شمس الدین نے قلندروں کی گفتگو کو راست خیال کیا اور حاضرین مجلس سے کہا کہ تم جانتے ہو کہ فیروز شاہ فراریوں کی طرح بھاگ رہا ہے اس کا تعاقب کرنا اور مثل شاہان عالی مرتبہ کے اس کو قہر و ظلم سے زیر کرنا ہمارا فرض ہے۔

سلطان شمس الدین نے یہ طے کیا اور اپنے حشم اور لشکر کے ساتھ اکدالہ سے باہر آیا۔

تیسرا مقدمہ

فیروز شاہ اور سلطان شمس الدین کی جنگ، فیروز شاہ کا پچاس ہاتھی حاصل کرنا اور ایک لاکھ اسی ہزار بنگالیوں کا قتل

نقل ہے کہ سلطان شمس الدین کو معلوم ہوا کہ فیروز شاہ نے دہلی کی سمت راہ فرار اختیار کی۔

اس موقع پر بعض اشخاص نے شمس الدین سے بیان کیا کہ فیروز شاہ نے تمام اسباب و سامان کو چھوڑ دیا اور بعض نے بیان کیا کہ بادشاہ نے لشکرگاہ میں آگ لگا دی اور دہلی واپس ہوا۔

غرضکہ سلطان شمس الدین دس ہزار سواروں اور دو لاکھ پیادوں اور پچاس ہاتھیوں کے ہمراہ اکدالہ سے باہر نکلا اور فیروز شاہ کے تعاقب میں روانہ ہوا۔

فیروز شاہ اپنی فوج کے ہمراہ سات کوس کے فاصلے پر مقیم تھا اور حریف کی آمد کا انتظار کر رہا تھا۔ اس مقام پر جہاں کہ ساحل دریا قریب تھا اور اب پایاب ہو چکا تھا فیروز شاہ نے دریا عبور کیا تھا کہ ناگاہ سلطان شمس الدین حاکم بنگالہ پہنچا اور اس نے بغیر پیادوں کے، وقت کا انتظار کیے ہوئے فیروز شاہی لشکر کی طرف دوڑا۔

فیروز شاہ کو اس واقعے سے اطلاع ہوئی اور اعیان سلطنت اور افراد نے بادشاہ سے عرض کیا کہ شمس الدین الوندی کا بیشمار لشکر بے انتہا سوار اور لاکھوں پیدل ہاتھیوں کے ہمراہ مثل افسر یزدان کے نمودار ہوا ہے۔

فیروز شاہ نے مثل تاجداران عالی مرتبت کے اپنے لشکر کو درست و آراستہ کیا اور دشمن سے مقابلہ کرنے پر تیار ہوا۔

بادشاہ نے بھی اسی ساعت میں جنگ کی اور اپنی فوج کو تین حصوں میں اس طرح تقسیم کیا کہ میمنے پر ملک دیہان بیر ملک کو تیس ہزار سواروں کے ہمراہ مقرر کیا اور میسرہ

مع تیس ہزار سواروں کے ملک حسام نور کے سپرد کیا اور قلب لشکر میں تاتار خاں کو
تیس ہزار نامور و بہادر سواروں کے ہمراہ متعین کیا۔

فیروز شاہ نے خود اپنی فوج کے ہر حصے میں گشت لگایا اور بادشاہوں کی طرح
اہل لشکر سے کلمات تسکین بیان کیے۔

اس فوج میں ہر شخص فولاد میں غرق تھا اور ہر صف نشاں میں پیلان مست بھی
استادہ تھے اور تمام نقارات ظاہر و نمودار تھے۔

تمام خانان و ملک و امرا اس روز فیروز شاہ کے برابر جمع تھے اور اسی طرح
پانچ سو نشان بادشاہ کے گرد جمع ہو گئے۔

اس وقت فیروز شاہ نے عالی مرتبہ سلاطین کی طرح ہتھیار باندھے اور
چتر بادشاہی کو اپنے سے دور کر دیا۔ غرضکہ تمام طبل و دمامے یکبارگی بجائے گئے اور
ہر دو لشکر میں شور برپا ہو گیا۔

سلطان شمس الدین نے فیروز شاہی لشکر و فوج کو دیکھا کہ سمندر کی طرح لہریں
لے رہا ہے اور اس ہزار عظیم الشان لشکر کو دیکھ کر بے حد خوف زدہ ہوا اور اپنے
ملازمین سے کہا کہ ان تلنگوں نے ہم کو دھوکا دیا اور فریب سے ہم کو یہاں سے
باہر لائے لیکن اب کیا ہوتا ہے خدا کا جو حکم ہو گا وہی ظاہر ہو گا۔

شمس الدین نے تقدیر الٰہی پر تکیہ کر کے جنگ آزمائی شروع کی اور ملک جام نو
اوائل جنگ میں لڑائی شروع ہوئی۔

میمنے سے ملک جام نو نے بھی قدم آگے بڑھایا اور سواروں نے ہتھیار
ہاتھ میں لیا اور لڑائی کا بازار گرم ہوا۔ شمسی فوج و ملک جام نو کے لشکر میں یورش شروع ہوئی تھی
کہ میسرے کی جانب سے ملک جام نو نے بھی جنگ کا ارادہ کیا۔

غرضکہ ہر شخص نے اہل غزا کی طرح کمر ہمت باندھی اور دشمن کو قتل کرنے پر
مستعد ہوا۔

خدا کے حکم سے فریقین میں شدید و خونریز معرکہ آرائی ہوئی۔

جنگ آزمائی کا یہ عالم تھا کہ تیروں کے بیکار ہونے کے بعد چاقو سے کام لینے لگے
اور ہر فریق نے دوسرے کی گردن میں ہاتھ ڈال کر اسی طرح آویزش کی۔ سب میدان کارزار

نمونۂ قیامت بن گیا۔

جنگ و جدال کی انتہا نہ رہی اور عین معرکۂ کارزار میں تاتار خان نے فیروز شاہ سے عرض کیا کہ نصرت الٰہی نے بدخواہ دشمن کو حضرت کی فتح کے لئے ہمارے روبرو پیش کر دیا ہے۔

فیروز شاہ نے جواب دیا کہ اللہ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ شمس الدین اسی وقت ہمارے ہاتھ میں گرفتار ہو جائے گا۔

غرضکہ بے شمار قتال و خون ریزی کے بعد شمس الدین نے راہ فرار اختیار کی اور خدا کے حکم سے راہ راست اپنے ملک کو روانہ ہو گیا۔

صحیح روایت یہ ہے کہ جب قلب گاہ سے خان اعظم تاتار خان نے غلبہ کیا اور میمنہ میسرہ سے ملک جام نوا اور ملک دیلان نے حملہ کیا تو بنگالے کا لشکر پیٹھ دکھا کے اک بارگی تمام و کمال فراری ہو گیا۔

تاتار خان نے اہل بنگالہ کا تعاقب کیا۔

ہر چند تاتار خان بآواز بلند یہ کہتا تھا کہ اے شمس سیاہ رو کہاں جاتا ہے مرد کو چاہیے کہ پشت نہ دکھائے ایک لمحہ توقف کر کہ تجھ کو فیروز شاہی حشم کی جرأت و شوکت کا اندازہ ہو جائے لیکن سلطان شمس الدین ایسا فراری ہوا کہ اس نے ایک بھی نہ سنی

غرضکہ سلطان فیروز شاہ خدا کی عنایت و کرم سے فتحمند ہوا اور تمام خانان و ملوک نے بادشاہ کی درازی عمر و اقبال کی دعا کی۔

اس معرکے میں چوالیس ہاتھی فیروز شاہ کے ہاتھ آئے اور بے حساب لوگ مارے گئے۔

شاہ بنگالہ باوجود قدرت و شوکت کے فراری ہوا اور صرف سات سواروں کے ہمراہ بھاگا اور اس کا تمام لشکر پراگندہ ہو گیا۔

کہتے ہیں کہ اس ساحل دریا پر جہاں کہ فیروز شاہ مقیم تھا اور جو اکدالہ سے سات کوس کے فاصلے پر واقع تھا فیروز شاہی فوج نے حریف کا تعاقب کیا۔

شاہ بنگالہ بعد وقت و خرابی کے ساتھ فراری ہوا اور اس کے سوار و پیادے

اس قدر قتل کیے گئے کہ خون غلہ کی طرح کشتوں سے میدان بھر گیا بلکہ بعض راویوں نے
یہ بیان کیا ہے کہ جیسے ہی کوشش کرنے کے بعد جو طرفین سے ظہور میں آئی اس قدر
افراد قتل کیے گئے کہ سب ان کارزار کی زمین نظر نہ آتی تھی۔ اس کے علاوہ سلطان کی فوجیں
فوراً ہی دیوار حصار کے نیچے آ گیا اور کوتوال حصار نے بعد کوشش کے ساتھ دروازہ حصار کھولا
شہر اکدالہ کے اندر فیروز شاہ کا خیمہ نصب کیا گیا۔

اس مقام پر صحیح روایت یہ ہے کہ تمام عورات و مستورات نے جو
اندرون حصار مقیم تھیں فیروز شاہ کی آمد کی خبر سنی اور بالائے حصار پہنچ کر بادشاہ کے
دیکھنے کے لیے اپنے سروں سے دامن کو اٹھایا اور سر برہنہ ہو کر بے حد پریشانی
کے عالم میں آہ و زاری شروع کی۔

فیروز شاہ نے عورات کو اس قدر پریشان و مضطر دیکھ کر اور ان کی گفتگو
سن کر فرمایا کہ میں نے تسلیم کیا کہ میں شہر کے اندر داخل ہو گیا اور چند مسلمانوں کو
گرفتار بھی کیا اور اس ملک کو فتح کر لیا۔ میرے نام کا خطبہ بھی جاری کر دیا لیکن
جب میں حصار کے اندر داخل ہوں گا اور اہل قلعہ کو جو تمام و کمال مسلمان ہیں پامال
کروں گا تو یہ عورات بے وطن نااہل افراد کے ہاتھوں گرفتار ہو کے بے عزت
ہوں گی ایسی حالت میں میرے اور مغلوں کے درمیان کیا فرق باقی رہے گا
اور میں خدا کو کیا منہ دکھاؤں گا۔

بادشاہ کی تقریر سن کر تاتار خاں نے عرض کیا کہ فتح شدہ ملک سے دست بردار ہونا
مناسب نہیں ہے۔ فیروز شاہ فرشتہ خصلت نے فرمایا کہ اکثر سلاطین دہلی اس
ملک پر حملہ آور ہوئے اور انھوں نے بنگالے کو فتح کیا لیکن ان میں سے کسی شخص نے
اپنی فراست کی وجہ سے اس سرزمین میں قیام نہ کیا جس کی وجہ یہ ہے کہ بنگالے
کا ملک دلدلوں کی زمین ہے اور یہاں کے تمام امرا اپنی کوشش سے جزائر کے اندر
رہتے ہیں اس لیے سلاطین دہلی کی رائے میں قلعے کی مخالفت کرنا مصلحت سے
بعید ہے۔

فیروز شاہ الہام الٰہی کی وجہ سے اسی اندیشے پر واپس ہوا اور آزادپور کے
نام سے موسوم کیا۔ اس مقام پر خان اعظم تاتار خاں سے اور مخلص بیگ سے رخصت ہوئے

کر ان کی وجہ سے فیروز شاہ خان اعظم سے بیحد خوش ہوا۔

کہتے ہیں کہ خان اعظم نے شیر کی طرح سلطان شمس الدین کا تعاقب کیا اور اس امر میں بیحد سعی کی کہ حریف تک جلد پہنچ جائے۔

سلطان شمس الدین نے تاتار خان کے خوف سے راہ فرار اختیار کی اور خان اعظم نے حریف کے سر پہنچ کر ارادہ کیا کہ اس پر تلوار کا وار کرے۔

خان اعظم کے دل میں ایک خیال پیدا ہوا اور اس نے سلطان شمس الدین پر تلوار نہ چلائی اور اس کے تعاقب سے دستبردار ہو گیا۔

جنگ کے بعد فیروز شاہ نے تاتار خان سے دریافت کیا کہ تم نے حریف پر اس قدر قابو پا کر تلوار نیام سے نکالی لیکن عقل کام نہیں کرتی کہ بغیر تلوار کا وار کئے تم کیوں واپس آ گئے۔

تاتار خان نے بیحد خوب و عمدہ جواب دیا اور عرض کیا کہ میں نے یہ خیال کیا کہ بادشاہان عالم پر بجز کے تلوار چلانا مناسب نہیں ہے اور اس خیال و فعل کے اسرار و آثار کو واضح کرنا میرے ذمے ہے۔ الغرض تاتار خان نے اپنے فعل و خیال کو توضیح سے بیان کیا جس کو فیروز شاہ نے بیحد پسند کیا۔

چوتھا مقدمہ

فیروز شاہ کا دہلی واپس ہونا

نقل ہے کہ فیروز شاہ نے خدا کی مدد سے بنگالے کو فتح کیا اور ہر خاص و عام کو راحت نصیب ہوئی

بادشاہ نے حکم دیا کہ بنگالے کے تمام مقتول افراد کے سر جمع کئے جائیں۔

فیروز شاہ نے وعدہ کیا کہ جو شخص مقتول بنگالیوں کے سر لائے گا فی سر ایک تنکہ نقرہ انعام پائے گا۔ اس حکم کی بنا پر تمام لشکریوں نے اس حکم کی تعمیل میں کر رغبت باہم کشتوں کے سر کاٹ کر لانے لگے۔ اور سروں کا شمار کیا گیا اور معلوم ہوا کہ

ایک لاکھ اسی ہزار سر بلکہ اس سے زیادہ جمع ہو گئے اس لئے کہ سات کوس کے فاصلے تک یہ کوشش جاری رہی۔

فیروز شاہ نہایت جاہ و جلال کے ساتھ انبار کے قریب تھا اور ان سروں کا ملاحظہ کر رہا تھا۔

بادشاہ چشم حیرت ان سروں کو دیکھتا اور اپنے مقرب اہل دربار سے رو کر اور آہ بھر کر کہتا تھا کہ ان غریبوں نے تعلق شاہ کی وجہ سے یہ روز سیاہ دیکھا اگر ظلم کا تعلق اور اہل عیال و اطفال کا خیال رہتا تو اس روز بد میں گرفتار نہ ہوتے۔

اس واقعے کے بعد بادشاہ بڑی شان و شوکت کے ساتھ دارالملک دہلی واپس چلا۔
بادشاہ پنڈوہ پہنچا اور اس شہروں میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔

فیروز شاہ نے پنڈوہ کو فیروز آباد کے نام سے موسوم کیا۔

چونکہ فیروز شاہ نے اکدالہ کو آزاد پور اور پنڈوہ کو فیروز آباد کے نام سے موسوم کیا اس لئے اب تک ان شہروں کے سلاطین یمن و برکت کے لحاظ سے ان مقامات کو انہی ناموں سے یاد کرتے ہیں اور سرکاری دفاتر میں اب تک یہی لکھتے ہیں آزاد پور عرف اکدالہ اور فیروز آباد عرف پنڈوہ۔

فیروز شاہ دریائے کوسی کے کنارے پہنچا اور برسات کا موسم آگیا اور بادشاہ نے حکم دیا کہ شاہی لشکر حسب منشاء شاہ قطور کے بندگانہ کشتیوں میں دریا کو عبور کرے۔
لشکر تمام خیر و خدم سے بندگانہ کشتیوں کے ذریعے دریا کو عبور کیا۔

سلطان شمس الدین اکدالہ میں داخل ہوا اور اس کوتوال کو جس نے شہر کا دروازہ بند کر رکھا تھا قتل کیا۔ مختصر یہ کہ سلطان فیروز شاہ فتح مند واپس آیا اور فتح نامہ دہلی روانہ کیا۔

اس زمانے میں خواجہ جہاں مقبول یعنی وزیر جو کہ میر دہلی میں نائب غیبت تھا اور شہر کی حفاظت میں بیحد کوشش کر رہا تھا۔

یہ فتح نامہ دہلی پہنچا اور خان جہاں و تمام اہل دہلی کو وہ مسرت حاصل ہوئی کہ ایک خوشی تو فتح بنگالہ کی اور دوسری اس امر کی کہ فیروز شاہ صحیح و سالم واپس آ رہا ہے۔
فتح لشکر نے دہلی میں آکر ہی وطن شادیانے بجوائے۔

اس درمیان میں فیروز شاہ دہلی کے قریب پہنچا اور خان جہاں نے بے شمار

اسباب، صناعی جو یہاں کے شہر میں جو تھے بنا دئے گئے اس لئے کہ اب تک فیروز آباد آباد و معمور رہا تھا۔

جس روز کہ بادشاہ دہلی میں داخل ہوا اس قدر بیرق جمع ہو گئیں کہ ان کا شمار نہیں ہو سکتا۔ واضح ہو کہ بیرق بھی فیروز شاہ کی ایجاد ہے سلاطین گذشتہ کے عہد میں اس کا نام و نشان نہ تھا۔

بادشاہ شہر میں داخل ہوا اور چھتیس ہاتھی جو لکھنوتی میں حاصل ہوئے تھے اس طرح لشکر کے آگے آگے تھے کہ جابجا مختلف رنگوں سے رنگے ہوئے تھے اور ان پر مرصع کی عماریاں اور جھولیں پڑی ہوئی تھیں۔

بادشاہ کے داخلے کے وقت ہر صغیر و کبیر نے فیروز شاہ کا استقبال کیا اور ہر مرد و زن، جوان و ضعیف فیروز شاہ کی ترقی عمر و اقبال کے لئے دعا کرتا تھا۔

معتبر اشخاص نے مورخ عفیف سے روایت کی ہے کہ فیروز شاہ مرتبہ اول جب اس نے لکھنوتی کی مہم کو سر کر کے شاہ بنگالہ کو زیر کیا دوبارہ لکھنوتی کی طرف گیا اور اس مدت کے بعد دہلی واپس آیا۔

پانچواں مقدمہ

شہر حصار فیروزہ کی بنا

نقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ خدا کی عنایت سے شہر میں آیا اور چند سال متواتر شہر دہلی میں مقیم رہا۔

بادشاہ لکھنوتی سے واپس ہو کر ڈھائی سال حصار فیروزہ کی طرف رہا اور ملک کے انتظام میں اس نے بہت کوشش کی اور تمام عالم کو اپنے احسان سے شاد و مطمئن کیا۔ اسی زمانے میں بادشاہ نے حصار فیروز آباد کی بنیاد رکھی۔

جب کبھی کہ فیروز شاہ شہر میں آتا تو چند روز اپنے تخت میں قیام کرتا اور پھر اس کے بعد حصار فیروزہ کو واپس جاتا۔

بادشاہ کے دل میں حصار فیروزہ آباد کرنے کا خیال پیدا ہوا اس مقام پر جہاں کہ اب
فیروز آباد واقع ہے قبل سے دو بڑے مواضع آباد تھے۔
یہ موضع کہ اس بڑنگ کلاں و خورد کے نام سے مشہور تھے۔
کہ اس بڑنگ میں پچاس کھڑک اور خورد میں چالیس داخل تھے اس لئے کہ اس
ملک میں کوئی موضع ایسا نہیں ہے جس میں کھڑک موجود نہ ہو۔
فیروز شاہ نے کہ اس بڑنگ کی زمین کو جو پسند کیا اور یہ فرمایا کہ کیا خوب ہوتا
کہ اس مقام پر ایک عمدہ جو ڑنگ شہر آباد ہو اس لئے کہ خدا کی مشیت و حکمت سے یہ مقام
بے آب تھا بلکہ موسم گرما میں جبکہ عراق و خراسان سے راہرو اس مقام پر آتے تو ایک
کوزہ آب کی قیمت چار جیتل ادا کرتے تھے۔
فیروز شاہ نے اس مقام پر فرمایا کہ مجھ کو خدا کے رحم و کرم سے امید ہے کہ جب
میں مسلمانوں کے نفع رسانی کے لئے اس مقام پر جدید شہر آباد کروں گا تو خداوند کریم بھی
اپنے رحم و کرم سے اس سرزمین کو پانی سے سیراب فرما دے گا۔
فیروز شاہ نے اس سرزمین میں قیام فرمایا اور اس کام میں جد و سعی و کوشش کر کے
شہر کا سنگ بنیاد رکھا۔ فیروز شاہ نے چھ سال تمام خانان و ملوک درگاہ کے اس
کار خیر میں مصروف رہا اور پتھروں کو کوہ نر   م سے لا کر چونہ و سنگ سے ایک
بہت طویل و عریض و بلند حصار تعمیر کرانا شروع کیا۔ بادشاہ کے تمام امراء و ارکان دولت
کے لئے اس شہر میں خاص خاص فرودگاہیں تجویز کی گئیں اور ہر امیر اپنی فرودگاہ میں جہد
سعی و کوشش کے ساتھ جدید عمارت تعمیر تیار کرنے میں مصروف ہوا۔
غرضکہ حصار مرتب ہو گیا اور ایک مدت اس کی تکمیل و تعمیر میں صرف ہوئی
اور بادشاہ نے اس حصار کو فیروز آباد کے نام سے موسوم کیا۔
حصار کے مرتب ہونے کے بعد خندق کھودنا شروع کیا۔
خندق اس طرح کھودا گیا کہ اس کی حد اور بازو سے ریختہ اٹھایا گیا اور خندق کے
بازوؤں کے اوپر کنگرہ باندھا گیا۔
اس کے علاوہ ایک بے نظیر حوض حصار کے اندر بنایا گیا جس کا پانی خندق میں
گرتا تھا۔

ہر سال یہ ہوتا کہ ایک برس کامل اس حوض کا پانی خندق میں جاری رہتا تھا۔

حصار کے اندر ایک کوشک بھی تیار کیا گیا۔ یہ کوشک ایسا بے نظیر تھا کہ باوجود بے حد سعی و کوشش کے اس کی نظیر دریافت نہ ہو سکتی تھی۔

اس کوشک میں بے شمار محل تعمیر کئے گئے تھے اور محل میں بے حد تکلف و آرائش پیدا کی گئی اور ان میں بیشمار حکمتیں رکھی گئیں۔

اس کوشک میں ایک حکمت یہ تھی کہ اگر کوئی صاحب فہم و فراست شخص کوشک کے محل کے اندر جاتا تو اگرچہ محل کی سیر کرتا تو اس کوشک کے درمیان پہنچ جاتا۔

کوشک کا زیریں حصہ تقریباً تاریک تھا کہ اگر نگہبان راہنمائی نہ کرے تو شخص تاریکی سے باہر آنا محال ہو جائے۔

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک فراش تنہا اس مقام پر پہنچا اور چند روز غائب رہا۔ بعد اس کے نگہبان بھی اس مقام پر پہنچے اور فراش کو تاریکی سے باہر لے آئے۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہ نے شاہانِ عالی مرتبہ کی طرح حصار فیروز آباد تعمیر کیا اور ایسا کوشک عجیب و پر اسرار تیار کیا۔

اس کے بعد جو شہر میں حصار فیروز آباد واقع تھا اور اس کے اطراف میں تمام خانان و ملک و امراء و اعیان دولت نے اپنے اپنے مکان تعمیر کئے اور تھوڑے دنوں میں وہ محل پُر نور تیار ہو گئے۔ فیروز شاہ کو معلوم تھا کہ یہ مقام بے آب ہے۔ بادشاہ نے ارادہ کیا کہ یہاں پانی پہنچائے۔ بادشاہ نے خود اس کام میں کوشش کی اور دو دریا سے نکال کر نہر حصار فیروز آباد میں لے آیا۔ ایک نہر دریائے جمنا اور دوسری دریائے ستلج سے۔

دریائے جمنا کے ساحل سے جو نہر لائی گئی وہ نہر [illegible] کی تھی۔ ان دونوں نہروں کا دہانہ کرنال کے نزدیک سے نکالا گیا اور انہیں کو شہر کے قریب لا کر حصار فیروزہ میں لایا گیا۔

مؤرخ عفیف کے والد نے جو اس زمانے میں بادشاہ کے مخصوص اہل دربار میں داخل اور بعد کو شب باشی بھی ہوتے تھے مؤلف سے بیان کیا کہ حضرت فیروز شاہ نے حصار فیروزہ کی تعمیر میں ڈھائی سال صرف کئے اور بادشاہ کے ساتھ تمام رعایا و خلقت نے بھی اس کام میں بے حد کوشش کی۔ فیروز شاہ نے بے حد خوشی و مسرت کے ساتھ

جس کی بابت قسم اول میں تذکرہ ہو چکا اور دوم حصار فیروزہ جس کی شرح سابق میں کی جا چکی

ان ہر دو مقامات میں بیشمار و بکثرت نہریں جاری کی گئیں اور تمام حصے پانی سے

پانچ کوس تک جاری ہوئیں۔

نہروں کے درمیان تمام تر قصبات و قریات آباد تھے چنانچہ قصبہ جست سیدہ

قصبہ دھاترتھ و شہر ہانسی و تعلق پور عرف سیدم وغیرہ حتیٰ کہ ان نہروں سے سیراب

ہوتے تھے۔

ہر قصبہ و موضع میں نہریں جاری تھیں اور ان نہروں کے پانی سے رعایا و خلقت کو

بیشمار نفع حاصل ہوتا تھا۔

اس موقع پر فیروز شاہ نے فرمایا کہ ممالک محروسہ کے تمام علما و مشائخ کو جمع کیا جائے

اور ان سے یہ فتویٰ طلب کیا جائے کہ اگر کوئی شخص اپنی ذاتی کوشش اور ذاتی مال کے

صرف سے آب عرقاب کے کنارے سے پانی کی نہریں جاری کرے اور یہ نہریں

حدود و قصبات و قریات میں جاری ہوں اور ان مقامات کے باشندے ان نہروں سے

نفع حاصل کریں تو آیا اس جاری کرنے والے کو بھی حق سعی حاصل ہے یا نہیں۔

علما نے جواب دیا کہ سعی کنندہ کو حق شرب حاصل ہے یعنی یہ کہ قریات و

قصبات کی آمدنی میں دسواں حصہ اس شخص کا ہے۔

اس کے بعد فیروز شاہ نے ان نہروں کا حق شرب اپنی املاک میں داخل کیا۔

اسی طرح بادشاہ دین پناہ نے بیشمار مردہ زمین کو آباد کر کے ان کے محاصل

اپنی املاک میں شامل کئے۔ بادشاہ نے ان مقامات کی آمدنی علما و مشائخ کے نام مقرر کی

اور اس کو بیت المال سے خارج تصور فرمایا۔

بادشاہ نے ان رقوم کو سہام یعنی حصوں میں تقسیم کیا۔

واضح ہو کہ اس زمانے میں دو چیزیں املاک میں داخل تھیں ایک حاصل حق شرب

اور دوسرے آباد قصبات کے محاصل اور اس طرح تقریباً دو لاکھ تنکے فیروز شاہ کی

ملک قرار پائے تھے۔

سبحان اللہ جس قدر املاک فیروز شاہ کے قبضے میں تھیں کسی بادشاہ دہلی کو میسر

نہ ہوئی ہوں گی۔ شاہی املاک کی کثرت اس درجہ پہنچ گئی کہ املاک خاص کے عہدہ دار

علیحدہ مقرر کئے گئے اور اس کا خزانہ جداگانہ قائم کیا گیا۔

اگر برسات کا موسم آتا اور بارش شدید ہوتی تو بادشاہ اپنے بعض مخصوص اہل دربار کو اس امر پر مقرر کرتا کہ یہ امرا ہر نہر کے دہانے کا دورہ کریں اور بادشاہ کو مطلع کریں کہ سیلاب کس مقام تک پہنچ گیا ہے۔ بارہا ایسا ہوا ہے کہ مؤرخ عفیف کے پدر و پسر اور اس امر کی تشخیص کے لئے دربار شاہی سے مقرر کئے گئے ہیں کہ نہروں کے کنارے سفر کر کے اس امر کا اندازہ لگائیں کہ سیلاب کہاں تک پہنچا ہے۔

اگر بادشاہ کو معلوم ہوتا کہ سیلاب نے ایک بہت بڑے حصۂ ملک کو سیراب کر دیا ہے اور نہروں کا پانی مشرق سے مغرب تک پہنچ گیا ہے تو بادشاہ بیحد خوش ہوتا اور اپنے جامے میں پھولا نہ سماتا۔ اگر کوئی قریہ یا قصبہ ویران و تباہ ہو جاتا تو اس مقام کے عہدہ داروں سے شدت و سختی کے ساتھ بازپرس کی جاتی تھی۔

ساتواں مقدمہ

فیروز شاہ کا مؤرخ کے پیر و مرشد سے ہانسی میں ملاقات کرنا

نقل ہے کہ فیروز شاہ صاحب فیروزی ناصر مؤرخ کے پیر و مرشد سے ملاقات کرنے کے لئے ہانسی حاضر ہوا۔ واضح ہو کہ اس زمانے میں حضرت شیخ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز مؤرخ کے مرشد کے پیر و مرشد نے آنجہان فانی سے رحلت فرمائی اور مؤرخ کے پیر و مرشد جانشین خانقاہ پر رونق افروز تھے۔

فیروز شاہ حضرت کی خانقاہ کے قریب پہنچا اور جناب شیخ نے ارادہ کیا کہ بادشاہ کی تعظیم کے لئے سجادۂ ارشاد پر کھڑے ہوں لیکن فیروز شاہ نے حضرت کو قسم دے کر اس تعظیم سے منع فرمایا۔

ملاقات کے بعد مصافحہ ہوا اور پیر و بادشاہ برگزیدۂ خلائق ایک ہی جگہ بیٹھے اور حضرت شیخ نے قاعدے کے مطابق وعظ و نصیحت شروع کی۔

مقررہ گفتگو کے بعد فیروز شاہ نے شاہانہ انداز میں کلام شروع کیا اور حضرت شیخ سے عرض کیا کہ میں نے بعض بندگان خدا کی آسائش دارین کے لئے اور اہل اسلام کو راحت

پہنچانے کی غرض سے حصار فیروزہ تعمیر کیا ہے اگر جناب شیخ بھی رحمت و شفقت کے لحاظ سے
اس حصار میں قیام فرمائیں تو بہت مناسب ہوگا۔

حضرت کے قیام کے لئے خانقاہ تعمیر کر دی جائے گی اور مصارف خانقاہ
کے لئے بہر صادر و وارد کے لحاظ سے اخراجات مقرر کر دئے جائیں گے۔

حضرت شیخ اگر حصار میں قیام فرمائیں گے تو امید ہے کہ حضرت کے قدوم کی برکت
سے اہل حصار تمام بلیات و گردش روزگار سے محفوظ رہیں گے۔

حضرت شیخ نے فرمایا کہ دعاگو کا حصار میں قیام کرنا فرمان شاہی خیال کیا جائے گا
یا خود دعاگو کا اختیاری فعل ہوگا۔ فیروز شاہ نے فرمایا کہ خدا ایسا نہ کرے کہ میں حضرت کو
کسی قسم کا حکم دوں اگر حضرت شیخ خود قیام اختیار فرمائیں تو حصار کی سعادت اور اہل حصار
کی خوش قسمتی ہوگی۔

جناب شیخ نے فرمایا کہ دعاگو کا اختیاری مقام یہی شہر ہانسی ہے جو دعاگو کے جد و جد
کا مسکن ہے اور حضرت شیخ الاسلام فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمۃ و حضرت محبوب الٰہی نے
اسلاف کو یہ مقام عطا فرمایا ہے۔

فیروز شاہ نے حضرت شیخ کے جواب کو بہت پسند فرمایا اور کہا کہ مناسب یہی ہے
کہ حضرت اسی شہر ہانسی میں قیام فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم سے امید ہے کہ حضرت کی برکات سے حصار فیروزہ
تمام آفات ارضی و سماوی سے محفوظ و آباد و معمور رہے گا۔

سبحان اللہ جو کلمہ فیروز شاہ کی زبان پر جاری ہوا آخر میں اس کا ظہور ہوا یعنی
اسی آخری دور میں جبکہ سنگ دل گروہ نے خدا کی مشیت کے مطابق دہلی کو
تاخت و تاراج کیا اور اہل اسلام و دیگر افراد کا مال و اسباب تباہ و برباد ہوا تو حضرت شیخ
کے قدوم کی برکت سے اہل ہانسی قطعاً محفوظ رہے بلکہ حصار فیروزہ کا وہ حصہ بھی جو
حصار ہانسی کے مضافات میں داخل ہو چکا تھا تمام بلیات سے محفوظ و مامون رہا۔

انشاء اللہ تعالیٰ شہر ہانسی کا تمام حوادث سے محفوظ رہنا اور حضرت شیخ کی
کرامت سے اہل شہر کا محفوظ رہنا جس کا مفصل بیان اس تصنیف کا ایک اہم ترین
مقصد ہے آخر کتاب میں شرح و بسط کے ساتھ ہدیۂ ناظرین کیا جائے گا۔

واضح ہو کہ مؤرخ عفیف کا ایک مقصد اس تاریخ کی تالیف سے یہ ہے کہ اس واقعے کو مفصل بیان کرے۔

آٹھواں مقدمہ

فیروز شاہ کا دریائے جمن کے ساحل پر فیروز آباد آباد کرنا

نقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ کو خیال پیدا ہوا کہ شہر فیروز آباد بسائے۔ بادشاہ نے اس امر کے لئے کوشش شروع کی اور دہلی کے جوار میں اکثر مقامات کی محض انتخاب کی غرض سے سیر کی۔

آخر کار بادشاہ نے دریائے جمنا کے ساحل پر ایک قطعۂ زمین اختیار فرمائی۔ واضح ہو کہ فیروز آباد کی بنا بادشاہ کے بار دوم لکھنوتی روانہ ہونے سے قبل کی گئی۔

مختصر یہ کہ منتخب زمین میں کوشک کی تعمیر شروع ہوئی اور عمارت کے عہدہ دار و ماہر و تجربہ کار کاریگر تعمیر میں مصروف ہوئے۔

تمام خانان و ملک بادشاہ نے بھی اس کوشک میں اپنے محل تعمیر کرائے۔

کہتے ہیں کہ فیروز آباد کی بنا میں اٹھارہ مواضع کی زمین شہر میں داخل ہو گئی چنانچہ قصبۂ اندریت دوسرا سرائے شیخ ملک یار پرانی دوسرا سرائے شیخ ابوبکر طوسی وزمین موضع کاویں وزمین کیشواڑہ وزمین اندھاولی وزمین سرائے ملکہ وزمین مقبرہ سلطان رضیہ وزمین بہاری وزمین جیرولیہ وزمین سلطان پور وغیرہ مواضع شہر میں داخل ہو گئے۔

فیروز آباد میں خدا کی عنایت و مہربانی سے اس قدر آبادی میں اضافہ ہوا کہ قصبۂ اندریت سے کوشک شکار تک تمام حصۂ ملک آباد و معمور ہو گیا۔

واضح ہو کہ اندریت سے کوشک شکار تک پانچ کوس کا فاصلہ ہے جس میں ایک کوس سے دوسرے کوس تک مسلسل آبادی پائی جاتی ہے۔

مخلوق نے شہر میں پکے کے پختہ مکانات تعمیر کرائے اور اس قدر کثرت سے مساجد

تعمیر کرائیں کہ ان کا شمار مشکل ہے۔

شہر میں ہر قسم کے طویل بازار قائم ہوئے اور یہاں کے باشندے خوش حال و فارغ البال ہوئے۔

اسی طرح شہر میں آٹھ مساجد تعمیر کی گئیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

ایک مسجد خاص، مسجد نائب باربک، مسجد ملک بحر شحنہ، مسجد ملک نظام الملک، مسجد جمعہ، درگاہ شکار، مسجد اندرپت۔

یہ آٹھوں مسجدیں بہت بزرگ اور اس قدر بڑی تھیں کہ ہر مسجد میں دس ہزار نمازی نماز پڑھ سکتے تھے۔ عجیب بات یہ ہے کہ سلطان فیروز شاہ کے چالیس سالہ دور حکومت میں شہر دہلی و فیروز آباد میں ہمیشہ پانچ کوس کا فاصلہ رہا۔

خلائق شہر اپنی ضروریات کے پورا کرنے اور نیز اپنے دیگر تعلقات کی وجہ سے دہلی سے فیروز آباد آتے اور اسی طرح فیروز آباد سے دہلی جاتے تھے۔

غرضکہ اس پانچ کوس کی مسافت میں جو دہلی و فیروز آباد کے درمیان میں تھی، خلائق کی آمد و رفت شبانہ روز مور و ملخ کی طرح جاری تھی۔

اس پانچ کوس کے فاصلے میں خلقت مور و ملخ کی طرح آمد و رفت رکھتی تھی۔

آمد و رفت کے لئے ہنگامی بیلوں کا گروہ سواریاں، جانور اور گھوڑے تیار رکھتے تھے۔

جس وقت بھی کوئی شخص دہلی سے فیروز آباد یا فیروز آباد سے دہلی کی روانگی کا ارادہ کرتا تو گاڑی، بیل یا گھوڑا جو سواری وہ پسند کرتا اختیار کر کے چند جیتل مقررہ کرایہ ادا کرتا تھا اور ایک ہی وقت میں اپنی منزل مقصود کو پہنچ جاتا تھا۔

اس کے علاوہ کہاروں کا ایک گروہ ڈولے لئے ہوئے ہر وقت حاضر رہتا تھا اور جو شخص چاہتا ڈولے پر سوار ہوتا تھا۔

فی کس کرایہ گاڑی کا چار جیتل، بیل کا چھ جیتل اور گھوڑے کا بارہ اور ڈولے کا نیم تنکہ مقرر تھا۔ غرضکہ اسی طریقے پر چالیس سال کامل یہ راہ جاری رہی اور مزدوروں کا ایک گروہ شہر سے نزدیک و دور کرائے میں مشغول ہوتا تھا اور ان کی زندگی بخوبی بسر ہوتی تھی۔

سبحان اللہ ایسا آباد و معمور شہر جو آسمان کبود کے نیچے دارالملک دہلی کے نام سے مشہور ہے، خدا کی مشیت اور اس کے حکم سے اس درجہ تباہ و برباد ہو گیا اور اس شہر کی خلقت و رعایا مرضی و تقدیر الٰہی کے مطابق مغلوں کے ہاتھ سے تباہ و تاراج ہوئی اور باقی ماندہ اطراف میں آوارہ وطن ہو گئی۔ سچ ہے کہ خدا کی مشیت و مرضی میں دم مارنے کی مجال نہیں ہے۔

زوال مقدمہ

ظفر خاں کا سنار گاؤں سے فریاد رسی کے لئے بادشاہ کی قدم بوسی کو حاضر ہونا

نقل ہے کہ فیروز شاہ حصار فیروزہ کی تکمیل میں حد سے زیادہ کوشش کر رہا تھا کہ خان اعظم ظفر خاں سنار گاؤں سے قدم بوسی کے لئے حاضر ہوا۔

اس امیر کی حاضری کا قصہ معتبر روایت کے مطابق یہ ہے کہ شمس عفیف سے راست گفتار اشخاص نے یہ بیان کیا کہ ظفر خاں بادشاہ سنار گاؤں کی سلطان فخرالدین کا داماد تھا۔

واضح ہو کہ سنار گاؤں تخت گاہ پنڈوہ سے قبل کا آباد کیا ہوا ہے اور اس سے فاصلے پر ہے۔

فیروز شاہ کی اوّل واپسی کے بعد سلطان شمس الدین کشتی میں سوار ہو کر چند روز میں سنار گاؤں پہنچا۔

سلطان فخرالدین جس کو عام اشخاص فخرا کہتے ہیں سنار گاؤں میں عیش میں زندگی بسر کر رہا تھا۔

سلطان شمس الدین نے فخرالدین کو زندہ گرفتار کر کے اسی دم قتل کیا اور سنار گاؤں پر قابض ہو گیا۔

سلطان فخرالدین ان حوادث میں مبتلا ہوا اور اس کے اعوان و انصار متفرق و پراگندہ ہو گئے۔ ظفر خاں اس زمانے میں تمام عمال کے کاغذات کی تحقیقات

اور تحصیل مال کے لئے مملکت سنار گاؤں میں دورہ کر رہا تھا۔

ظفر خاں نے یہ داستان سنی اور بید کی مانند خوف سے لرزنے لگا۔

خان مذکور سنار گاؤں سے فراری ہو کر جہاز میں سوار ہوا اور دریا کی مشکل و خطرناک راہ طے کر کے ایک مدت کے بعد بے شمار حیلہ و تدبیر سے جہاز میں دریا کا سفر طے کیا۔

خان مذکور بیزار وقت و خرابی ٹھٹھہ میں وارد ہوا اور ٹھٹھہ سے دہلی پہنچا۔

مختصر یہ کہ ظفر خاں نے بادشاہ کی قدمبوسی حاصل کی اور اس امیر کے حالات کا معروضہ بادشاہ کے حضور میں پیش ہوا۔

فیروز شاہ اس زمانے میں حصار فیروزہ میں مقیم تھا۔

بادشاہ نے نہایت شان و شوکت کے ساتھ دربار عام آراستہ کیا' اور ہر شخص کو بار عطا ہوا۔

تمام خانان و ملوک بادشاہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور ہر شخص اپنے مناسب مقام پر استادہ ہوا۔

مؤرخ عفیف نے ظفر خاں کی حاضری و پائے بوسی کا قصہ اپنے والد ماجد کی زبان سے سنا جو اس زمانے میں بادشاہ کے خادم خاص تھے۔

مؤرخ کے والد ماجد نے بیان کیا کہ ظفر خاں بادشاہ کے حضور میں لایا گیا اور خان مذکور نے کمال حجاب سے آداب بجا لایا۔

ظفر خاں داب بادشاہی و رعب دربار سے بے ہوش ہو گیا' اس لئے کہ اس نے لکھنوتی میں کبھی ایسا دربار نہ دیکھا تھا۔ غرضیکہ ظفر خاں نے ایک خدمتی فیل بادشاہ کے حضور میں پیش کیں اور شرف قدمبوسی حاصل کیا۔

مختصر یہ کہ بادشاہ دین پرور نے رحم و کرم سے کام لیا اور ظفر خاں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اب تم مطمئن رہو اور کسی طرح کا اندیشہ و خوف دل میں نہ لاؤ۔ اگرچہ تم نے بے حد غم برداشت کئے اور بے انتہا خوف و خطر کی وجہ سے تم پر خواب و خور حرام ہو گیا ہے لیکن خدا کا شکر ادا کرو کہ تم اپنے مقاصد میں کامیاب ہوئے اور تمہارے سنار گاؤں کی املاک سے دو چند تم کو یہاں عطا کیا جائے گا۔

غرضکہ ظفر خاں نے خاص بندگان بادشاہی کی طرح سرزمین پر گرا اور فیروز شاہ کی تعریف میں چند کلمات عرض کیے۔ ظفر خاں نے عرض کیا کہ بندہ سکون سے اپنے وطن میں اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرتا اور اہل اسلام کی حفاظت کر رہا تھا کہ سلطان شمس الدین ابدی نے جو بادشاہ کا ضرب خوردہ و طمانچہ زدہ وزیر ایران بارگاہ سے شکست خوردہ ہے مکاری سے کام لیا اور یکایک سنار گاؤں میں وارد ہو کر سلطان فخر الدین کو زندہ گرفتار کر لیا۔ پروردگار عالم نے اس بندہ درگاہ کو دشمنوں کے شر سے نجات دی۔

خود میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ سلطان شمس الدین سے میرا انتقام دنیا کا کوئی تاجدار نہیں لے سکتا صرف اگر خداوند عالم بادشاہ گیتی پناہ توجہ فرمائیں تو ممکن ہے کہ فدوی اپنی مراد کو پہنچے۔

یہ بندہ تمام عالم میں سرگرداں و پریشان پھر کر خداوند عالم کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہے تاکہ حضرت شاہ اپنی وجاہت بادشاہی سے اس مظلوم و مغموم کا انتقام دشمن سے لیں اور انصاف فرمائیں۔

ظفر خاں نے اپنی تقریر ختم کی اور بادشاہ نے نہایت عزت و جاہ کے ساتھ جواب دیا کہ تم مطمئن رہو اور دیکھو کہ خدا کی مرضی کیا ہے۔

ظفر خاں اور اس کے رفقا نے شرف قدم بوسی حاصل کیا اور ان کو زر دوزی زربفت خلعت عطا ہوئے۔

ظفر خاں کو اول ہی روز بادشاہ نے بعینہٖ جامہ شوئی تیس ہزار تنگے نقرت کے اور آئین سلطانی کے مطابق ہی کہ ظفر خاں کا خطاب بھی عطا کیا۔

فیروز شاہ نے ظفر خاں اور اس کے اعوان و انصار کے لیے چار لاکھ کی رقم بطور انعام مقرر کی۔

ظفر خاں کے ہمراہ بہت سوار اور بے شمار پیادے تھے۔

خان مذکور کو نائب وزیر کا عہدہ بھی عطا ہوا لیکن آخر میں یہ امیر وزیر دار سلطنت قائم ہوا جیسا کہ مورخ عفیف اس سے پیشتر تحریر کر چکا ہے۔

غرضکہ ظفر خاں بادشاہ کے حضور سے بہت خوش و کامیاب واپس آیا اور

اور فارغ البال و مرفہ الحال اپنے مقام پر زندگی بسر کرنے لگا۔

دوسرے روز آفتاب افق مشرق پر طلوع ہوا اور فیروز شاہ نے بے حد شان و شوکت کے ساتھ دربار عام کیا۔ ظفر خان غمگین و رنجیدہ حاضر ہوا اور بے حد پریشانی کے عالم میں اس نے تین بار زمین ادب کو بوسہ دیا۔

فیروز شاہ نے ظفر خان کو دیکھ کر اس سے دریافت کیا کہ میں تجھ کو تمام حاضرین میں زیادہ فکر مند پاتا ہوں۔ ظفر خان نے بار دیگر زمین ادب کو بوسہ دے کر عرض کیا کہ بادشاہ کو معلوم ہے کہ اہل عجم سکون سے عاری اور مظلوم میرے جیسے ہوتے ہیں اور ضبط و ثبات کو ہاتھ سے کھو بیٹھتے ہیں۔ اگر بادشاہ اپنی عنایت خاص سے اس بندے پر رحم و کرم فرمائیں اور میرے احوال پر متوجہ ہو کر فریاد رسی کریں تو البتہ میری خاطر پریشان کو تسلی ہو سکتی ہے۔

ظفر خان نے بادشاہ کے حضور میں یہ تقریر کی اور فیروز شاہ نے اس سے کہا کہ تم اس وقت دہلی میں خان جہاں کے پاس جاؤ ہم بھی تمہارے عقب میں روانہ ہوتے اور خدا کے حکم کا انتظار کرتے ہیں۔

ظفر خان نے بادشاہ سے رخصت ہو کر خان جہاں سے ملاقات کی اور اس امیر نے بھی خان مذکور پر نوازش فرما کر بے حد تسکین و تشفی کی۔

خان جہاں نے ظفر خان کو چتر سیری میں جو علائی بارہ کا مقام تھا فروکش ہونے کی دعوت دی۔

چند روز کے بعد فیروز شاہ بھی دہلی سے برآمد ہوا اور خان جہاں سے ظفر خان کے متعلق گفتگو کی۔

فیروز شاہ نے خان جہاں سے کہا کہ ظفر خان اپنا انتقام لینے ہمارے پاس حاضر ہوا ہے۔ اس معاملے میں تمہاری کیا رائے ہے۔

خان جہاں نے عرض کیا کہ سلطان شمس الدین بادشاہ دین پناہ سے خائف ہوا اور چونکہ یہ فرماں روا صاحب قوت و شوکت تھا اس نے خیال کیا کہ جزیرہ اکدالہ میں قیام کرنا مناسب ہی ہے۔

اس فرماں روا نے یہ طے کر کے کہ سنار گانوں تمام ممالک بنگالہ کے مقابلے میں قصبہ میں واقع ہے اس لئے اسی شہر میں قیام کرنا اور دشمن سے اپنے کو محفوظ رکھنا

بہتر و مناسب ہے۔

اس خیال کی بنا پر شمس الدین نے سنار گانوں پر حملہ کر کے اس ملک کو فتح کیا اور شہر پر خود قابض ہو گیا۔

سنار گانوں کی رعایا پریشان ہو کر بادشاہ عالم پناہ کی درگاہ میں فریاد رسی کے لئے حاضر ہوئی۔

اگر حضرت شاہ ملک بنگالہ میں تشریف لے جا کر اس ظالم کو سزا دیں گے تو حضرت کا نام نیک دنیا میں باقی رہے گا اور تمام مخلوق ہمیشہ یہی کہے گی کہ فریاد رس فیروز شاہ نے مظلوم افراد کی فریاد رسی فرمائی۔

وزیر نے اپنی رائے عرض کی اور فیروز شاہ نے فرمایا کہ تم خدا کی عنایت پر بھروسہ کر کے بنگال کے سامان سفر کا انتظام کرو۔

دسواں مقدمہ

فیروز شاہ کا بار دوم لکھنوتی کی جانب روانہ ہونا

نقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ نے بار دوم لکھنوتی کا سفر کیا۔

اس مرتبہ بادشاہ نے آئین جہانداری و مراسم بادشاہی کے مطابق حشم و لشکر کو انعام و اکرام سے مالا مال کیا اور ہر خاص و عام پر نوازش فرمائی۔

غرضکہ بادشاہ کے جود و عطا سے ہر شخص رنج و غم سے آزاد ہو کر ملتی سفر کی منزلیں طے کرنے لگا

بار اول کی طرح اس مرتبہ بھی اسی ہزار سوار و بے شمار پیادے اور چار سو ستر ہاتھی اور بند کشتیاں فیروز شاہ کے ہمراہ تھیں۔

اس کے علاوہ اس مرتبہ بادشاہ کی سعی و کوشش سے بعید اشخاص دہلی میں جمع ہو گئے اور یہ گروہ بھی لکھنوتی کی مہم پر روانہ کیا گیا۔

اسی طرح دو دہلیز اور دو بارگاہ و دو خوابگاہ و دہلیز مطبخ و مراتب اور

ایک سو ہاتھی نشان ہر قسم کے اور شتری و قمری ماہیچے جو ماہی و ماہ اور طبل بادشاہ کے ہمراہ تھے۔

غرضکہ بادشاہ اس شان و شوکت و جاہ و جلال کے ساتھ روانہ ہوا اور اس کے ہمراہ جرار لشکر جس میں نامور و مشہور جنگجو دلیر اور سپاہی شامل تھے بنگالے کے سفر کو راہی ہوئے۔

خان جہاں جو صاحب فہم و فراست وزیر تھا بادشاہ کی نیابت میں دہلی میں مقیم رہا۔

خان اعظم تاتار خاں چند منزل بادشاہی نشان کے ہمراہ سفر کرتا رہا اور اس کے بعد بادشاہ نے اس کو واپس کر دیا اور حصار فیروزہ کی جانب روانہ ہونے کا حکم دیا۔

اس زمانے میں مؤرخ عفیف کے والد نے جو بادشاہ کے مقرب ملازم داخل دربار تھے، خاکسار عفیف سے بیان کیا کہ تاتار خاں کو واپس کرنے کی وجہ یہ ہے کہ فیروز شاہ آغاز جلوس میں گاہ گاہ شغل شراب کرتا تھا اور اس بادہ نوشی میں احتیاط برتتا تھا۔

فیروز شاہ نے ایک مقام پر نزول فرمایا اور امور جہانداری میں ہر قسم کی ہوشیاری و بیداری سے کام لیتا تھا۔

اتفاق سے ایک روز نماز صبح کے بعد بادشاہ کے لئے شراب لائی گئی۔
عجیب و غریب شراب تھی جس سے بادشاہ شغل کرتا تھا۔

یہ شراب مختلف رنگ کی ہوتی اور زعفرانی و لال و سپید ہر طرح کا بادہ بادشاہ کے حضور میں پیش ہوتا تھا جس کا مزہ بہت شیریں و خوشگوار ہوتا تھا۔

بادشاہ کی طرح شاہی امرا و اہل دربار بھی مختلف قسم کی شراب استعمال کرتے تھے۔

فیروز شاہ نے نماز و وظائف سے فراغت حاصل کر کے بادہ نوشی کا ارادہ کیا ہی تھا کہ اس وقت پاسبان نے تاتار خاں کی حاضری کی اطلاع دی۔

رو دار کیا کہ تاتار خاں سے معذرت کر کے اس کو واپس کر دے۔

فتح خاں نے ہر چند اصرار کیا کہ تاتار خاں واپس ہو لیکن اس امیر نے واپسی سے انکار کیا۔

تاتار خاں بارگاہ شاہی کے روبرو بیٹھ گیا اور کہا کہ مجھ کو ایک ضروری عرض پیش کرنا ہے میری حاضری ضروری و لابدی ہے۔

فیروز شاہ کو اس واقعے سے اطلاع ہوئی۔

بادشاہ اس وقت شیر کی طرح پلنگ پر بیٹھا ہوا تھا لیکن تاتار خاں کو اپنے حضور میں طلب کرنے کے بعد پلنگ سے اترا اور نہالچے پر بیٹھ گیا اور شراب کے ظروف پلنگ کے نیچے پنہاں کر دئے اور پلنگ پر ایک چادر بچھا دی۔

تاتار خاں حاضر ہوا اور اس نے پلنگ کے نیچے نظر کی اور دیکھا کہ علامات بادہ خواری موجود ہیں۔

خان مذکور اپنے دل میں بہت فکر مند ہوا اور قلیل مدت تک سر در گریبان بادشاہ کے روبرو بیٹھا رہا۔

اس مدت میں نہ بادشاہ نے ایک لفظ کہا اور نہ تاتار خاں نے کچھ عرض کیا۔

تھوڑی دیر کے بعد تاتار خاں نے مہر سکوت توڑی اور بہی خواہوں کی طرح عرض کیا کہ ہم اس وقت حریف سے مقابلہ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں اس وقت خلوص قلب سے توبہ کرنا لازم ہے۔

یہ وقت توبہ و استغفار کا ہے اس محل برکات سے فائدہ اٹھانا ضروری ہے اور ہر لمحہ خدا کی بارگاہ میں دعا کرنا مناسب و یقینی ہے۔

فیروز شاہ نے فرمایا کہ شاید میری ذات میں تم نے ناپسندیدہ اوصاف ملاحظہ کئے ہیں جو اس قسم کی تقریر کر رہے ہو ورنہ اس موقع پر اس گفتگو کا کیا محل ہے۔

تاتار خاں نے عرض کیا کہ بندے کو پلنگ کے نیچے مجھے علامات مے خواری نظر آتے ہیں۔

فیروز شاہ نے جواب دیا کہ ظفر خاں مجھ کو گاہ گاہ مے نوشی کا خیال ہوتا ہے اور کبھی کبھی اس کا شغل کرتا ہوں۔ تاتار خاں نے بار دگر عرض کیا کہ یہ موقع توبہ و استغفار کا ہے

اس وقت ان کو رات میں وقت ضائع کرنا مناسب نہیں ہے۔

اس موقع پر فیروز شاہ نے تاتار خاں سے فرمایا کہ میں یہ قسم عہد کرتا ہوں کہ جب تک تم لشکر شاہی میں رہو گے میں ہرگز مے نوشی نہ کروں گا۔

تاتار خاں نے خدا کا شکر ادا کیا اور وہاں سے واپس آیا۔

فیروز شاہ نے تاتار خاں کو رخصت کرنے کے بعد اس گفتگو پر غور کیا۔

بادشاہ کو خیال ہوا کہ تاتار خاں نے شاہی رعب و داب و بادشاہی عظمت و جلال کا لحاظ نہ کیا اور بے ادبانہ گفتگو کی۔

غرضکہ چند روز اس گفتگو کو گزرے اور فیروز شاہ نے کہا کہ چونکہ حصار فیروزہ دور ہے اور اس نواح میں اشرار کا مجمع بہت ہے، اس لئے اس خطہ ملک کی حفاظت بیحد ضروری ہے۔

بادشاہ نے تاتار خاں کو حصار فیروزہ بھیج دیا تاکہ وہاں کی مخلوق اطمینان و آرام کے ساتھ زندگی بسر کرے اور تاتار خاں بادشاہ سے رخصت ہو کر حصار فیروزہ روانہ ہوا۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہ خدا کی اعانت و کرم سے بہرہ اندوز ہو کر اودھ اور قنوج کے درمیان سفر کرتا ہوا جونپور پہنچا۔

اس زمانے تک جونپور آباد نہ ہوا تھا۔ بادشاہ اس مقام پر پہنچا اور خوش گوار مقامات و دلنشین صحرا دیکھ کر فیروز شاہ نے ارادہ کیا کہ اس مقام پر ایک بڑا شہر آباد کرے۔

فیروز شاہ نے چھ ماہ وہاں قیام کیا اور دریائے گومتی کے کنارے پر شہر آباد کیا اور سلطان محمد بن تغلق شاہ کے نام پر شہر کو موسوم کیا۔

چونکہ سلطان محمد کا نام جونا تھا شہر بھی جونا پور مشہور ہوا۔

بادشاہ نے خان جہاں کو دہلی میں اس واقعے سے اطلاع دی اور شہر کی حکومت خواجہ جہاں یعنی سلطان الشرق کو عطا کیا۔

مورخ خواجہ جہاں کے ابتدائی و انتہائی حالات سلطان محمد کے تذکرے میں معرض بیان میں لائے گا۔

غرضکہ فیروز شاہ نے چھ ماہ کے بعد جون پور سے بنگالے کا رخ کیا اور متواتر کوچ کرتا ہوا جلد سے جلد بنگالہ وارد ہوا۔

اس زمانے میں سلطان شمس الدین نے وفات پائی اور اس کا فرزند سلطان سکندر باپ کا جانشین ہوا۔ سلطان سکندر نے فیروز شاہ کی آمد کی خبر سنی اور بادشاہی لشکر و حشم کے خوف سے مع اپنی تمام فوج کے جزیرہ اکدالہ کے درمیان روپوش ہو گیا۔

فیروز شاہ نے نہایت شان و شوکت کے ساتھ تمام جزیرے کا محاصرہ کر لیا۔

بادشاہ نے تمام لشکر کو آراستہ کر کے جنگ و جدل کا منتظر تھا اور بیدار و ہوشیاری کے ساتھ فوج و حشم کی حفاظت کر رہا تھا۔

گیارھواں مقدمہ

سلطان سکندر کا فیروز شاہ کے خوف سے قلعہ بند ہونا اور قلعے کے ایک برج کا گرنا

نقل ہے کہ فیروز شاہ بنگالے میں وارد ہوا اور حاکم بنگالہ بادشاہ کے خوف سے جزیرہ اکدالہ میں پناہ گزیں رہا۔

فیروز شاہی لشکر نے جزیرے کا محاصرہ کر لیا اور جنگ و قتال کا انتظار کرتا رہا۔

ہر جانب سے عراوہ و منجنیق کے ذریعے سے حصار کے اندر تیر و تفنگ کی بارش ہونے لگی۔

غرضکہ ہر دن رات کے اندر ہر روز متواتر جنگ ہونے لگی۔

چونکہ سلطانی لشکر حصار کے اندر سے باہر نہ نکلتا تھا اس لئے شب و روز جانبین کے جنگجو سپاہی قتال کا انتظار کر رہے تھے۔

تقدیر الٰہی سے ایک روز حصار سکندریہ کا ایک برج گر گیا جس کی وجہ یہ تھی کہ بالائے حصار کے پناہ گزیں افراد کثرت سے جمع تھے جن کا بوجھ برج سنبھال نہ سکا اور گر گیا۔

برج حصار کے گرتے ہی فیروز شاہی فوج درمیان میں آگئی اور ہر دو لشکر میں
شور برپا ہو گیا۔

دشمن نے جنگ کی تیاری کر کے معرکہ آرائی کا ارادہ کیا۔

اس شور و بے شمار غوغے کی آواز فیروز شاہ کے کانوں تک پہنچی اور فیروز شاہ نے
حاضرین درگاہ کی طرف نظر کی۔ اس درمیان میں شاہزادہ فتح خاں نے عرض کی کہ ممکن ہے
کہ بنگالے کا لشکر ہماری فوج پر حملہ آور ہوا ہو۔

فیروز شاہ نے فرمایا کہ شاہی جامہ لائیں اور بادشاہ خود سوار ہوگا
غرضکہ فیروز شاہ نے جامہ و چالیس پر کمال اسلحہ جسم پر لگائے اور گھوڑے پر
سوار ہو کر شور گاہ کی طرف چلا۔ اسی اثنا میں میدان کارزار کا شیر یعنی ملک حسام الملک
ابن نوادور سے نمودار ہوا اور جلد سے جلد بادشاہ کے قریب پہنچ گیا۔

اس امیر نے عرض کیا کہ خلائق کی کثرت کی وجہ سے حصار کا ایک برج گر گیا ہے اگر
بادشاہ ارشاد فرمائیں تو ہماری فوج فوراً بالائے حصار پہنچ کر حریف پر غالب آئے اور
اس کو تباہ و تاراج کرے۔

فیروز شاہ نے یہ سن کر تامل کیا اور اس کے بعد جواب میں فرمایا کہ حسام الدین
بغیر ہمارے لشکر کے حصار میں داخل ہونے کے یہ قلعہ فتح ہو جائے تو بہتر و مناسب ہے
اس لئے کہ اہل حصار کو تاراج کرنے میں اس امر کا احتمال ہے کہ ہزارہا عفت مآب پردہ نشین
عورات بدکاروں اور نااہل افراد کا شکار ہوں گی۔ تم آج صبر کرو اور خدا کے حکم کے منتظر رہو۔

اس روز تمام فوج سلطانی بالائے حصار جانے کی منتظر تھی لیکن بادشاہ کا یہ حکم
سنتے ہی ہر شخص اپنے مقام پر رک گیا۔

غرضکہ دن تمام ہوا اور شب کے وقت ماہتاب طلوع ہوا اور اہل حصار نے
شبا شب با ہمدگر محنت و مشقت کر کے برج کو درست کر لیا اور کارزار کے لئے
مستعد ہوئے۔

معتبر و راست گفتار راویوں نے مورخ عفیف سے بیان کیا ہے کہ حصار اکدالہ
گلین قلعہ تھا جس کے اوپر برج تیار کیا گیا تھا اور جانبین کا لشکر جنگ و جدال میں مشغول تھا۔
غرضکہ چند مدت ہر دو فریق برابر معرکہ آرائی میں مصروف رہے جیسا کہ امید

بیان ہو چکا ہے لیکن آخرش حصار کے اندر چارہ و غلہ کم ہوا اور اہل جنگ کو کلفت لاحق ہوئی۔
ادھر فریقین کے پیادہ و سوار و پیادے جنگ و جدال سے تنگ آئے لیکن
آخر میں اللہ تعالیٰ نے صلح کی راہ پیدا فرمائی جیسا کہ خواجہ نظامی نے فرمایا ہے۔

بارھواں مقدمہ

سلطان سکندر کا فیروز شاہ سے صلح کرنا اور چالیس ہاتھی عطا کرنا

نقل ہے کہ سلطان سکندر محاصرے سے بے حد پریشان ہوا اور اپنی جان سے بیزار ہو گیا۔

سکندر شاہ نے اپنے مآل کار پر غور کیا اور وزراء سے مشورہ طلب کیا۔

سکندر شاہ نے کہا کہ ہماری رعایا سخت مشکل میں گرفتار ہے ایسی حالت میں غور و فکر سے کام لے کر اس اژدہے کو ملک سے باہر کرنا چاہیے۔

سلطان سکندر کے اہل دربار نے عرض کیا کہ عالم اسباب کا مقررہ قاعدہ ہے کہ زیر دست کبھی بالا دست افراد پر غالب نہیں آ سکے اور ظاہر ہے کہ خدا کی مشیت و پروردگار کی مرضی کا تقاضا یہی ہے۔ اگر بادشاہ ارشاد فرمائیں تو ہم کسی ہوشمند شخص کو وزراء فیروز شاہی کے دربار میں گفتگو کے صلح کے لئے روانہ کریں اور جہاں تک ممکن ہو نرمی و نصائح سے خلقت کو محفوظ رکھیں۔

سلطان سکندر نے اس تقریر کا جواب نہ دیا اور خاموش رہا۔

وزراء سکندری بادشاہ کے دربار سے رخصت ہوئے اور باہم مشورہ کیا۔ ان وزراء میں یہ طے پایا کہ بادشاہ نے اگرچہ صراحتاً ہماری تقریر کا جواب نہیں دیا ہے لیکن ہماری گفتگو سن کر سکوت فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ سکوت ہی رضامندی کی علامت ہے۔

غرضکہ سلطان سکندر کے وزیروں نے ایک صاحب فہم و فراست شخص کو وزراء فیروز شاہی کی خدمت میں روانہ کر کے نہایت نرم نصیحت آمیز پیام سے

صلح کی گفتگو ان الفاظ میں شروع کی کہ ہماری عقل میں نہیں آتا کہ اس جنگ و جدال کا جس میں طرفین سے اہل اسلام قتل و ہلاک ہوں سبب کیا ہے۔

یہ امر مسلّم ہے کہ اگر بادشاہان صاحب جاہ کینہ وری یا کسی دوسرے سبب سے دشمن سے معرکہ آرائی کریں اور اس جنگ و جدال میں مسلمانوں کو جانی و مالی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو وزرائے صاحب عقل کا فریضہ ہے کہ اپنی فہم و فراست و حسن خوبی سیاست سے بادشاہ کو ایسی معرکہ آرائی سے باز رکھیں۔

ظاہر ہے کہ سلطان فیروز شاہ نے دیگر سلاطین جہاں کی شکل تقلید کی اور اس ملک پر حملہ آور ہوا۔ بادشاہ کے حملہ کرتے ہی شمشیر زنی شروع ہوئی اور اہل اسلام و ذمی و آفاقی غرضکہ ہر گروہ کو شدید مضرت و نقصان پہنچنا شروع ہوا۔

آپ حضرات کو جو فیروز شاہ کے وزراء عظیم ہیں لازم ہے کہ بادشاہ کو نصائح کر کے اس ملک سے واپس فرمائیں۔ ہم یہ بھی عرض کر دینا ضروری خیال کرتے ہیں کہ سلطان سکندر کی جانب سے سوا خیال صلح کے اور دوسرا ارادہ نہیں ہے۔

غرضکہ شاہ بنگالہ کے وزراء نے فیروز شاہی مقرب اہل دربار کو ان الفاظ میں اور مثل دوستان بہی خواہ کے نصیحت کی اور فیروز شاہی وزراء مثل نیک خواہ احباب کے ایک مقام پر جمع ہوئے اور اپنی فہم و فراست و عقل و سیاست کی بناء پر اس رائے پر متفق ہوئے کہ عقل و ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ ہم سلطان سکندر کے وزراء کی نصیحت اور اُن کے پیغام صلح کو قبول کریں اور بادشاہ کے حضور میں اس پیغام صلح کو مناسب الفاظ میں عرض کر کے انتظار کریں۔ غرضکہ وزراء و مقرب اہل دربار فیروز شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ سلطان سکندر کے وزراء نے بادشاہ کے جاں نثار گروہ کو پیغام دیا ہے اگر بادشاہ کا حکم ہو تو بہی خواہ دولت پیغام مذکور حضرت کے حضور میں عرض کریں۔

فیروز شاہ نے فرمایا کہ ضرور بیان کرو اور حتی الامکان راست گفتاری سے کام لو۔

وزراء نے عرض کیا کہ حریف نے عاجزانہ طریقہ اختیار کیا ہے اور بے حد منت و زاری کی ہے۔ ایسی حالت میں اس کے عجز کا لحاظ کرنا مناسب ہے اور

اور اس کے الفاظ و پیغام کو قبول کرنا ضروری ہے۔

ظاہر ہے کہ سلطان سکندر صلح کا خواہاں ہے اور اگر حضرت شاہ بھی جنگ سے کنارہ کشی فرمائیں تو اہل اسلام کے درمیان جو جنگ و جدال ہو رہی ہے وہ قطعاً موقوف ہو جائے۔

فیروز شاہ یہ تقریر سن کر خاموش ہوا اور غور و فکر کرنے لگا۔

بادشاہ نے بعد تامل کے بعد فرمایا کہ تم وزراء کی رائے معاملات سلطنت و امور جہانداری میں عین میری رائے ہے اس لئے اہم سلطنت کے بہتری چاہ ہو جیسا کہو۔ لیکن صلح کی شرط یہ ہے کہ خان اعظم ظفر خاں کو سنار گاؤں کا تخت حکومت عطا کیا جائے۔

فیروز شاہ نے مشروط صلح کو منظور فرمایا اور مقربان شاہی بادشاہ سے رخصت ہوئے اور انھوں نے مشروط صلح سے وزراء نے سلطان سکندر کو اطلاع دی۔

سکندری وزراء نے بعد عاجزی کے ساتھ تحریر کیا کہ ایک معتبر شخص بطور قاصد روانہ کیا جائے تاکہ ہر دو فرمانروا کے درمیان صلح بخوبی طے پا جائے۔

غرضکہ اس جانب سے خان اعظم ہیبت خاں بطور قاصد صلح کا پیغام لے کر شاہ بنگال کے دربار میں حاضر ہوا۔

غرضکہ ہیبت خاں حصار اکدالہ کے اندر سکندر خاں کی خدمت میں حاضر ہوا۔

ہیبت خاں نے پیشتر سلطان سکندر کے وزراء سے ملاقات کی اور تمام وزراء جمع ہو کر خان مذکور کو سکندر خاں کے حضور میں لے گئے۔

اگرچہ سکندر خاں کو جانبین کے وزراء کی گفتگو کا بخوبی علم تھا لیکن قصداً اپنے کو بے خبر ظاہر کیا۔

ہیبت خاں نے سلطان سکندر کے حضور میں حاضر ہو کر بعد فصیح و شیریں الفاظ میں بادشاہ کی تعریف کی اور زمین خدمت کو بوسہ دے کر ایلچیوں کی طرح مودب استادہ ہو گیا۔

صحیح روایت یہ ہے کہ ہیبت خاں خود بھی بنگال کا باشندہ تھا اور اس کے

دو فرزند سکندر خاں کے ملازم تھے۔

ہیبت خاں نے بیحد عقل و فراست کے ساتھ صلح انگیز و محبت خیز گفتگو کی۔

اس موقع پر سلطان سکندر نے کہا کہ حضرت فیروز شاہ میرے مخدوم و ولی نعمت ہیں میرے عمر بزرگوار ہیں میری یہ مجال نہیں کہ میں ممدوح کے مقابلے میں معرکہ آرائی کروں۔

ہیبت خاں نے قاصدانہ انداز میں جو کچھ بادشاہ سے عرض کیا بیحد مناسب و برمحل تھا۔

خان مذکور نے نرم و گرم ہر قسم کے الفاظ میں تقریر کی۔

ہیبت خاں نے یہ معلوم کر کے کہ سلطان سکندر نے بھی الفاظ صلح انگیز میں تقریر کی، عرض کیا سلطان فیروز شاہ کے اس سفر کا مقصد یہ ہے کہ حضرت شاہ سنارگاؤں کی حکومت ظفر خاں کو عطا فرمائیں۔

اس تقریر پر سلطان سکندر نے اور زیادہ محبت انگیز جواب دیا اور فرمایا کہ اگر عم نامدار کا یہ منشا ہے تو میں بھی اس کو قبول کرتا ہوں اور سنارگاؤں ظفر خاں کو عطا کرتا ہوں۔

اگر حضرت شاہ کا صرف یہی مقصد تھا تو اس کے لیے اس قدر مشقت کیوں گوارا فرمائی حضرت شاہ دہلی سے اس مضمون کا فرمان صادر فرماتے اور حضرت کے حکم کی تعمیل میں سنارگاؤں ظفر خاں کو حوالے کر دیا جاتا۔

ہیبت خاں بیحد خوش و مطمئن واپس ہو کر سلطان فیروز شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلطان سکندر کی گفتگو حرف بحرف بادشاہ سے عرض کی۔

فیروز شاہ نے دریافت کیا کہ سنارگاؤں کے بارے میں سکندر خاں نے کیا گفتگو کی۔

ہیبت خاں نے عرض کیا کہ سلطان سکندر نے جواب دیا ہے کہ اگر حضرت شاہ کی مرضی یہی ہے کہ ظفر خاں سنارگاؤں کی حکومت پر فائز ہو تو مجھ کو کوئی عذر نہیں ہے۔ حضرت اسی وقت ظفر خاں کو سنارگاؤں کی حکومت عطا فرما سکتے ہیں۔

فیروز شاہ اس تقریر سے بیحد خوش ہوا اور فرمایا کہ آج کے بعد سے خدا کے

فضل و کرم سے ہمارے درمیان تلوار فیصلہ کن نہ ہوگی۔

فیروز شاہ نے فرمایا کہ سلطان سکندر دلیر اور زادہ ہے اور امید ہے کہ ہم ہر دو فرمانروا کے دائرہ حکومت میں خدا کے فضل و کرم سے ہمیشہ امن و سکون رہے گا۔

غرضکہ ہیبت خان فیروز شاہ کے حضور میں واپس آیا اور راز کی گفتگو شروع کی اور عرض کیا کہ حضرت شاہ کے رعب و جلال و بے انتہا خوف سے سلطان سکندر بے حد مضطر و پریشان ہے۔ اگر حضرت شاہ شاہان نیک نام کی تقلید فرما کر کوئی شئے بطور انعام عطا فرمائیں تو مناسب ہے۔ سلطان سکندر خود ایسی عنایت کا بسر اپا طالب ہے اور امید ہے کہ حضرت کی ایسی شاہانہ نوازش کے معاوضے میں سلطان سکندر بھی حضرت کی خدمت بجا لائے گا۔

فیروز شاہ نے ایک بندہ درگاہ مسمی ملک قبول کو جو تورابند کے عرف سے مشہور تھا حصار اکدالہ میں روانہ کیا۔

بادشاہ نے فرمایا خدا کی معرفت ایک کلاہ دولت قیمتی اسی ہزار تنگہ جو مرصع و جواہر نگار تھی اور پانچ اسپ تازی ملک قبول کی معرفت بطور تحائف روانہ کئے۔

فیروز شاہ نے ملک قبول کو ہدایت کر دی کہ سلطان سکندر سے کہہ دے کہ آئندہ سے ہمارے اور اس کے درمیان تلوار نہ چلے گی۔

غرضکہ سلطان فیروز شاہ نے سفر کے دو منزل پر قیام کیا۔

ملک قبول حصار کے اندر گیا اور معتبر روایت کے مطابق خندق حصار کے کنارے جس کا عرض بیس گز تھا کھڑا ہوا۔

اس موقع پر ملک قبول نے اپنی جرأت کا اظہار کیا اور بجد سعی و کوشش سے اپنے گھوڑے کو کاوا دے کر چابک ماری اور گھوڑا کود کر خندق کے اس پار آ گیا۔

ملک قبول کے اس فعل سے تمام اہل بنگالہ حیران و متعجب ہوئے۔

مختصر یہ کہ ملک قبول شاہ بنگالہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور زمین بوس ہو کر سات مرتبہ اس کے تخت کے گرد گھوما اور کلاہ دولت جو فیروز شاہ نے روانہ کی تھی سلطان سکندر کے سر پر رکھی اور خلعت پہنایا۔

ملک قبول نے عرض کیا آپ اور سلطان فیروز شاہ ہر دو نیک نفس تاجدار ہیں

کیونکر دشمنی ہوسکتی ہے اس لئے کہ فیروز شاہ اُس کا عم نامدار اور آپ اُس کے برادر زادہ ہیں۔ اگر بادشاہ اپنی تاثیر محبت سے آپ کے ملک میں بطور مہمان تشریف لائے تو کیا مضائقہ ہے۔

جو شخص آپ حضرات کے درمیان کسی قسم کی عداوت و مخالفت کی گفتگو کرے اُس کا چنداں اعتبار نہیں ہے۔ اور آپ ہر دو فرماں رواؤں کو باہم جنگ و جدال نہ کرنا چاہیے۔

سلطان سکندر نے سوال کیا کہ تمھارا کیا نام ہے اور ملک قبول نے ہندی میں جواب دیا کہ اس کو تورا باندا کہتے ہیں۔ سلطان سکندر نے کہا کہ تمھارے ایسے کس قدر غلام اُس کے دربار میں موجود ہیں اور ملک قبول نے عرض کیا کہ میرا مرتبہ غلامی دوئم ہے میرے ایسے دس ہزار بندگان دولت تیغ اور دوم مرتبے کے موجود ہیں۔

سلطان سکندر اس گفتگو سے حیران ہوا اور اس صلح سے بہت خوش ہوا اور اُس کو اطمینان قلب حاصل ہوگیا۔

سکندر شاہ نے چالیس عدد ہاتھی اور دیگر بے شمار قیمتی اسباب بطور تحفہ روانہ کرکے یہ پیغام دیا کہ حضرت یقین رکھیں کہ اگر اس برادر زادے پر بادشاہ اسی طرح شفیق و مہربان رہیں تو ہر سال تحائف روانہ کرنے کی رسم جاری رکھی جائے۔

سبحان اللہ جب تک کہ ہر دو بادشاہ زندہ رہے کلاہ دولت و دیگر ہر قسم کے تحائف ارسال کرنے کا طریقہ جانبین سے جاری رہا چنانچہ اس واقعے سے ہر دو ممالک کی رعیت واقف و آگاہ ہے۔

جبکہ ان ہر دو بادشاہ نے رحلت فرمائی تو خلقت خدا نے اپنی راہ لی اور ہر شخص کا طریقہ بدل گیا۔

غرضکہ سلطان سکندر نے چالیس ہاتھی مع دیگر نفائس کے روانہ کرکے اپنے حالات سے اطلاع دی۔ یہ تحائف فیروز شاہ کی خدمت میں پہنچے اور بادشاہ بہت خوش ہوا اور ایک ہاتھی ملک قبول کو عطا کیا۔ فیروز شاہ ان تحائف کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور ملک قبول نے عرض کیا کہ سلطان سکندر نے عرض کیا ہے کہ اگر بادشاہ ظفر خاں کو ستار گانوں روانہ فرمائیں تو میں اُس ملک سے کنارہ کش ہو جاؤں گا۔

فیروز شاہ نے ظفر خاں کو طلب فرما کر اس کو حقیقت حال سے اطلاع دی اور فرمایا
کہ اگر تم مصلحت خیال کرو تو میں مع اپنے تمام لشکر کے ان حدود میں قیام کروں اور تم
سنار گاؤں روانہ ہو۔

ظفر خاں نے اپنے یاران مجلس سے مشورہ کیا اور ہر شخص نے یہ جواب دیا کہ
اگر آپ اس زمانے میں سنار گاؤں روانہ ہوں گے تو وہاں قیام کرنا مشکل ہو جائے گا۔
اس لئے کہ خیل خانے کے تمام آشنا و بیگانہ افراد تلف ہو گئے ہیں۔

ظفر خاں نے فیروز شاہ سے عرض کیا کہ خداوند عالم کی خدمت میں میں اور میرا
تمام خیل خانہ دہلی میں اس قدر آرام و آسائش سے ہے کہ جانور سے سنار گاؤں تک تمام
حقوق ملک قلوب سے فراموش ہو گیا ہے۔

یہ بندہ درگاہ تعلق مطلق ہے۔ ہر چند کہ فیروز شاہ نے اصرار کیا لیکن ظفر خاں
نے انکار کیا اور سنار گاؤں نہ گیا۔

فیروز شاہ اس مقام سے اپنے ملک کو واپس ہوا و فرمان مرحمت و
پروانہ جات شفقت خان بیان کے نام ارسال فرمائے۔ چند روز کے بعد فیروز شاہ
جون پور پہنچا اور جون پور سے جاج نگر کی طرف روانہ ہوا۔

اسی زمانے میں لکھنوتی سے چالیس ہاتھی پہنچ گئے اور بادشاہ تمام ہاتھیوں
کے ہمراہ جاج نگر روانہ ہو گیا۔

تیرھواں مقدمہ

فیروز شاہ کا جون پور سے جاج نگر روانہ ہونا

نقل ہے کہ فیروز شاہ خدا کے فضل و کرم سے بنگالے سے جون پور وارد ہوا
اور ارادہ کیا کہ اب جاج نگر روانہ ہو۔

بادشاہ نے از سر نو لشکر مرتب کیا اور بادشاہ کے ارادے سے واقف ہو کر
تمام عمال درگاہ و خدام دولت نے سامان سفر درست کیا۔

ہر اہل لشکر نے تیاری و رسدی سامان میں بے حد سعی و کوشش کی۔

فیروز شاہ نے بنگالہ وکلاو میں چھوڑی اور خود کلاوہ سے جاج نگر روانہ ہوا اور بہار کا ملک طے کر کے جاج نگر پہنچا۔

ولایت جاج نگر بے حد خوش حال و معمور ملک ہے اور یہاں کی رعایا مطمئن و خوش حال ہے۔

بادشاہ کے اس سفر میں مورخ کے والد ماجد ہمرکاب تھے اور ممدوح نے اس ملک کا حال اور یہاں کی نعمتوں کی تفصیل مورخ سے اس طرح بیان کی ہے کہ ملک جاج نگر عجیب خیز و بے حد سرسبز ہے۔

اس ملک میں غلہ و میوہ اس کثرت سے پیدا ہوتا ہے کہ تمام لشکر و جانور سیر و آسودہ ہو گئے۔

جاج نگر میں وارد ہوتے ہی لشکر کی تمام ماندگی و خستگی رفع ہو گئی اور بادشاہ نہایت اطمینان و مسرت کے ساتھ بنارسی میں قیام کیا۔

اس زمانے میں اودیسر (اودایہ) نام راے جاج نگر نے کسی مصلحت ملک کی بنا پر بنارسی کی سکونت ترک کر کے کسی دوسرے شہر میں سکونت اختیار کیا تھا۔

فیروز شاہ نے بنارسی میں قیام کیا۔

معتبر راویوں نے مورخ ضعیف شمس سراج عفیف سے اس طرح بیان کیا ہے کہ حصار بنارسی کا دور بیس کوس ہے۔

جاج نگر کے راجاؤں نے جو قوم کے برہمن تھے اس امر کو بطور فال نیک اختیار کیا تھا کہ ہر جدید فرماں روا اس حصار کے دور میں اضافہ کرے۔

غرضکہ ہر راے جو تخت حکومت پر قدم رکھتا حصار بنارسی کی عمارت میں کچھ نہ کچھ ضرور اضافہ کرتا تھا جس کی وجہ سے یہ قلعہ ایک بزرگ حصار بن گیا تھا۔

غرضکہ راجہ جاج نگر کو معلوم ہوا کہ فیروز شاہی لشکر اس کے ملک میں آ گیا اور راجہ نے خائف ہو کر جہازی کی سواری اختیار کی اور دریا کے درمیان ایک مقام طلب میں پناہ گزیں ہوا۔

راجہ کی تمام ولایت پراگندہ ہو گئی اور اس کی رعایا کا بیشتر حصہ اسیر ہوا اور

اور بعض نے پہاڑ کے دامن میں سکونت اختیار کی اور بہت سے جانور بطور مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔

کہتے ہیں کہ اس قدر جانور تمام قسم کے جمع ہوئے کہ کوئی شخص اُن کو ہاتھ نہ لگاتا تھا۔

ایک بردہ کی قیمت ایک جیتل تک پہنچ گئی اور جانوروں کو تو کوئی مفت بھی نہ خریدتا تھا۔

مویشی اس قدر کثرت سے جمع ہو گئے کہ اُن کا شمار مشکل ہو گیا۔ ہر منزل میں جہاں کہیں کہ قیام ہوتا اہل لشکر گوشت لاتے اور ان کو ذبح کرتے اور جس قدر جانور باقی رہتے اُن کو فرودگاہ میں چھوڑ دیتے۔

دوسری منزل میں دوسرے جانور دستیاب ہو جاتے تھے۔

ان سطور کے تحریر میں لانے کا مقصد یہ ہے کہ خدا کی حکمت سے اس سرزمین میں نعمت دُنیاوی کی اس درجہ کثرت تھی کہ حد بیان سے باہر ہے۔

معتبر راویوں نے مورخ عفیف سے بیان کیا ہے کہ اس ملک کی رعایا کے مکانات اس قدر وسیع و کشادہ تھے کہ احاطۂ مکان میں باغات تھے جن میں بکثرت میوے پیدا ہوتے تھے۔

غرضکہ اندرون خانہ گشت و راحت بھی کرتے تھے اور جائے سکونت مکان و گشت و باغ ہر قسم کی زمین نظر آتا تھا۔ سبحان اللہ کیسی پر نعمت و سرسبز زمین تھی کہ اس کی تعریف محال ہے لیکن تقدیر الٰہی سے اس سرزمین میں ایک مسلمان کا بھی وجود نہ تھا اور تمام اہل ملک غیر مسلم تھے۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح ارشاد فرمایا ہے کہ دُنیا مومن کے لئے قید خانہ اور غیر مسلم کے لئے باغ ہے۔

اگر بندۂ مومن تاج شاہی سر پر رکھ کر نعمت بادشاہی سے بھی بہرہ اندوز ہو تو بھی یہ تمام دولت و آرام جنت کی نعمتوں کے مقابلے میں ہیچ ہے اور اگر غیر مسلم نان شبینہ کو بھی محتاج ہو تو دُنیا اس کے لئے بہشت ہے کیونکہ عذاب آخرت جو روز قیامت میں نصیب ہو گا اس کے مقابلے میں تکالیف دُنیاوی کی کوئی حقیقت نہیں ہے کہ مومن کو دُنیا بہ

نقروفاقہ نصیب ہوا اور غیر مسلم طرح طرح کی نعمتوں سے مالا مال ہے۔

غرضکہ مومن کے لئے دُنیا خوب و بہتر نہیں ہے بلکہ اس کے لئے آخرت ہی نیک و باقی ہے اور دُنیا فانی و چند روزہ ہے۔

غرضکہ فیروز شاہ نے راجے جاج نگر کے تعاقب کے ارادے سے بنارس سے کوچ کیا۔

راجہ خوف و خطر کی وجہ سے اس سے قبل ہی فراری ہو چکا تھا اور دریا کے درمیان پناہ گزین تھا۔

راجہ نے ایک مست ہاتھی اپنے دربار کے دروازے پر چھوڑ دیا تھا تاکہ سپاہی اس تماشے میں مصروف ہو کر اس کے تعقب میں نہ آ سکیں۔

یہ ہاتھی اس قدر مہیب تھا کہ کوئی دوسرا ہم جنس جانور اس کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔

تین روز فیروز شاہی لشکر نے اس ہاتھی کو گرفتار کرنے میں محنت و مشقت برداشت کی چونکہ اس جانور کو زندہ گرفتار کرنا ممکن نہ تھا تین روز کے بعد بادشاہ نے حکم دیا کہ ہاتھی ہلاک کیا جائے۔

اس جانور کے ہلاک ہونے کے بعد فیروز شاہ مع اپنی فوج و لشکر کے حصار کے اندر داخل ہوا۔

اس درمیان میں معلوم ہوا کہ اس مقام سے متصل ایک جنگل ہے جس میں بیشمار چیتے جنگلی کوے موجود ہیں اور اس جنگل کے اندر ساٹھ خونخوار ہاتھی اور ایک مادہ فیل موجود ہیں۔

فیروز شاہ نے اس واقعے کو سُن کر ارادہ کیا کہ اول ہاتھیوں کا شکار کرے اور اس کے بعد راجہ کا تعاقب کرے۔

چودھواں مقدمہ

فیروز شاہ کا ہاتھیوں کو گرفتار کرنا اور راجہ کی اطاعت

نقل ہے کہ فیروز شاہ کو ان جنگلی ہاتھیوں کا حال معلوم ہوا اور بادشاہ بعد

شان و شوکت و جرأت و مردانگی کے ساتھ اس جنگل کی طرف روانہ ہوا۔ بادشاہ کو معلوم ہوا کہ جانوروں نے جنگل کے درمیان دس سے چند روکوس تک اپنی قیامگاہ و آرامگاہ مقرر کی ہے۔

فیروز شاہ کے حکم سے تمام ایک نما لشکر و نیز تمام خان و ملوک و سرداران نامدار واصحاب دربار وافسران اول بار اس جنگل کے چاروں جانب طویلہ دار اس طرح مقیم ہوئے کہ ان کی فرودگاہ ایک کٹہرہ بن گئی اور ہر دو طرف راہ بہت مضبوط و مستحکم ہو گئی۔

اس کٹہرے کا عرض دس گز اور بلندی سات گز کی مقرر کر کے تمام جنگل مٹی سے پاٹ دیا گیا اور درمیان میں دوسرا چھوٹا کٹہرے کو مضبوط و مستحکم کر دیا گیا۔

فیروز شاہ ہر روز خود سوار ہو کر جاتا اور کٹہرے کو مضبوط و مستحکم کرنے کی تاکید کرتا تھا۔

قصہ مختصر کٹہرہ تمام ہوا اور چند خونخوار ہاتھی شاہی فیل خانے سے لائے گئے اور چالاک فیلبان دامن چاک کر کے ان جانوروں پر سوار ہوئے۔

جنگل کے ایک جانب شہنائی اور ارغنون و نفیری بجانے والوں نے گا کر جنگل میں داخل ہوا اور کیا رنگ باجوں کی آواز سے میدان گونجنے لگا اور شور و غوغا بلند ہوا۔

وہ آٹھوں ہاتھی جو جنگل کے درمیان میں بھاگ گئے تھے جب آواز میں پہنچ کر صحرا کی طرف بھاگے۔

بعض راویوں کا بیان ہے کہ جب جنگلی ہاتھی صحرا میں بھاگے تو ان کی ٹکر سے جو چند قوی تر شاہ درخت بھی زمین پر گر پڑے۔

جنگلی جانور جنگل کے کنارے پہنچے تھے اور تمام خلق کٹہرے کے اوپر آ کر شور و غوغا بلند کرتی تھی اور کٹہرے کے اوپر بھی ڈھول اور ارغنون بجائے جاتے تھے اور ہاتھی مثل شغال کے حیران ہو کر کنارے سے بار دیگر جنگل کے درمیان میں چلے جاتے تھے۔

مختصر یہ کہ بادشاہ نے چند روز اسی طرح جانوروں کو کشاکش میں رکھا اور اس کام میں جان و دل سے کوشش کی چند روز کے بعد اقبال شاہی نے ان ہاتھیوں کو سخت ماندہ کر دیا اور بیچارے کھانے سے باز رہے۔

جہاں پیلبان جو بے حد قوی تھے جنگل کے اندر درختوں پر سوار ہوئے اور ہاتھی جو
جنگل کے اندر بغیر چارے کے سست ہو گئے تھے آہستہ آہستہ قدم اٹھا رہے تھے۔
جہاں پیلبان درختوں سے کود کر ان کی پیٹھ پر سوار ہو گئے اور طنابوں اور زنجیروں
سے ان کو مقید کر لیا۔ غرضکہ اس طلسمی کارروائی سے فیروز شاہ نے ان سب جانوروں کا
شکار کیا۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہ نے ان ہاتھیوں کے شکار سے فارغ ہو کر راجہ کی طرف
توجہ کی۔

بادشاہ نے قوت شاہانہ سے کام لیا اور راجہ کے محل میں داخل ہوا اور ملاحظہ
کیا کہ محل شاہی کی عمارات مختلف اقسام کی بے حد مضبوط و مستحکم ہیں جن کی خوبی و استحکام
حد بیان سے باہر ہے۔

روایت ہے کہ حصار کے اندر پتھر کا ایک بت تھا جس کو ہندو جگن ناتھ
کہتے ہیں۔

یہ بت ہندوؤں کا معبود تھا۔

فیروز شاہ نے بھی سلطان محمود غزنوی کی تقلید کی اور اس بت کو بیخ و بنیاد سے
اکھاڑ کر دہلی میں لایا اور اس طرح اس کو ذلیل و خوار کیا۔

ان واقعات کے بعد بادشاہ نے ارادہ کیا کہ جزائر اکدالہ کے اندر راجہ کا
تعاقب کرے۔

راجہ بادشاہ کے خوف سے بے حد پریشانی اور ہراس کے سبب بدحواس ہوا
اور اس نے چند پاتر بادشاہ کے حضور میں روانہ کر کے عاجزی کا اظہار کیا اور اپنے اصلی
حال سے خبر دی۔

واضح ہو کہ جس طرح سلاطین نامدار کے حضور میں ندما ہوتے ہیں اسی طرح
رایان و رانگان و زمینداران ہند جفتوں کو اپنا مقرب بناتے ہیں۔ انہی جفتوں کو
جاج نگر میں پاتر کہتے ہیں۔

راجہ جاج نگر کے دربار میں بیس پاتر موجود تھے۔

غرضکہ راجہ نے بے حد خوف و خطر کی وجہ سے اپنے پانچ پاتر بادشاہ کی التجا میں

روانہ کر کے اپنی عاجزی کا اظہار کیا۔

راجہ کے پاتر فیروز شاہ کے حضور میں حاضر ہو کر بادشاہ کے قدم بوس ہوئے اور زمین خدمت کو بوسہ دے کر اطاعت کا اظہار کیا اور اپنے ملک کا حال بیان کر کے عرض کیا کہ راے جاج نگر بادشاہ کا اطاعت گزار بندہ اور قدیم خانہ زاد ہے۔

یہ بندہ مسکین ہمیشہ سے بادشاہ کا فرماں بردار ہے اب حضرت اپنے قدیم خانہ زاد کے لئے کیا ارادہ رکھتے ہیں۔

پاتروں نے یہ گفتگو کی اور بادشاہ نے فرمایا کہ اس حدود میں آنے کی وجہ صرف یہ ہے کہ معتبر روایت کے ذریعے سے معلوم ہوا تھا کہ اس نواح میں یعنی راجہ کے ملک و قیام گاہ کے متصل ایک جنگل ہے جس میں بے شمار ہاتھی پہاڑوں کے پائے جاتے ہیں اور اس جنگل میں وحشی ہاتھی بکریوں کی طرح ہر چہار طرف گشت کرتے ہیں۔

چنانچہ ہم ہاتھیوں کے شکار کے لئے اس نواح میں آئے تھے لیکن راجہ کسی وہم میں گرفتار ہو کر ہمارے خوف سے راہ فرار اختیار کی۔

مختصر یہ کہ اقرار و گفت و شنید کے بعد راجہ نے چھتیس ہاتھی بطور خدمت بادشاہ کے حضور میں روانہ کر کے اقرار کیا کہ ہر سال چیدہ و منتخب ہاتھی بطور خراج بارگاہ شاہی کو روانہ کرتا رہے گا۔

فیروز شاہ نے راے کے لئے زردوزی جامہ و علم ہائے زربفت پاتروں کے ذریعے روانہ کئے۔

فرشتگان مذکور کو جو بادشاہ کی بارگاہ میں بطور قاصد حاضر ہوئے تھے خلعت عطا ہوئے۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہ خدا کے فضل و کرم سے بصحت و بامراد و کامیاب جاج نگر سے تہتر ہاتھیوں کے ہمراہ واپس ہوا۔

بادشاہ نے دو سال سات ماہ ان ممالک میں بسر کی اور بادشاہ کی مراجعت سے ہر شخص مسرور و شادماں ہوا۔

پندرھواں قصہ

فیروز شاہ کا جاج نگر سے واپس ہونا اور راہ قلب میں آنا

نقل ہے کہ فیروز شاہ لکھنوتی سے واپس ہو کر دہلی کی جانب روانہ ہوا۔ راہبروں نے غلطی کی اور بادشاہ کو کوہستان و دریاؤں کے ساحل پر پہنچایا۔

مورخ کے حوالہ جو بیان کرتے تھے کہ ہر کوس پر ایک بلند پہاڑ نمودار ہوتا تھا اور خلقت اس پہاڑ سے اتر کر دوسرے کو چڑھتی اور نیچے اترتی تھی۔

غرضکہ تمام اشخاص پہاڑوں اور جنگلوں میں حیران و پریشان پھر رہے تھے اور نشیب و فراز کی کثرت کی وجہ سے تمام مخلوق خستہ و ماندہ ہو گئی تھی۔

غلہ و کپڑا گراں ہو گیا اور خلقت چند تلف و ہلاک ہونے لگی اور چھ ماہ کامل بادشاہ کی سلامتی کی خبر دہلی میں نہ پہنچی۔

خان جہاں بہت فکر مند ہوا اور اس امیر نے ہر روز حوالی شہر میں سواری کرنا شروع کیا اور اس کی ہیبت سے تمام ملک میں امن و امان رہا۔

چھ ماہ کے بعد خدا کے فضل و کرم سے راہ کا نشان پیدا ہوا اور بادشاہ نے بعد مسافت کی وجہ سے ارادہ کیا کہ دہلی میں اطلاعی فرمان روانہ کرے۔

بادشاہ کے حکم سے تمام لشکر میں منادی کر دی گئی کہ ہر شخص اپنی خیریت و سلامتی کا خط اپنے اعزہ کے نام روانہ کرے اور دولت سرائے شاہی تک پہنچا دے۔

اس منادی کو سن کر تمام خلقت خوش و شادماں ہوئی اور تمام خلائق لشکر نے اپنے حالات کے مکتوب تحریر کئے اور سرائے شاہی میں پہنچا دئے۔

اس قدر خطوط جمع ہوئے کہ ایک شتر بار کیا گیا اور یہ تمام خطوط دہلی پہنچے۔

خان جہاں نے حکم دیا کہ شہر میں طبل شادی بجائے جائیں اور منادی کر دی جائے کہ ہر شخص حاضر ہو کر اپنا مکتوب لے جائے۔

اشتر بار دربار دہلی کے روبرو بٹھایا گیا اور خطوط زمین پر انبار کر دئے گئے

ہر شخص تنہا اور اپنا خط سے جاتا تھا۔

سبحان اللہ کیا شان الٰہی ہے کہ اس قسم کے حادثات مخلوق کو پیش آتے ہیں اور ان کی وجہ یہ ہے کہ الوہیت و عبودیت یعنی خدائی و بندگی میں فرق و امتیاز ہے۔

مختصر یہ کہ سلطان فیروز شاہ چھ ماہ کامل اس جنگل میں حیران و سرگرداں رہا اور اس مدت کے بعد خدا کے فضل و کرم سے اس مصیبت سے نجات پائی۔

بادشاہ نے اس سفر میں بہت محنت و مشقت برداشت اور بے حد صدمات و تکالیف و مختلف تدابیر سے ان پہاڑوں اور دریاؤں کو عبور کر کے چھ ماہ کے بعد کوہستان سے صحرا میں آیا۔

بادشاہ و اہل لشکر نے خدا کا شکر ادا کیا اور ہر شخص کو مسرت و شادمانی نصیب ہوئی۔

فیروز شاہ چند روز متواتر کوچ کرتا ہوا کامیاب و بامراد اپنی جگہ میں پہنچ گیا۔

اس مدت میں جبکہ بادشاہ ولایت جاج نگر میں مقیم رہا بنگالہ میں جو سکہ بادشاہ چھوڑ گیا تھا قائم رہا۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہ صحیح و سالم کوہستان سے نکل کر باہر آیا اور بادشاہ نے واپسی کا فرمان دہلی میں خان جہاں کے نام روانہ کیا۔

خان جہاں استقبال شاہی کی تیاری میں مصروف ہوا اور شہر میں ہر قسم کے انتظامات ہونے لگے۔

سولھواں مقدمہ

فیروز شاہ کا دہلی پہنچنا اور شہر میں قبوں کا تیار ہونا

نقل ہے کہ فیروز شاہ شہر کے قریب پہنچا اور ہر شخص اپنے اعزہ سے ملاقات کرنے کے لیے دوڑا۔ خان جہاں نے بادشاہ کے ورود پر بہت ساز و سامان کیا تھا اور جس طرح کہ فیروز شاہ کے سفر اول سے واپس آنے پر قبے تیار کیے گئے تھے اسی طرح اس مرتبہ بھی انتظام ہوا اور ان قبوں میں بہت تکلف کیا گیا جس کی وجہ سے تمام لوگ میں خاص و عام

ہر شخص مسرت و شادمانی میں سرشار ہوا۔

ہر قبے میں رنگ برنگ کے کپڑے رنگین و سفید و ریشمی فرش لگائے گئے تھے۔

بعض معتبر راویوں نے مورخ عفیف سے بیان کیا کہ اس زمانے میں فیروز آباد معمور ہو چکا تھا لیکن کوشک و حصار کی تعمیر مکمل نہ ہوئی تھی لیکن باوجود اس کے ایک قبہ فیروز آباد کے درمیان باندھا گیا تھا۔

غرضکہ فیروز شاہ دہلی پہنچا اور تمام شریف و رذیل بیرق و نشان ہاتھوں میں لے کر بادشاہ کے استقبال کو حاضر ہوئے۔

جتنے ہاتھی جو لکھنوتی سے حاصل ہوئے تھے ان کو مختلف الوان سے رنگ کر اور ہر قسم کے نقش و نگار سے آراستہ کر کے چتر سلطانی کے زیر قطار میں کھڑے کر کے اور بکریوں کی طرح شہر میں لائے گئے۔

اس آرائش کا مقصد یہ تھا کہ رعایا کو معلوم ہو جائے کہ بادشاہ نے اس قدر ہاتھی بنگالے میں شکار کیے ہیں۔

ان تمام ہاتھیوں کو بکریوں کی طرح قطار کر کے بغیر فیلبانوں کے شہر میں داخل کیا۔

غرضکہ تمام اہل شہر اپنے اہل و عیال سے ملے اور مجلس صحبت گرم کر کے غم و فکر سے آزاد و باہم گفتگو میں مشغول ہوئے اور اپنے سفر و عجائب و غرائب و نیز محنت و شدائد کا اپنے اعزہ سے تذکرہ کیا۔ غرضکہ تمام اہل لشکر نے اہل و عیال کے دیدار اور دوستوں کی ملاقات کی عیش و خوشی میں شدائد و مصائب سفر کو یکسر دل سے فراموش کر دیا۔

فیروز شاہ نے شہر میں قیام کر کے ملک کے انتظام کی طرف توجہ کی۔

حقیقت یہ ہے کہ بادشاہ نے عجیب حیرت انگیز کام انجام دیا۔

واضح ہو کہ فیروز شاہ کو فن تاریخ سے بے حد دلچسپی تھی جس زمانے میں کہ مولانا ضیاء الدین برنی صاحب تاریخ فیروز شاہی نے وفات پائی بادشاہ نے اپنے ہر حال سے اپنے دل کا راز بیان کیا اور بار بار یہ فرمایا کہ عہد دولت کے واقعات صحت و صداقت و نیز حسن و خوبی سے معرض تحریر میں لانا عالی فہم علماء کا کام ہے۔

غرضکہ بادشاہ کو اپنے عہد حکومت کے واقعات کی کتابت سے نا امیدی ہوئی۔

اور فیروز شاہ نے کوشک حصار و کوشک نزول کے گنبدوں اور منارہ سنگین کی
عمارت پر جو کوشک شکار و فیروز آباد میں تعمیر ہوئی تھیں اپنی زبان سے یہ عبارت
پتھروں پر نقش کرائی کہ میں نے اس قدر اقصیوں کا خاتمہ کیا اور اس طرح فاحشیوں کو
شہر میں لایا اور یہ عمدہ و خوب کام انجام ہوئے اور یہ سب اہتمام اس لئے کیا تاکہ
یہ امور بطور سبق خلائق کے روبرو رہیں اور بادشاہ کے یہ کارنامے یادگار زمانہ رہیں
اور تمام خلق و اہل عالم ان واقعات سے عبرت حاصل کریں۔

سبحان اللہ بادشاہ جیسا چاہیے وہ نیک کردار و فرماں روا تھا جس کے
اخلاق بے حد پاکیزہ و قابل تعریف تھے۔

فیروز شاہ نے چالیس سال کمال عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کی اور
اس مدت میں اس کی تمام تمنائیں پوری ہوئیں۔

سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فضل ہے جس کو چاہے عطا فرمائے۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح ارشاد فرمایا ہے کہ پروردگار کا فضل و کرم
خلقت سے پیشتر ہی انسان کے لئے مقدر ہو جاتا ہے۔

ستر ھواں مقدمہ

عہد فیروز شاہی میں رعایا کی خوشی و خرمی کا تذکرہ

نقل ہے کہ لکھنوتی کے سفر سے واپس آکر فیروز شاہ نے تعمیر عمارات کی طرف
توجہ کی۔

فیروز شاہ نے کوشک شہر فیروز آباد کی عمارت بے حد سعی و کوشش کے ساتھ
تمام کی اور اس درمیان میں عمارت کوشک جند داری (پنڈ واری) کو بھی بے حد
شکوہ کے ساتھ تعمیر کیا۔

چونکہ لشکر ڈھائی برس کے بعد واپس ہوا تھا ہر شخص اپنے وطن روانہ ہوا۔
فیروز شاہ نے اپنے عہد حکومت میں اپنے مذاق طبیعت کے موافق ان کی

اشغال میں وقت صرف کیا۔

اوّل یہ کہ فیروز شاہ نے ہر قسم کے شکار میں وقت گزارا اور چرند پرند ہر قسم کے جانوروں کو شکار کیا۔

بادشاہ کبھی تو شکرے کو مرغانِ ہوائی کے پیچھے چھوڑتا تھا اور کبھی جنگلی چرندوں کے عقب میں سواری کرتا۔ غرضیکہ بادشاہ کو ہر قسم کے شکار کا بیحد شوق تھا۔

بادشاہ کا دوسرا شغل یہ تھا کہ فیروز شاہ سلاطین باقتدار کی طرح ملک و اہلِ ملک کے انتظام میں وقت صرف کرتا تھا اور یہ تمام خصائل بادشاہ کی اعلیٰ فطرت کی وجہ سے تھے۔

امر سوم جس سے فیروز شاہ کو شغف تھا عمارات کی تعمیر تھا۔ انشاء اللہ تعالیٰ بادشاہ کے ان ہر سہ مشاغل کا مفصل حال ہر شغلے کے محل تحریر میں بیان کیا جائے گا۔

اس مقام پر مورخ صرف اہل لکھنوتی کے واقعات پیش ناظرین کرتا ہے اور اس قوم کے حالات سے واقعات کا اظہار کرتا ہے۔

واضح ہو کہ فیروز شاہ نے جلوس کے بعد تین یا چار مہم متواتر حل کیں یعنی دو بار لکھنوتی کا سفر کیا اور ایک مہم جاج نگر کی اور ایک ٹھٹھہ کی سر کی۔

مختصر یہ کہ بادشاہ کے انتظام و حسن سیاست سے ہر سال مملکت میں اضافہ ہوتا تھا اور سال بسال سلطنت کی آبادی میں ترقی ہو رہی تھی۔

فیروز شاہ کی ہمت کی برکت سے خلائق کو خوشی و خرمی بیحد حاصل ہو گئی تھی چنانچہ بادشاہ نے علماء و مشائخ و صالحین کو جنہیں ٹنکے بطور مدد معاش عطا فرمائے تھے۔

اسی طرح فقراء و مساکین کے گروہ کو جو درماندہ و محتاج تھے ایک کروڑ تنکے سالانہ مرحمت فرمائے تھے تاکہ یہ گروہ اطمینان قلب کے ساتھ دین پروری کرے اور حاجات دنیوی سے بے نیاز ہو کر آخرت کی نعمتیں حاصل کرے۔

بادشاہ کے عہد میں اس طرح تمام خان و ملوک و نیز رعایا ملک کو بیحد اطمینان و آرام حاصل تھا۔

اہل تجارت کو ہر سال اپنے پیشے میں زیادہ منفع ہوتا تھا اور اہل بازار و اہل حرفت کو ہر سال بہ نسبت گزشتہ سال کے زیادہ رقم منافع کی حاصل ہوتی تھی۔

اسی طرح خدا کے فضل و کرم سے اضطراری فقراء غربت کی تکالیف سے نجات پاتے اور ان کا شمار فارغ البال طبقوں میں ہو جاتا تھا۔

اہلِ زراعت نے اپنے کام میں اس وجہ ترقی کی تھی کہ اگر یہ طبقہ ایک مشت تخم
زمین میں بوتا تھا تو ایک کے عوض ستر اور سات سو بلکہ اس سے بھی زیادہ حاصل کرتا تھا۔
غیر مسلم گروہ جس میں ذمّی و اہالی داخل ہیں فیروز شاہ کے عہد میں رفاہیت
کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے اور دار الحرب کے باشندے ہر سال تباہ و تاراج
کئے جاتے تھے اور دار الحرب میں جس قدر ملک تاراج ہوتا تھا بادشاہ کے فضل و کرم
سے اُس سے زیادہ آباد و معمور ہو جاتا تھا۔

اسی طرح سادات و قضات و دیگر اعیان ملک فیروز شاہ کی جود و سخا سے
خورد سالی میں اپنی لڑکیوں کو بیاہتے تھے اور لڑکیوں کو اُن کے شوہروں کے حوالے کر دیتے تھے۔
یہ تمام امور اس لئے تھے کہ لڑکیوں کے مادر و پدر خوش حال و مرفہ الحال تھے
اور جن کے پاس رقم نہ تھی اُن کو خزانۂ شاہی سے کارِ خیر کے لئے روپیہ دیا جاتا تھا۔
اسی طرح مسلمانوں کے نو عمر بچے علمِ دین کی تحصیل میں دنیاوی فوائد حاصل
کرنے کے لئے مشغول ہوتے تھے اور عالم و ادیب و خطاط لڑکوں کو تعلیم دیتے تھے
اور اُن کو اجرت خزانۂ شاہی سے ادا کی جاتی تھی اور اس کام سے حد سے زیادہ خوش
کرتے۔

سوداگر بھی بادشاہ کے قدموں کی برکت سے فارغ البال و خوشحال بنے تھے۔
اور تین تین چار چار برس متواتر مشہور ممالک میں سفر کر کے بے شمار منافع حاصل کرتے تھے۔
تختگاہ دہلی میں خدا کے فضل و کرم سے اس درجہ بے فکری تھی کہ اُس کی
نظیر کسی اور دور میں نہیں ملتی بلکہ فیروز شاہ کے خلوص و نیک نیتی سے تمام عالم کے
سلاطین و حکمران کا یہی حال تھا۔

غرضیکہ بادشاہ نیک سیرت یعنی سلطان فیروز شاہ کا عہد بھی کس قدر بابرکت تھا
کہ بے شمار نعمتیں خلقِ خدا کے لئے مہیا و موجود تھیں اور اب امید نہیں کہ بعد یہ
باخیر زمانہ میسّر آئے۔

اس موقع پر بندۂ ضعیف مؤرخ عفیف کو ایک حکایت یاد آئی جو قدیم سلاطین و
پیشوایانِ دین کی عجب سبق آموز یادگار ہے۔

حضرت بندگی شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ خیر المجالس میں فرماتے ہیں کہ

قدیم زمانے میں کسی ملک میں ایک بادشاہ تھا جو بے حد حلیم و کریم نیک اعتقاد و خوش کردار تھا۔
اس بادشاہ میں تمام پسندیدہ صفات جمع تھے چنانچہ اس کے عقیدے کی برکت سے تمام ملک خوش حال تھا۔
ایک روز یہ بادشاہ شکارگاہ کو تشریف لے گیا اور ایک جانور کے عقب میں گھوڑا دوڑایا۔
جانور کے ایک تیر لگا اور بادشاہ فوج و لشکر سے جدا ہو کر حیران و تنہا ایک مقام پر پہنچا۔
بادشاہ نے قدم آگے بڑھایا اور ایک پر فضا باغ میں پہنچا۔
بادشاہ باغ میں داخل ہوا اور سایہ دار درختوں کے نیچے تھوڑی دیر آرام کیا۔
خدا کی قدرت سے ایک بوڑھی عورت جو نہایت بدحال و بدصورت تھی، باغ کے اندر سے باہر نکلی۔
بادشاہ نے عورت سے باغ کے مالک کو دریافت کیا کہ کون ہے اور باغ میں کس قسم کے میوے موجود ہیں۔ ضعیفہ نے جواب دیا کہ باغ تمام و کمال میری ملکیت ہے۔
بادشاہ چونکہ گرسنہ تھا اس عورت سے کہا کہ کوئی شے کھانے کے لئے لے آؤ۔
عورت نے جواب دیا کہ غذا کی قسم میں کوئی شے موجود نہیں ہے اگر تم کہو تو چند خوشہ انگور لے آؤں۔ بادشاہ نے اجازت دی اور ضعیفہ باغ کے اندر گئی۔
اس عورت کو معلوم نہ تھا کہ اس ملک کا بادشاہ سائل ہو کر اس کے در پر آیا ہے۔
غرضیکہ عورت باغ کے اندر گئی اور چند خوشہ انگور توڑ کر بادشاہ کے حضور میں لے آئی۔ بادشاہ نے انگور کھائے جو بے حد شیریں تھے۔
بادشاہ کو میوہ بے حد پسند آیا اور اس نے ضعیفہ سے دریافت کیا کہ اس باغ کا محصول کیا ہے عورت نے جواب دیا کہ اس کا محصول چند تنکے مقرر ہیں۔

بادشاہ کے دل میں یہ خطرہ گزرا کہ تمام مملکت کے شہروں کے حالات کی تحقیق
کرنی چاہیے اس لئے کہ ملک کے کاشتکار اور عمال خزانہ شاہی کے محاصل مال جمع کرنے
میں غلطی کرتے ہیں ورنہ ظاہر ہے کہ ایسا معمور و آباد باغ کا جس میں اس قدر کثرت سے
شیریں میوے اور انگور موجود ہیں محصول چند ٹکے کیونکر ہو سکتے ہیں۔

اگر کارکن بھی کوشش سے کام لیں تو اس قدر مال ضائع و تلف نہ ہو۔

بادشاہ نے عورت سے انگور لانے کی بار دگر فرمائش کی اور عورت نے بار دوم
بھی چند خوشے انگور کے بادشاہ کے روبرو پیش کئے۔

بادشاہ نے انگور کھائے اور معلوم ہوا کہ یہ انگور بہت ترش ہیں۔

شاہ نے عورت سے دریافت کیا یہ انگور تو اس مقام اس درخت سے
نہیں لائی جہاں سے کہ بار اول لائی تھی اور عورت نے جواب دیا کہ وہ ہر دو قسم
انگور ایک ہی محل و مقام سے لائی ہے۔ بادشاہ نے یہ معلوم کر کے عورت سے کہا کہ
پیشتر کے انگور شیریں تھے اور یہ ترش ہیں۔

یہ عورت بہت صاحب فہم و فراست تھی اس نے سنتے ہی فوراً کہا کہ اے
شخص ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آج تک اس ملک کا بادشاہ خلق خدا پر بہت مہربان تھا
اور اس کے عقیدہ و نیک نیتی کا یہ ثمرہ تھا کہ ہر شے بابرکت تھی اور ہر میوہ شیریں
و لطیف پیدا ہوتا تھا لیکن افسوس کی مشیت نے بادشاہ کے قلب کو رعایا کی طرف سے
برگشتہ کر دیا ہے اور کوئی مذموم و بد خطرہ اس کے قلب میں پیدا ہوا ہے تاکہ رعایا کو بار گراں
سے پریشان خاطر کرے۔

ظاہر ہے کہ بادشاہ کے اس مذموم و بد خطرے کے گزرنے پر شے میں سرایت
کی اور تمام ملک سے برکت اٹھ گئی اور اس وجہ سے کہ شیریں انگور ترش ہو گئے۔

اس کے بعد عورت نے بادشاہ سے کہا کہ اے شخص خدا خیر کرے اس لئے کہ
جب بادشاہ کے قلب میں کوئی بد خطرہ گزرتا ہے تو ممکن ہے کہ وہ اس کو عملی جامہ پہنائے
کیا عجب ہے کہ بادشاہ کے ظالمانہ افعال کے بد اثرات سے یہ ملک
چند ہی روز میں تباہ و برباد ہو جائے اور اس کے ملک کے باشندے راہ غربت
اختیار کر کے آوارہ وطن ہو جائیں۔

بادشاہ نے تقریریں اور بیرپال کے بیان کے مطابق اپنے ارادے سے برخلاف ہو کر بید کی مانند کانپنے لگا اور اپنے دل میں عہد کیا کہ اپنی قدیم روش و قاعدے سے سر مو تجاوز نہ کرے گا۔

مورخ کا مقصود اس حکایت کے بیان کرنے سے یہ ہے کہ سلاطین دین پرور کی خوش عقیدگی ہر شے کو بابرکت بناتی ہے اور بادشاہ کی نیت نیک رعایا پر نزول برکت کا باعث ہو کر ملک کی نعمتوں میں اضافہ اور خلقت کے آرام میں زیادتی پیدا کرتی ہے۔

اسی طرح چونکہ فیروز شاہ جو برگزیدہ حق تھا خلقت کے فوائد میں اضافہ کرنے کی جدوجہد کوشش کرتا تھا۔ اس بادشاہ نے چالیس سال کامل حکومت کی اور اس کے عہد میں تمام خلقت خدا نے عیش و راحت کے ساتھ زندگی بسر کی اور ہر خاص و عام کے قلوب تمام خطرات سے خالی ہو گئے۔

فیروز شاہ کی وفات کے بعد دیگر فرماں روا بادشاہ ہوئے اور خدا کی مشیت و حکم نے تمام شیرازۂ ملک کو پراگندہ کر دیا اور ہر شخص نے غربت و آوارہ وطنی اختیار کی۔ تمام عالم زیر و زبر ہو گیا، بلکہ آخر میں نوبت یہاں تک پہنچی کہ دہلی کے تمام خورد و بزرگ مغلوں کی تاخت و تاراج کا شکار ہوئے جیسا کہ مورخ عفیف نے خرابی دہلی کے زیر عنوان اس واقعے کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

اٹھارھواں مقدمہ

قلعہ نگرکوٹ کی فتح

نقل ہے کہ فیروز شاہ نے سفر لکھنوتی سے واپس ہو کر شکار کے شغلے میں دولت آباد کا رخ کیا۔

راست گفتار مورخین نے بندۂ ضعیف شمس سراج عفیف سے روایت کی ہے کہ فیروز شاہ نے سفر کی تیاری کی اور تمام حشم و خدم کو [illegible]

بادشاہ نے وزیر و درباریگاہ و خوابگاہ و دیگر تمام مراتب و حشم کے ہمراہ دولت آباد کا رخ کیا اور متواتر کوچ کرتا ہوا بھیانہ تک پہنچا۔

بادشاہ نے بھیانہ کے حدود میں تھوڑے سے آرام کیا اور اس کے بعد الہام الٰہی سے بیرو مجبور مصلحت ملکی کے لحاظ سے دہلی کی جانب واپس ہوا۔

فیروز شاہ اپنے اطاعت شعار لشکر کے ہمراہ دہلی پہنچا اور دہلی سے نگرکوٹ روانہ ہوا بادشاہ نامخ نے زمینداروں کی سرکوبی کے ارادے سے نگرکوٹ کے نواح میں وارد ہوا۔

فیروز شاہ کو معلوم ہوا کہ نگرکوٹ کا قلعہ بہت مضبوط و مستحکم ہے۔

نگرکوٹ کا راجہ حصار کے بالائی حصے میں پناہ گزیں ہوا اور شاہی لشکر نے راجہ کے تمام ملک کو تاخت و تاراج کیا۔ جوالا مکھی کا بت جو غیر مسلم افراد کا معبود ہے اسی راہ میں واقع تھا جس کی بابت معتبر راویوں نے مورخ سے بیان کیا ہے کہ مذکورہ بالا بت ایک حجرے میں نہاں تھا اور چند روز اس حالت میں اس بت کی پرستش کرتے تھے۔

بعض غیر مسلم روایت کرتے ہیں کہ فیروز شاہ اس مقام پر پہنچا اور بادشاہ بت کی زیارت کے لیے گیا اور اس کے سر پر ایک زریں چھتر رکھا۔ لیکن یہ روایت غلط ہے اس لیے کہ مورخ کے والد ماجد جو بادشاہ کے مقرب اور اس سفر میں فیروز شاہ کے ہمرکاب تھے، بیان فرماتے تھے کہ غیر مسلم گروہ نے بادشاہ پر جو پسندیدہ اخلاق کا مجموعہ تھا، یہ افترا کیا ہے۔

ظاہر ہے کہ فیروز شاہ نے جو دیندار و دین پرور و خدا ترس فرمانروا تھا چالیس سال حکومت کی اور اس مدت میں کسی احکام شریعت و طریقت سے قطعاً تجاوز نہیں کیا۔ ایسے بادشاہ دین پرور سے اس فعل کا صادر ہونا قطعاً بعید از قیاس ہے۔

والد ماجد فرماتے تھے کہ بادشاہ اس مقام پر پہنچا اور اس نواح کے تمام راے و راجگان و دیگر زمینداران نواح کو اپنے حضور میں طلب فرمایا۔

فیروز شاہ نے ان ہندوؤں سے کہا کہ اے کم عقل تم کو اس پتھر کی پرستش کرنے سے کیا فائدہ پہنچے گا اور اس کے حضور میں اپنی التجا پیش کرنے سے تم کو کیا مل جائے گا۔

شریعت اسلام کی پیروی کرو، اس لیے کہ جو شخص اسلام کا مخالف ہے اس کی نجات

ممکن نہیں ہے۔

چونکہ فیروز شاہ نے خدا کے خوف سے اس جنگی بت کی اس قدر تحقیر کی تاکہ ہندو اپنے عقیدے سے باز آئیں اور غیر مسلم گروہ نے اپنے تعصب کی وجہ سے بادشاہ کی نصیحت پر توجہ دی کہ اس لئے انھوں نے بادشاہ کی بابرکت ذات پر اس قسم کا افترا باندھا ہے۔

بعض غیر مسلم انکار مذہب وغیرا پنے تعصب کی وجہ سے یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ سلطان محمد شاہ بن تغلق شاہ نے بھی ایک چتر اس بت کے سر پر رکھا تھا حالانکہ یہ روایت ہی محض غلط ہے۔ اہل اسلام پر لازم ہے کہ اس قسم کی دروغ بیانی کو راست نہ خیال کریں اس لئے کہ فیروز شاہ و محمد شاہ ہر دو فرماں روا اہل سنت و جماعت میں داخل و دیندار حکمراں تھے ان فرماں رواؤں نے اپنی عقل و دانش کی وجہ سے اپنے عہد سلطنت میں ہزار ہا بت خانے مسمار کئے ہیں ان سے اس قسم کے افعال کا صادر ہونا قطعاً محال ہے۔ ہندوؤں نے یہ افترا بندی کی ہے جس کی قطعاً اصلیت نہیں ہے

مختصر یہ کہ فیروز شاہ خدا کے حکم سے نگر کوٹ پہنچا اور اس نے دیکھا کہ قلعہ بہت مستحکم و مضبوط ہے۔

رائے نگر کوٹ نے حصار کے بالائی حصے میں پناہ لی اور شاہی لشکر نے خدا کی عنایت و مہربانی سے قلعے کو ہر چہار طرف سے گھیر لیا۔

فیروز شاہی فوج نے مختلف دائروں میں صف آرائی کر کے حصار کے گرد قیام کیا۔

فریقین نے منجنیق نصب کر کے عرادہ و سنگ سے کام لینا شروع کیا چنانچہ جانبین کے پتھر منجنیق کے پلوں سے ٹکرا کر ہوا میں باہم ٹکراتے تھے اور پاش پاش ہو کر زمین پر گرتے تھے۔

غرضکہ شاہی لشکر نے چھ ماہ کامل قلعے کا محاصرہ جاری رکھا اور طرفین کے بہادر سپاہیوں نے غالب آنے کی بہت سعی و کوشش کی لیکن چھ ماہ کے بعد خدا کے فضل و کرم سے فیروز شاہ کی فتح کے آثار نمایاں ہوئے

رائے نگر کوٹ بالائے حصار سے نیچے آیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ فیروز شاہ

قلعے کا دورہ دیکھنے اور غیر مسلموں پر فتح حاصل کرنے کے لئے ایک روز سوار ہوا۔

رائے اُس زمانے میں بالائے قلعہ تھا اور اُس نے دیکھا کہ فیروز شاہ قلعے کا دورہ ملاحظہ کر رہا ہے۔

رائے کی نظر بادشاہ پر پڑی اور اُس نے اطاعت شعار ماتحت کی طرح دست بستہ ایستادہ ہو کر بادشاہ کو سلام کیا۔

فیروز شاہ نے ملاحظہ کیا کہ رائے اظہار عاجزی کر کے بندگان مجبور کی طرح سر تسلیم خم کر رہا ہے، بادشاہ نے اپنا ہاتھ بغل کے اندر لے گیا اور دستارچہ بغل سے کھینچ کر رائے کی طرف رحم و کرم سے نگاہ ڈالی اور گویا یہ اشارہ کیا کہ میری بارگاہ میں حاضر ہو۔

رائے کے تمام یار ایک جا جمع ہوئے اور تمام افراد نے بالاتفاق کہا کہ سلطان فیروز شاہ تاجداران عالم کے درمیان صفات شاہی میں یگانۂ روزگار ہے اور کسی ملک میں کوئی بادشاہ اس عظمت و جلال کا نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ کسی ملک میں کوئی بادشاہ اس طرح دلداری نہیں کرتا۔

جبکہ بادشاہ خود اس عنایت و مہربانی سے طلب کرتا ہے تو بلا توقف اُس کے حضور میں جانا چاہیے۔

غرضکہ رائے مذکور نے غرور و تکبر کو اپنے سر سے دور کیا اور قلعے سے اتر کر آیا سر بادشاہ کے قدموں پر رکھا اور بیحد معذرت کی۔

فیروز شاہ نے رائے کی پشت پر دست شفقت رکھا اور خلعت زردوزی و زربفت عطا کر کے ایک چتر عطا کیا۔

بادشاہ نے رائے کو شاہانہ نوازش سے سرفراز فرما کر واپس کیا اور رائے بیحد شاد و کامیاب اسپان دریائی و ترکی بطور انعام ہمراہ لے کر واپس آیا۔

عمال خزانہ نے مال کے توڑے بادشاہ کے حکم سے رائے کے ہمراہ کئے اور رائے مذکور بیحد مسرت و خوشی کے ساتھ واپس آیا اور خدا کی مدد سے لشکر کو فتح ہوا۔

غرضکہ یہ تمام واقعات ٹھٹھہ کی مہم کے قبل رونما ہوئے اور ٹھٹھہ کی مہم کے بعد

فیروز شاہ نے جنگی مہمات سے قطعاً کنارہ کشی کر لی اور سلطنت کی کا انتظام ہی خیال کیا تاکہ جنگ سے تغلق سلطنت وسعت پذیر ہو جائے۔

غرضیکہ فیروز شاہ نے ارادہ کیا کہ نگر کوٹ سے واپس ہو اور رائے نے تحفے سے بیشمار اہل خدمت اور بیش قیمت اسباب بادشاہ کی خدمت میں روانہ کئے اور فیروز شاہ دہلی روانہ ہوا۔

قسم دوم کے اٹھارہ مقدمات ختم ہوئے اور اب مصنف قسم سوم کے مقدمات معرض تحریر میں لاتا ہے۔

قسم نہم

ٹھٹھے کے حالات میں

بادشاہ کا جام و بانیہ کو اپنے ہمراہ لانا اور خاص گھڑیال کا وضع کرنا۔ اس قسم میں بیس اٹھارہ مقدمات ہیں۔

پہلا مقدمہ

بادشاہ کا مہم ٹھٹھہ کی بابت خانجہاں سے اتفاق کرنا

نقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ کلصنوتی اور جاج نگر سے واپس ہو کر شکار کے لئے حوالی دہلی میں سیر کرتا اور کسی غیر مسلم راجہ پر حملے کا خیال دل میں نہ لاتا تھا لیکن بادشاہ کی محفل میں گاہ گاہ اہل ٹھٹھہ کا تذکرہ ہوتا تھا۔

جب کبھی کہ اہل ٹھٹھہ کا ذکر آتا تو بادشاہ اپنی ریش پر ہاتھ پھیر کر فرماتا کہ

افسوس ہزار افسوس کہ خدا ایگان مغفور کے دل میں یہی ایک آرزو باقی رہ گئی یعنی یہ کہ سلطان محمد شاہ ٹھٹھہ کو فتح نہ کر سکا۔

بادشاہ کے کلام سے اہل دربار کو اس امر کا علم ہو چکا تھا کہ فیروز شاہ ٹھٹھہ پر حملہ آور ہونے کا ارادہ رکھتا ہے اور بادشاہ اس مہم کی جانب ضرور مائل ہے۔

ایک روز بادشاہ نے خان جہاں وزیر کو خدمت میں طلب فرمایا اور اکثر امور راز کی بابت گفتگو فرمائی۔

بادشاہ نے خان جہاں سے سوال کیا کہ اہل ٹھٹھہ کس قسم کے جنگجو ہیں اور ان کا کیا طریقہ ہے کہ حضرت خدا ایگان مغفور ان کے ملک پر حملہ آور ہوئے اور بادشاہ مرحوم نے ان کے وطن میں پہنچ کر ان کو مغلوب کرنے کا ارادہ فرمایا لیکن یہ گروہ مرحوم کے مقابلے میں صف آرا ہوا اور حضرت کی اطاعت قبول نہ کی اور نہ اس گروہ شوریدہ نے طغی حرام خوار کو اپنے ملک میں قیام کرنے دیا۔ چونکہ حضرت مرحوم کا پیمانہ عمر لبریز ہو چکا تھا حضرت واپس آئے لیکن علالت شدید مرض میں مجھ سے تخاطب کر کے فرمایا کہ افسوس ہزار افسوس اگر اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے اور مجھ کو اس مرض سے صحت حاصل ہو تو میں ٹھٹھہ کے باشندوں کو مغلوب کر کے اپنا مطیع و فرماں بردار بناؤں اور اگر خدا کی مشیت اس کے خلاف ہے اور قلم تقدیر نے کچھ اور تحریر فرمایا ہے تو یہی ایک آرزو دنیا سے لے جاؤں گا جس کا بے حد افسوس ہے۔

اس کے بعد فیروز شاہ نے خان جہاں سے فرمایا کہ خدا کی مشیت سے بادشاہ نے سفر آخرت اختیار فرمایا اور مرحوم کی یہ آرزو پوری نہ ہوئی چونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو مرحوم کا جانشین مقرر فرمایا مجھ کو یہ زیبا ہے یا نہیں کہ میں مرحوم کا انتقام حریف سے لوں۔

خان جہاں نے بادشاہ کی تقریر سن کر قدرے تامل کیا اور کچھ دیر غور کرتا رہا اور اس کے بعد نہایت صائب رائے دی اور عرض کیا کہ حضرت کا یہ ارادہ بے حد نیک ہے اس لئے کہ اس مہم میں دو فائدے ہیں۔

ایک یہ کہ بزرگان گذشتہ کی وصیتوں اور ان کی نصائح کی تعمیل ہوتی ہے۔

ظاہر ہے کہ دنیا کا دستور ہے کہ ہر شخص اپنے بزرگوں کے اعدا سے انتقام لیتا ہے اور فرزند دلبند مرحوم مرشد کی بجائے حریف کو زیر کرتے ہیں اور یہ آئین

سلاطین کے حق میں بہت خوب و پسندیدہ ہے۔ دوسرا نفع یہ ہے کہ بادشاہان عالم کا طریقہ یہ ہے کہ ہر سال اپنی قوت و طاقت کو ظاہر کرتے اور قلعہ کشائی کے لئے سعی و کوشش فرماتے ہیں۔

غرضکہ وزیر مذکور نے بادشاہ کے حضور میں صاف صاف عرض کیا کہ حضرت کا یہ ارادہ بجا الہام الٰہی ہے۔ بہت پسندیدہ و قابل عمل ہے۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہ نے خان جہاں کو حکم دیا کہ ٹھٹھہ پر حملہ آور ہونے کے لئے لشکر کا سامان درست کرے۔

وزیر مذکور نے اسباب سفر کی تیاری شروع کی اور غائب و حاضر ہر قسم کے لشکر کا جائزہ شروع کیا۔

غرضکہ سوار و پیادہ سے شمشیر گزار و جیدار وغیرہ چیدہ چیدہ دو قسم کی فوج کا اندازہ کیا گیا اور بادشاہ کے حضور میں حقیقت حال سے اطلاع دی گئی۔

تمام خلق میں مشہور ہو گیا کہ فیروز شاہ خدا کے فضل و کرم سے ٹھٹھہ روانہ ہوگا۔

سبحان اللہ ظاہر ہے کہ فیروز شاہ نے جلوس کے بعد متواتر چند سفر کئے چونکہ سلطنت کے تمام افراد بہت خوشی و مسرت کے ساتھ مطمئن و فارغ البال زندگی بسر کرتے تھے ہر شخص اس خبر کو سن کر بہت خوش ہوا اور تمام فوج میں شادمانی و مسرت کا دور دورہ ہوا۔

غرضکہ تمام لشکر کا جائزہ لیا گیا اور سوار و پیادوں کی تعداد شماری کی گئی۔

بادشاہ نے اپنے جود و سخا سے کام لیا اور لشکر کے ہر شخص کو انعام و اکرام سے سرفراز و مالا مال کیا۔ فیروز شاہ نے غیر تنخواہی لشکر کو چار کرور انعام عطا کیا اور لشکر بہ جہت دائمی راحت و آرام اور آسودگی کی وجہ سے اسپ و ہتھیار کے ساتھ حاضر ہو گیا۔

فیروز شاہ نے آئین جہانداری کے مطابق مثل سلاطین نامدار کے ٹھٹھہ کا رخ کیا۔

ہر ایک خان و ملک جو درگاہ شاہی سے وابستہ تھا اپنے جاہ و حشم کے ہمراہ بادشاہ کے ہم رکاب ہوا اور ہر امیر نے اپنی دولت و حشمت کو کامل طور پر ظاہر و نمودار کیا۔

دوسرا مقدمہ

فیروز شاہ کا ٹھٹھہ کی جانب روانہ ہونا

نقل ہے کہ بادشاہ نے ارادہ کیا کہ ساعت سعید و مبارک میں ٹھٹھہ کی سمت روانہ ہو۔ بادشاہ نے اول ان تمام بزرگان دین کی جو جوار دہلی میں آرام فرما ہیں مثل قطب الاقطاب عظیم الشان کے کامل اعتقاد کے ساتھ زیارت کی۔

فیروز شاہ بزرگان دین کی زیارت سے فارغ ہو کر سلاطین ماضیہ کے مزارات پر حاضر ہوا۔

بادشاہ نے خدا کی بارگاہ میں تمام مشائخ و سلاطین کو واسطہ بنایا۔

واضح ہو کہ فیروز شاہ کا دستور تھا کہ جب کبھی شہر دہلی سے روانہ ہوتا تو تمام مشائخ و سلاطین کے مزارات پر حاضر ہوتا اور ہر ایک سے طالب امداد ہو کر اپنے کو ان حضرات کی پناہ میں دیتا۔

بادشاہ کو اس عمل میں اس قدر شغف تھا کہ اپنی عظمت و بزرگی کا خیال دل میں نہ لاتا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ سنت اولیاء اللہ کی ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا من اھل القبور یعنی جب تم کسی امر میں حیران ہو تو اہل قبور سے مدد کے طلبگار ہو۔

سبحان اللہ سلطان فیروز شاہ نے چالیس سال کامل ہندوستان پر حکمرانی کی اور اس مدت حکومت میں ہر وقت و ہر آن اس قانون کا پابند رہا اور بغیر زیارت بزرگان و حاضری مزارات بادشاہ نے کبھی سفر نہیں کیا۔

بادشاہ جب کبھی کسی مزار پر حاضر ہوتا تو کامل اعتقاد سے قبر کی طرف بڑھتا اور نہایت عجز و عاجزی سے جھک کر اپنا ماتھا زمین پر رکھتا۔

مورخ عفیف نے بیان کیا ہے کہ ایک بار بادشاہ سلطان المشائخ نظام الدین محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ

آستانے پر حاضر ہوا ہے تو حضرت کے مزار مبارک کے پاس ہی امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے بالیں پر ادب کے ساتھ استادہ ہوتا تھا۔

بادشاہ رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لئے اپنا سر جد ادب کے ساتھ زمین تک لے جاتا اور اس کے بعد دو یا تین مقامات پر اپنا سر زمین پر رکھتا۔

فیروز شاہ خاص مستغفرین کی طرح حضرت کے مزار کے قریب عبودیت اور خوشنودی الٰہی حاصل کرنے کے لئے قبر شریف کے نزدیک پہنچ کر سر کو زمین پر رکھ دیتا۔

بادشاہ سر زمین پر رکھ کر اٹھتا اور تربت شریف کے متصل ادب کے ساتھ بیٹھ جاتا تھا۔

اس کے بعد بادشاہ حضرت شیخ کے مزار مبارک کے پاس نشست اختیار کرتا اور احکام شرع کے مطابق آیات قرآن پاک کی بخوبی تلاوت کرتا اور اس کے بعد قدم بڑھا کر جناب شیخ کی قبر شریف کا غلاف پکڑ کر اپنے حاجات بیان کرتا۔ فیروز شاہ زیارت سے فارغ ہو کر کچھ مدت تک وہاں قیام کرتا اور روضے کے تمام بزرگوں کے نام پر فاتحہ پڑھتا۔

زیارت سے فارغ ہو کر ہر مقبرے کے لئے جو رقم نذر مقرر تھی ان کو کاغذ میں رکھ کر عمال بیت المال لاتے اور فقرا و مساکین کو تقسیم کرنے کے لئے بادشاہ کے روبرو ہر مقبرے کے متولی کے سپرد کرتے تھے۔

بادشاہ اس پر رضا کے باوجود ان فقرا و مساکین کی تسلی کے لئے لوگ دربار میں سے ایک شخص کو مقرر فرماتا جو متولیان مقبرہ کے قریب کھڑا رہ کر رقم تقسیم کراتا تھا۔

مورخ کے والد اور اس کے چچا بارہا اس خدمت پر مقرر فرمائے جا چکے ہیں اور بعض مقابر میں اس قسم کی خدمت انجام دے چکے ہیں۔ غرضکہ فیروز شاہ اس طریقے پر مشائخ و علما کی زیارت کرتا اور واپس آتا تھا۔

سبحان اللہ یہ تمام امور عطیۂ الٰہی و بخشش ربانی میں داخل ہیں اگرچہ آدمی زادے سے جو خاک و گل ایک حقیر مخلوق ہے ان امور جلیل پر حسنات کیونکر انجام پا سکتے ہیں۔

ہر مومن و مسلم اس امر میں کمال سعی کرتا ہے کہ نیکی کرے اور نیک عمل بجا لائے مگر حقیقت یہ ہے کہ عمل نیک اسی شخص سے صادر ہوتا ہے جس کو خدا توفیق عطا فرمائے۔

فرشکہ سلطان فیروز شاہ نے جو لشکر و تجربہ کار مرد میدان و نامدار پہلوانوں و جوان مرد کشتی باز سواروں اور پیادوں و دیگر گروہ بیکار ہاتھیوں کے ہمراہ ٹھٹھہ کا رخ کیا۔

ان کے علاوہ چند تاں کا وہ گروہ جو ہشیار بادشاہ کے گرد جمع ہوا تھا اس کی تفصیل قسم چہارم میں بیان کی جائے گی۔

مختصر یہ کہ مورخ عفیف کے والد بزرگوار اور اس کے عم امجد دیوان وزارت میں صاحب اعتبار قدیم کی طرح بادشاہ کے ملازم تھے۔

فرشکہ نو ہزار سوار اور چھیاسی ہزار پیادے اور چار سو ہاتھی بادشاہ کے ہمرکاب روانہ ہوئے۔

خان اعظم تاتار خان کی اس زمانے میں وفات ہو چکی تھی اور خان جہاں وزیر بطور نائب بادشاہ دہلی میں مقیم تھا۔

خان جہاں نے خسروان عظام و شاہان ذوی الاکرام کے آئین و قانون کے مطابق دو دلیجوہ و بارگاہ و دو خوابگاہ و نوبت نقری بادشاہ کے ہمراہ روانہ کر دیں۔

ان کے علاوہ ایک سو ہاتھی نشان پر چم و ہر قسم کے روانہ فرمائے اور چوراسی طبل و مار و شتری و ایسی و نقری اور اسی طرح کے اسباب کارخانہ فیروز شاہ کے ہمراہ روانہ کئے گئے۔

مختصر یہ کہ بادشاہ نے رکاب میں پاؤں رکھا اور ٹھٹھہ کی جانب روانہ ہوا۔ بادشاہ نے دل میں یہ نیت کی کہ قصبہ اجودھن کے درمیان سے ہوتا ہوا سفر کرے اور حضرت شیخ الاسلام والمسلمین حضرت شیخ فریدالدین شکر گنج کے مزار پر حاضر ہو کر حضرت سے طالب امداد ہو اور اس کے بعد قدم آگے بڑھائے۔

فیروز شاہ مع اپنے تمام لشکر کے سفر کی منزلیں طے کر رہا تھا کہ چند روز کے بعد قصبہ اجودھن کے حدود میں پہنچا۔ بادشاہ نے حضرت فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دی اور اس کے بعد آگے بڑھا۔

فیروز شاہ لشکر ہندوستان کے ذریعے پہنچا اور ایک فرمان اس مضمون کا لکھا گیا کہ

اُس ملک کے تمام بجرے اور کشتیاں بادشاہ کے ہمراہ روانہ ہوں۔

وہاں سازو سامان و دیگر کار کنان عملہ کے پانچ گروہ بنے اور ہر گروہ ایک امیر کبیر کے حوالے کیا گیا اور پانچ ہزار کشتیاں تمام قسم کی اُس ملک میں جمع ہو گئیں جن میں ایک ہزار کشتیاں مورخ کے پدر و جد کے حوالے کی گئیں۔

فیروز شاہ نے حکم دیا کہ یہ تمام کشتیاں ساحل دریائے سندھ پر رواں کی جائیں اور خود فیروز شاہ اپنے لشکر کے ہمراہ دریا کے مقابل روانہ ہوا۔

بادشاہ چند روز کے لیے ٹھٹھہ کے حدود میں قیام پذیر ہوا۔

تیسرا مقدمہ

فیروز شاہ کا ٹھٹھہ کے نواح میں ورود

واضح ہو کہ اس زمانے میں ٹھٹھہ کی آبادی دو حصوں میں منقسم تھی۔

ایک حصّہ تو دریائے سندھ کے ساحل پر آباد تھا اور دوسرا حصّہ دریائے مذکور کے گزر کے قریب واقع تھا۔

ٹھٹھہ کے باشندے بے حد کثیر تعداد میں تھے اور ہر گروہ بے حد شان و شکوہ کے ساتھ جنگ آزمائی کے لیے ہر وقت تیار رہتا تھا۔

تمام مرد جنگجو تھے چنانچہ اُن کی مردی و مردانگی کا حال تمام عالم کو معلوم ہے اور اُن کے عادات و اطوار روز روشن کی طرح ظاہر ہو گیا ہے۔

اُس زمانے میں جام برادر ظلراں اور اس کا برادر زادہ مسمی بانبھو حاکم شہر تھا اور یہ افراد بے حد قوت و ظاہری شان و شوکت کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے اور فیروز شاہ کے مقابلے میں نہایت عجیب و غریب جرأت کے ساتھ مقابلہ کرتے تھے۔

ان باشندوں نے بہت بڑی جمعیت فراہم کر لی تھی اور چونکہ ان کا ملک بے حد وسیع و بیشمار تھا انھوں نے بلا خوف و خطر زور و قوت میں اضافہ کیا اور سندھ کے اُس حصّے کی آبادی میں جو دریائے سندھ کے ساحل پر واقع ہے۔ انھوں نے

قتال وجدال پر کمر باندھی اور جنگ آزمائی کے لئے مصروف ہوئے
غرض کہ ٹھٹھ کے باشندوں نے آبادی کے ہر دو حصوں میں تمام قلعے تیار کئے تھے
مختصر یہ کہ جام اور بانبھ ہر دو اشخاص جنگ آزمائی میں مشغول ہوئے اور
فیروز شاہ نے بھی عالی ہمت و صاحب سیاست سلاطین کی طرح ٹھٹھ کے حدود
میں نزول اجلال فرمایا۔
طرفین سے فوج و لشکر کے دستے جنگ کے لئے نمودار ہوتے تھے لیکن
خدا کی مشیت سے فیروز شاہ کے لشکر میں ابتری پیدا ہوئی اور چوپائے جانوروں نے
اس قدر شدت اختیار کی کہ تمام خلائق شہر خرد و بزرگ قطعاً ناامید ہو گئے۔
نوے ہزار سواروں میں جو بادشاہ کے ہمراہ تھے ایک ربع سواروں کے
گھوڑے بھی بمشکل زندہ رہے ہوں گے۔ اس کے علاوہ غلے کی گرانی سے جو پریشانی
پیدا ہوئی اور غلے کی قیمت دو یا تین تنکے فی من تک پہنچ گئی۔
ٹھٹھ کے باشندوں نے یہ معلوم کر کے کہ فیروز شاہی لشکر قحط و وبا کی مصیبت میں
گرفتار اور فوج کے جانور حد سے زیادہ تلف ہو گئے ہیں اور خلائق شہر قطعاً ناامید
ہو گئی تو جام و بانبھ نے اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہا اور غرور و تکبر کے نشے میں سرشار ہو کر
بادشاہ سے جنگ آزمائی کرنے پر مستعد ہوئے۔

چوتھا مقدمہ

فیروز شاہ کے لشکر کا اہل ٹھٹھ سے جنگ کرنا

نقل ہے کہ جام و بانبھ جنگ آزمائی کے لئے مستعد ہوئے اور ہتیا سوار اور
پیادوں کے ہمراہ حصار سے نکل کر فیروز شاہ کے مقابلے میں صف آرا ہوئے
فیروز شاہ کو بھی معلوم ہوا کہ جام و بانبھ نے جنگ کے لئے لشکر آراستہ
کیا ہے اور بادشاہ نے اپنے لشکر کا جائزہ لیا اور سواروں کی اعداد شماری کی گئی۔

خلل کی وجہ سے کسی شخص میں جنگ و جدال کی قوت نہیں رہ گئی لیکن باوجود اس کے بھی بادشاہ نے اپنی فوج آراستہ کی اور حریف کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوا۔

فیروز شاہ نے فوج کو تین حصوں میں تقسیم کیا اور میمنہ و میسرہ و قلب کی فوج کو آراستہ کر کے انھیں ان تینوں حصوں پر متعین کیا۔

بادشاہ بہ جرأت و شجاعت کے ساتھ میدان میں استادہ ہوا اور شکل عظیم الشان فرماں روایان عالم کے ہتھیار جسم پر لگا کر جنگ آزمائی کے لئے مستعد ہوا۔

فیروز شاہ ہاتھ میں کوڑا لے کر افواج کے درمیان گشت لگانے لگا اور اپنی فوج کو دلداری و دلدہی کے ساتھ انعام و اکرام کے دل خوش کن وعدوں سے مطمئن کیا۔

فیروز شاہ جس حصہ فوج کے درمیان میں گزر کر نوازش و اکرام کے کلمات زبان پر لاتا تھا تو تمام فوج صدق دل سے بادشاہ کو دعا دیتی تھی اور سرخرو ہو کر فیروز شاہ کی مدح و ثنا میں تر زبان ہوتی تھی۔

فیروز شاہ اگرچہ سلاطین باہمت کی طرح اہل سندھ کے ہتھیار گروہ کا خیال دل میں نہ لاتا تھا اور نہ بظاہر حریف کی کثرت کو خاطر میں لاتا تھا لیکن لشکر کی کمزوری اور افسران فوج کی محنت و ضعف سے پریشان اور ان کی ایسی حالت پر افسوس کرتا اور ہر لمحہ دست دعا بلند کر کے خدا کی بارگاہ میں دعا کرتا تھا۔

باوجودیکہ قوم ٹھٹھہ کے ساتھ بیس ہزار سوار اور چار لاکھ پیادے تھے اور ہر سوار اپنے زور و قوت کے اعتبار سے رستم زماں تھا لیکن بادشاہ نے خدا پر تکیہ کر کے جنگ شروع کر دی۔ طرفین سے تیر اندازی شروع ہوئی۔

غرضکہ جنگ کا بازار گرم تھا کہ خدا کے حکم سے جو تمام امور کا خالق مطلق ہے فیروز شاہی لشکر کے مقابلے میں ہوا کا سخت و شدید طوفان آیا۔

ہوا کے جھونکے اس درجہ سخت و تیز تھے کہ کسی فرد کو آنکھ کھولنے کی مجال نہ تھی لیکن باوجود ان حالات و آثار کے جانبین سے جنگ آزمائی ہو رہی تھی اور طرفین کے پہلوان آویزش میں مصروف تھے۔

غرضکہ باوجود اس کے فیروز شاہ اتنا ہی سعی و کوشش میں مصروف تھا اور

اگرچہ شاہی لشکر قحط وغیرہ بلائے آسمانی کی وجہ سے بیحد کمزور ہو چکا تھا لیکن ہر مرتبہ حریف پر شدید ترین حملہ کرتا تھا اور اُن کے اس مردانہ حملے سے باشندگانِ ٹھٹھہ اپنی بے پایاں قوت و طاقت کے حصار کے اندر پناہ گزیں ہو جاتے تھے۔

بادشاہ اپنی شاہانہ شان و شوکت کے ساتھ میدانِ جنگ میں موجود تھا اور اپنی فوج کی جرأت و استقامت دیکھ کر بار بار یہ کہتا تھا کہ اپنی فوج باہمت جواں مرد اس لئے کہا جائے کہ ارضی و سماوی آفتوں سے کمزور و ضعیف ہو چکی ہے لیکن پھر بھی ہمت باندھ کر حریف سے مقابلہ کر رہی ہے۔

فیروز شاہی لشکر مثل تازیانِ نامدار کے حریف کے مقابلے میں استادہ تیغ در دست سے کام لے رہا تھا۔ مختصر یہ کہ جانبین سے جاں بازی میں انتہائی کوشش کی لیکن آخر کار اہلِ ٹھٹھہ بدحواس و پریشان ہو گئے اور جام اپنی جمعیت کے ہمراہ میدانِ جنگ سے واپس آیا۔

فیروز شاہ بھی اپنے لشکر کے ہمراہ اپنی قیام گاہ کو واپس آیا اور اعوان و انصار کی ایک مجلسِ مشاورت مقرر کی اور اُن سے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

بادشاہ نے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ اب اس مقام سے واپس ہو کر گجرات کا رخ کروں اور وہاں فوج و حشم کی تیاری کروں اور اگر حیات باقی رہی تو خدا کی اعانت سے سالِ آئندہ اس مہم کو سر کرنے پر توجہ کروں۔

پانچواں مقدمہ

فیروز شاہ کا ٹھٹھہ سے واپس ہو کر گجرات آنا

نقل ہے کہ شب کا وقت آیا اور اہلِ لشکر جنگ و جدال سے کنارہ کش ہو کر اپنی اپنی فرودگاہ کو واپس آ گئے۔

فیروز شاہ نے مقربِ اہلِ دربار کو اپنے حضور میں طلب فرما کر اپنے ارادے کا اظہار کیا۔

بادشاہ نے فرمایا کہ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ مشیت الٰہی یہ ہے کہ ٹھٹھ
اس مہم میں فتح نہ ہو اور مصائب و آلام و دیگر حریف و اعدا ہر دو مخالفین کے لشکر ہماری
فوج پر حملہ آور ہوں۔

پروردگار نے اپنے قوت کاملہ سے آفات ارضی و سماوی کو ہم پر غلبہ عطا فرمایا
جس کی وجہ سے ہمارا لشکر بہت ضعیف و کمزور ہو گیا۔

ظاہر ہے کہ قحط و وبا کے پے در پے حملوں نے ہمارے لشکر و حشم کو انتہا سے زیادہ
کمزور کر دیا۔ اگرچہ ہماری فوج و لشکر نے ان بلیات و مصائب کا مقابلہ کیا ہے اور
ہمت و جرأت کے ساتھ دشمن کے مقابلے میں جنگ آزمائی کی ہے لیکن کمزور
و بلا رسیدہ لشکر تاب کے ہمت سے کام لے سکتا ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ اگر حیات
باقی ہے اور خدا کا کرم میرا مددگار ہے تو سال آئندہ اس ملک پر حملہ کروں۔

فیروز شاہ نے مقربان بارگاہ سے مکرر یہ تقریر فرمائی اور کہا کہ سوا اس کے
دوسرا چارہ کار نہیں ہے کہ جب تک بار دوم اس ملک میں نہ آؤں دہلی کا
رخ نہ کروں۔

اہل دربار نے بادشاہ کی یہ تقریر سن کر زمین ادب کو بوسہ دیا اور تمام حاضرین
نے نہایت خلوص و پسندیدگی کے ساتھ بادشاہ کی رائے سے اتفاق کیا۔

اہل دربار نے عرض کیا کہ بادشاہ کی رائے بہت مناسب ہے اس لئے کہ
فرماں روایان جہاں کشا کا آئین و قانون ملک گیری یہی ہے کہ اگر ایک مقام کسی وجہ سے
کسی مہم میں فتح نہیں ہوتا تو چند روز اس ملک سے دست کش ہو جاتے ہیں لیکن اس
مہم کو ہرگز خاطر سے فراموش نہیں کرتے۔

بادشاہ اگر اس وقت اس ملک سے کنارہ کش ہو کر ملک گجرات تشریف
لے جائیں تو نہایت مناسب ہوگا۔

بادشاہ کی اس مصلحت سے غلہ بھی لشکر کو میسر آ جائے گا اور شتر و بار و دیگر
گھوڑوں پر سوار بھی ہو جائیں گے۔

خلقت خدا تازہ دم ہو جائے گی اور ہم بار دوم اس ملک پر حملہ آور
ہو سکیں گے۔

بادشاہ کی روانگی کے بعد اہل ٹھٹھہ کے باشندوں نے یہ خیال کیا کہ بادشاہ اپنے ملک کو واپس گیا تو مطمئن ہو جائیں گے اور بے حد سعی و کوشش کے ساتھ زراعت میں مصروف ہوں گے جس کی وجہ سے ان کا تمام غلہ زمین کی نذر ہو جائے گا۔ اور تمام کھیت سرسبز ہو جائیں گے۔

جب ربیع کی فصل تیار ہوا اس وقت بادشاہ مع تمام لشکر، جیلان پر شکوہ کے اس نواح کا رخ فرمائے اور اس طرح امید ہے کہ تمام غلہ ہمارے قبضے میں آ جائے گا اور اہل لشکر کی طمانیت و فراغت نصیب ہوگی۔

ایسی حالت میں امید ہے کہ ٹھٹھہ کا ملک جلد سے جلد فتح ہو جائے گا۔

غرضکہ اہل دربار نے فیروز شاہ کو واپسی کی رائے دی اور بادشاہ نے ان کے معروضے کو بہت پسند کیا۔

فیروز شاہ نے واپسی کا مصمم ارادہ کیا اور حکم دیا کہ کوچ کا نقارہ بجایا جائے۔ تاکہ اہل لشکر اپنا سامان درست کریں۔

غرضکہ بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی گئی اور دمامے کی آواز سن کر اہل لشکر بے حد خوش و شاد ہوئے۔

ہر خاص و عام ضعیف و جوان نے سامان درست کیا اور بادشاہ نے اسی وقت میدان سے کوچ کیا۔

فیروز شاہ نے خان اعظم ظفر خاں کو جس کے ماتحت بے شمار بنگالی لشکر تھا، اپنا قائم مقام کر کے ٹھٹھہ میں چھوڑا۔

ٹھٹھہ کے باشندوں کو بادشاہ کی روانگی سے اطلاع ہوئی اور یہ گروہ خوش و خرم ہو کر فیروز شاہ کے تعاقب میں روانہ ہوا۔

بادشاہ نے اول روز دس کوس راہ طے کی اور ٹھٹھہ کے باشندوں نے تعاقب کیا۔

چونکہ ظفر خاں موجود تھا اس نے حریف سے مقابلہ کیا اور اہل بنگالہ و باشندگان ٹھٹھہ میں شدید معرکہ آرائی ہوئی۔

غرضکہ خدا کی مشیت کے مطابق میدان کارزار گرم ہوا اور خونریز لڑائی ہوئی۔

لیکن آخر کار ظفر خاں نے اقبال بادشاہی سے حریف کو شکست دے کر اس کا تعاقب کیا۔
ٹھٹھہ کے باشندے ظفر خاں کے خوف سے واپس ہو گئے اور اس امیر نے
چند سندھی افسروں کے سر بادشاہ کی خدمت میں روانہ کئے۔
واپسی کے وقت تمام اسباب سندھیوں کے ہاتھ آیا اور بادشاہ نے گجرات کا
رخ کیا۔

چھٹا مقدمہ

بادشاہی لشکر کا کوہجی رن میں مبتلائے مصیبت ہونا

نقل ہے کہ فیروز شاہی لشکر کے واپس ہونے کے بعد غلہ اور زیادہ گراں ہوا۔
غلے کا نرخ روز بروز گراں ہونے لگا اور وبائے اسپ نے اور زیادہ ترقی کی۔
غلے کا نرخ ایک تنگہ یا دو تنگہ فی سیر ہو گیا اور مخلوق گرسنگی و برہنگی کی وجہ سے
پریشان ہونے لگی مخلوق کو راہ طے کرنا مشکل ہو گیا اور ہر شخص بمشکل سفر کی
منزلیں طے کرنے لگا۔
اہل لشکر کا یہ حال تھا کہ اس کو غلہ نصیب نہ ہوتا اور مردار جانوروں کا
گوشت اور خام چمڑا کھا کر اپنا پیٹ بھرتے تھے۔
بعض اشخاص کا یہ حال تھا کہ شدت گرسنگی کی وجہ سے خام چمڑا کو پانی میں جوش
دے کر کھاتے اور اس سے شکم سیر ہوتے تھے۔
غرضکہ ایسا شدید قحط رونما ہوا کہ اہل لشکر زندگی سے بیزار ہو گئے اور تمام
سپاہیوں کے گھوڑے ضائع ہو گئے۔ اہل لشکر و ارکان تمام لوگ و امرا کے جانور بھی
تلف ہو گئے اور یہ گروہ بھی پا پیادہ راہ طے کرنے لگا۔
اہل لشکر کے پاس کوئی سواری باقی نہ رہی اور خدا کی مشیت سے تمام فوج
بے سوار ہو گئی۔
چند سندھی اشخاص اہل لشکر سے چند قدم آگے تھے اور فوج کی راہبری
کر رہے تھے۔

غرضکہ یہ جنگل ایسا ہولناک تھا کہ اس میں موت کا گزر تھا اور نہ کوئی جانور آواز دیتا تھا۔

قحط کی شدت اور ضعف و بیماری کی وجہ سے پیادہ پائی و بیچارگی مصیبت کے سبب سے تمام لشکر جان سے تنگ آگیا اور ہر شخص کا یہ حال ہوا کہ بوڑھا باپ خستہ جان لب پر کر درخت کے سائے میں بیٹھ جاتا اور غریب بیٹے جوان کی بالیں پر کھڑا رہتا مشکل سے روتا اور کہتا کہ اے لخت جگر میں تو اس جنگل میں اپنی جان دیتا ہوں اور عالم آخرت کا سفر کرتا ہوں خدا کرے تو صحیح و سالم مکان پہنچے تاکہ اس پر غریب کی موت کا حال اعزہ تک پہنچا دے۔

اسی طرح ایک غمگین بھائی دوسرے غم زدہ برادر کو اسی طرح خستہ و ماندہ چھوڑ کر راہ لیتا تھا اور احباب و دوست کو اپنے کرم فرما احباب کا مطلق خیال نہ رہا۔

غرضکہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ لشکر میں ہر چہار جانب سے شور بلند ہوا اور تمام فوج جان سے بیزار ہو گئی۔

ہر شخص کو اپنی جان کی پڑی تھی جس کی وجہ سے تقریباً تمام سپاہیوں نے نفیس و بیش قیمت اسباب جنگل میں چھوڑ دیا۔

حضرت فیروز شاہ ان تمام واقعات کے نظارے سے بے حد حیران و پریشان تھا۔
بادشاہ خدائے کریم کے رحم و کرم پر توکل کر کے آگے قدم بڑھاتا تھا اور ہر لحظہ خدا کی بارگاہ میں مناجات کرتا۔

لشکر کی شکستہ دلی و پریشانی سے بادشاہ بھی غمگین تھا اور اس رنج و الم میں زار زار روتا تھا۔

غرضکہ اس غم زدہ جماعت پر چار بلاؤں کا نزول تھا۔ ایک بلائے قحط دوسری مصیبت پیادہ پائی تیسرے بلائے صحرائے جاں گداز اور چوتھے رنج و رقت عزیزاں۔
غرضکہ یہ تمام آفات تقدیر الٰہی کا کرشمہ تھیں جو ان غریبوں پر اس طرح نازل ہوئی تھیں ان آفات و مصائب نے یہاں تک طول پکڑا کہ چھ ماہ کامل بادشاہ و لشکر کے حالات دہلی میں نہ پہنچ سکے۔ تمام شہر میں یہ شور بلند ہوا کہ فیروز شاہ مع تمام لشکر کے غائب ہو گیا۔

خان جہاں وزیر جو تدبیر و سیاست میں بے نظیر اور دہلی میں حکومت پذیر تھا۔

رعایا کے سر پر موجود تھا۔ اس امیر کے خوف کی وجہ سے کسی فرد کو زیادہ مخالفت کی جرأت نہ ہوتی تھی لیکن تمام شہر ماتم کدہ بن گیا تھا اور ہر مکان میں صف ماتم بچھی ہوئی تھی۔

شہر کی خلقت بے حد حیران تھی اس لئے کہ اس مدت میں نہ کوئی فرمان صادر ہوا اور نہ کسی شخص کا کوئی نامہ و پیغام اہل شہر تک پہنچ سکا۔

تمام خلقت خدا کو یقین ہو گیا اور ہر شخص نے یہ کہنا شروع کیا کہ بادشاہ مع اپنے حشم و لشکر کے غائب ہو گیا ہے۔ غرضکہ خان جہاں کو معلوم ہوا کہ شہر کی حالت بے حد خراب ہو گئی تو اس امیر نے تمام سلطانی جاہ و حشم کو کوشک شاہی سے اپنے مکان میں منتقل کر لیا اور بیداری و ہوشیاری کی شدید تاکید کی تاکہ کسی فرد کو فتنہ و فساد کا خیال نہ آ سکے۔

خان مذکور ہر روز حوالی شہر میں سواری کرتا اور خلائق کو اپنے رعب و داب سے متاثر کرتا تھا۔ خان جہاں نے دیکھا کہ اس شور و شغب میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے اور کسی طرح بھی خلائق کو اطمینان نصیب نہیں ہوتا۔ اس امیر نے فیروز شاہ کی زبان و قلم سے ایک فرمان تحریر کیا جس میں بادشاہ و لشکر کی سلامتی کا مژدہ سنایا اور اس فرمان کو عامۂ خلائق کے روبرو پڑھ کر ہر شخص کو اس کا مضمون سنایا۔ تمام خلقت اس فرمان کو سن کر مطمئن و خوش ہوئی اور ہر شخص نے کسب معاش کی تدبیر شروع کی۔

سچ ہے کہ اگر وزیر صاحب فہم و فراست نہ ہو تو فرمان روا کے وقت اس قسم دور دراز سفر کیوں کر اختیار کرے اور کس طرح ملک کو فتح کرے۔

ظاہر ہے کہ فیروز شاہ کو سندھ کی مہم میں یہ حادثہ پیش آیا اور بادشاہ چھ ماہ کامل گویا دن میں گرفتار مصیبت رہا۔ ایسی حالت میں وزیر کی دانائی و فراست ہر گونہ قابل تعریف ہے جس نے بادشاہ کی عدم موجودگی میں ایسی عظیم الشان سلطنت کو برقرار رکھا۔

اگرچہ خان جہاں باوجود فہم و فراست و تدبر و سیاست میں مشہور ہونے کے اس درجہ ہر دل عزیز و قابل تعظیم و تکریم تھا کہ ہر شخص اس کا بندۂ احسان ہو کر اس کے حکم پر جان قربان کرنے کو تیار تھا لیکن ان ہی نیک چلن اور نیک دل نے ایک لمحہ بھی طمع سلطنت سے اپنے قلب و دماغ کو آلودہ نہ کیا۔

اگر غور سے مطالعہ کیا جائے تو تاریخ عالم میں صرف دو ایک افراد ایسے ملیں گے

کو رے ہی شخصوں نے اپنے بادشاہ کی عدم موجودگی میں انتظام سلطنت کو برقرار رکھا اور خود کسی خیال خام میں مبتلا نہ ہوئے ایک خان جہاں وزیر سلطان فیروز دوسرے ارسطا طالیس وزیر اسکندر یونان۔

جس زمانے میں کہ سکندر نے اول بار مشرق کی مہم کو طے کر کے مغرب کا رخ کیا اور جب تک کہ سلاطین عالم کو حلقہ بگوش نہ کر لیا اپنی مملکت کو واپس نہ ہوا۔

اس کے علاوہ سکندر ایک سو سال اسی طرح تمام عالم میں گشت لگاتا رہا اور اس کا قائم مقام وزیر ارسطو اپنے مقام پر بیٹھا ہوا سلطنت کا انتظام کرتا رہا۔

سو سال کے بعد سکندر اپنے ملک کو واپس آیا اور اس کو معلوم ہوا کہ اس کی عدم موجودگی میں ارسطو نے ملک میں دو چند اضافہ کر دیا ہے۔

سلطان فیروز شاہ ٹھٹھہ روانہ ہوا اور بادشاہ انتہائی محنت و مشقت میں گرفتار ہوا۔ چھ ماہ کامل بادشاہ کی خبر معلوم نہ ہوئی اور شاہ و لشکر کے حالات سے اہل دہلی بے خبر رہے لیکن چونکہ بادشاہ خان جہاں ایسے صاحب فہم و فراست مدبر وزیر کو دہلی میں اپنا قائم مقام بنا گیا تھا جب بادشاہ ڈیڑھ سال کے بعد ٹھٹھہ کی مہم سے فارغ ہو کر واپس آیا تو دیکھا کہ دہلی کو جیسا چھوڑ کر گیا تھا ویسا ہی پایا بلکہ پہلے سے بہتر حالت میں دیکھا سبحان اللہ ایسے بادشاہ خوش کردار و وزیر نیکوکار کی کیا تعریف ہو سکتی ہے۔

ساتواں مقدمہ

خلقت کا کچھی رن میں زاری کرنا اور بادشاہ کا افسوس کرنا

نقل ہے کہ فیروز شاہ بہ محنت و مشقت و نیز شدید الم و مصیبت کے ساتھ سفر کی منزلیں طے کر رہا تھا اور اس جان گداز صحرا و ہولناک وادی میں ہزار دقت و خرابی قدم اٹھاتا تھا رنج و تکلیف کی شدت اور کرب تشنگی کی مصیبت نے بادشاہ و لشکر کو بے جان بنا کر زندہ انسانوں کو متحرک مردے بنا رکھا تھا۔

چونکہ سفر کی تکلیف و مصیبت حد سے گزر گئی اور تمام مخلوق کو جان سے ناامید ہو گئی۔ بادشاہ رعیت و لشکر کی ناامیدی و پریشانی ملاحظہ کر کے آبدیدہ ہوتا اور افسوس کی

وجہ سے دل ہی دل میں طرح طرح کے یاس انگیز خیالات میں مبتلا ہوتا تھا۔

ہر منزل میں ہزاروں انسان و جانور تلف ہوتے تھے اور لاشیں جابجا اس جنگل میں گلتے سڑتے تھے۔

بعض معتبر راویوں کا بیان ہے کہ ایک روز بادشاہ سفر کی منزلیں طے کر رہا تھا کہ اچانک ایک بلندی پر نظر پڑی۔ بادشاہ نے گھوڑے کی باگ موڑی اور بلندی پر چڑھ گیا اور دیکھا کہ ایک سبز درخت کے سائے میں ایک پیر مرد ضعیف و فقیر و سال خوردہ و کمزور بیٹھا ہے۔

سلطان فیروز شاہ نے کہ وہ اس پیر مرد کے پاس گیا اور بادشاہی ملازموں نے ارادہ کیا کہ اس پیر مرد کو اس کی جگہ سے ہٹائیں۔

پیر مرد کا یہ حال تھا کہ انتہائی کمزوری کی وجہ سے کھڑا بھی نہ ہو سکتا تھا۔

بادشاہ نے شاہی ملازمین کو منع کیا کہ پیر مرد سے مزاحمت نہ کریں اور خود درخت کے سائے میں اس مرد ضعیف کے سرہانے استادہ ہوا۔

پیر مرد نے بادشاہ کی جانب رخ کیا اور کہا کہ اے بادشاہ خواہ مخواہ تو کیوں اس قدر مخلوق کو بے وجہ تلف کر رہا ہے۔ تو نے اس لشکر کو ایک ایسے مقام پر لا کر مقیم کیا ہے کہ تمام خلقت مارے قحط کے دست بدعا ہو کر مجبور و لاچار ہو گئی ہے۔

بادشاہ نے سوال کیا کہ آیا تمہارے دل میں کوئی تمنا ہے؟

پیر مرد نے جواب دیا کہ مجھ پر بے شمار فاقے گزر رہے ہیں جس کی وجہ سے میں شدید گرسنہ ہوں۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ فقیر کو دو تنکے زر عطا کئے جائیں۔

شاہی حکم کی تعمیل کی گئی اور فقیر بادشاہ کی جانب دیکھ کر مسکرایا اور اپنی کمر سے ہمیانی کھول کر بادشاہ کو دس تنکے زر دکھائے اور کہا کہ اے بادشاہ میں فقط کھانے کا خواستگار ہوں، زر کو کیا کروں گا۔

بادشاہ نے فرمایا کہ آج ہمارے لشکر خانے و باورچی خانے میں کوئی شے خوردنی موجود نہیں ہے اور شاہزادہ فتح خان کے لئے صرف ایک سیر کھچڑی بشیر الملک عماد الملک کے خیمے سے لائی گئی ہے۔

بادشاہ نے کہا اور آگے روانہ ہوا اور اسی وقت اپنے دل میں عہد کیا کہ اگر ہم سلامت

خدا کے فضل و کرم سے سر ہو جائے گی تو بادشاہ بار دیگر مفرت کرے گا۔

غرضیکہ بادشاہ اسی حالت تکلیف و مصیبت میں چند منزل اور آگے بڑھا اور تمام لشکر کی حالت بہت بدتر ہو گئی۔ فوج کا ہر شخص جان سے بیزار ہو گیا اور پانی کے قحط نے تمام خلقت خدا کو جان بلب کر دیا

ہر شخص کو زندگی سے مایوسی ہو گئی اور یہ یقین کر کے کہ بغیر پانی کے ایک لمحہ بھی زندگی دشوار ہے۔ ہر شخص اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔

جب یہ عالم ہوا کہ تمام خلائق اس بے آب مقام پر پہنچ کر اپنی زندگی سے مایوس ہو گئی اور ہر شخص کو یقین ہو گیا کہ تمام اشخاص یکبارگی اس جنگل میں ہلاک ہو جائیں گے۔

فیروز شاہ کو بھی اپنی زندگی سے مایوسی ہو گئی اور ہر لحظہ غم و فکر میں غرق رہنے لگا۔

بادشاہ ہر وقت دست دعا بلند کرتا اور بارگاہ الٰہی سے رحم و کرم کی التجا کرتا تھا اور زبان حال سے کہتا کہ اے خداوند دستگیر و زندگی تیری ذات سے ہے مجھ کو اور میرے تمام رفقاء کو اس مصیبت والم سے نجات دے۔ تفاسیر وغیرہ دیگر معتبر کتب میں مرقوم ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی بے آب و گیاہ جنگل میں آوارہ وطنی کی مصیبت سے سابقہ پڑا تھا اسی طرح فیروز شاہ کو بھی سندھ کی اہم مہم کے اختیار کرنے میں بس مصیبت کا سامنا کرنا پڑا اور بے آبی کی تکلیف اس درجہ بڑھی کہ بادشاہ کو زندگی سے مایوسی ہو گئی اور اس کے رفقائے حیات کے عالم یاس میں اپنے کو مردہ تصور کر لیا۔

مختصر یہ کہ حضرت شاہ کو ایک شب الہام ہوا اور بادشاہ نے کمال خلوت میں سر بسجدہ ہو کر بارگاہ الٰہی میں مناجات شروع کی اور آہ و زاری کے ساتھ خدا سے دعا کرنے لگا کہ پروردگار اس شخص کے قدم کی برکت سے جو اس لشکر میں موجود اور صاحب ولایت کا ہے سر پہ اپنے باران رحمت سے ہم گناہگاروں کو سیراب فرما اور اس جان گداز جنگل سے آزادی و نجات عطا فرما۔

بادشاہ کے دعا کرتے ہی اسی وقت آسمان پر ابر چھا گیا اور ہر چہار جانب شور بلند ہوا۔

خدا کے رحم و کرم سے شدید بارش ہونے لگی اور ہر چہار طرف پانی کی ندیاں

جاری ہو گئیں۔

تمام لشکر نے خود بھی پانی پیا اور پانی سے کر جمع کر لیا اور ہر شخص پیاس کی تکلیف سے نجات پا کر خوش و خرم ہوا۔

غرضکہ اس دو صحرا کے جاں گداز سے نکلنے کا راستہ بھی معلوم ہو گیا اور بادشاہ کی دعا کی برکت سے ہر شخص کو اس وادی کی مصیبت سے نجات حاصل ہوئی۔

سبحان اللہ یہ امر محض کرم الٰہی تھا جو ہر وقت اپنے درماندہ بندوں کی دستگیری فرماتا ہے۔

حضرت خواجہ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے تذکرۃ الاولیاء میں حضرت ذوالنون مصری کے حالات میں تحریر فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ مصر میں امساک باراں ہوا اور اہل شہر حضرت ذوالنون مصری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت خواجہ بارش کے لئے دعا فرمائیں۔

جناب ممدوح منبر پر تشریف لے گئے اور دعا کی کہ پروردگار عالم جس شخص کے انوار ریاضت سے یہ شہر روشن و درخشاں ہے اس کے قدم کی برکت سے باران رحمت نازل فرما۔

حضرت شیخ کے دعا فرماتے ہی نزول باراں ہوا اور تمام شہر سیراب ہو گیا۔

اسی طرح بادشاہ دین طلب نے مثل مشائخ کرام کے خدا کی بارگاہ میں دعا کی اور اسی وقت دھواں دھار بارش ہونے لگی اور تمام خلقت خدا سیراب ہو گئی۔

غرضکہ فیروز شاہ نے خدا کے فضل و کرم سے اس جنگل سے نجات پائی اور خدا کی بارگاہ میں شکر ادا کیا۔ بادشاہ نے اسی وقت خان جہاں کے نام فرمان روانہ کیا اور اپنی و نیز تمام لشکر و فوج کی سلامتی سے اہل دہلی کو آگاہ کیا۔

بادشاہ کا فرمان دہلی پہنچا اور خان جہاں جب بادشاہ کے قاصد کے قریب آیا اور شہر میں ہر مکان میں خوشی کا دور دورہ ہوا۔

اہل شہر نے طبل شادی بجائے اور ہر گھر میں دن عید و رات شب برات کا سماں نظر آیا۔

بلاد و ممالک میں شور مسرت بلند ہوا۔

آٹھواں مقدمہ

فیروز شاہ کا گجرات پہنچنا

نقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ مع تمام خلائق و لشکر کے اس صحرا سے صحیح و سالم نجات پا کر سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا گجرات پہنچا۔

اس زمانے میں ملک الشرق نظام الملک امیر حسین بن امیر میراں مستوفی الممالک علیہ الرحمۃ گجرات کا حاکم تھا۔

یہ امیر ملک کے انتظام اور اقطاع کی حفاظت میں بے انتہا سستی و کوتاہی کرتا تھا۔

بادشاہ نے گجرات پہنچ کر نظام الملک پر عتاب کیا اور شدید ترین باز پرس کی۔

فیروز شاہ کے عتاب کا منشا یہ تھا کہ اگر نظام الملک کو بادشاہی لشکر کی کچھ بھی فکر ہوتی تو یہ امیر گجرات سے قدر ممکن تیار رکھتا اور خلقت خدا اس طرح گرسنہ و پریشان و تلف نہ ہوتی۔

بادشاہ نے نظام الملک کو حکومت گجرات سے معزول کر کے اس کی جاگیر ضبط کی۔

غرضکہ فیروز شاہ نے گجرات میں قیام کر کے لشکر کی تازہ دم کیا، اور غیر وجیہ دار لشکر کو بخشش کر کے قوت عطا فرمائی جس کی وجہ سے یہ گروہ اس قابل ہو گیا کہ گھوڑے خرید کر سواروں میں داخل ہو جائے۔ اس موقع پر عماد الملک نے جو بارگاہ سلطنت کا مستوفی تھا بادشاہ سے عرض کیا کہ غیر وجیہ دار گروہ بادشاہ کی شاہانہ نوازش سے سواروں میں داخل ہو گیا لیکن وجیہ دار جماعت بے حد مضطر و پریشان ہے اس لئے کہ ان کے مواضع حوالی دہلی میں واقع ہیں اور اس گروہ کا تنگ دستی سے برا حال ہے۔

اس گروہ کے چند افراد اس قدر مفلس ہو گئے ہیں ان کی آمدنی انتہائی قلیل ہے

کوئی شخص ان کو پہنچا سکے اس لئے ان غریبوں کا برا حال ہے اور یہ گروہ اپنی پریشانی کی
وجہ سے حد سے زیادہ پریشان ہے فیروز شاہ نے جواب میں فرمایا کہ مجھ کو معلوم ہے
کہ وجہ دار گروہ پریشانی و تنگدستی کی وجہ سے پیادہ ہو گیا ہے لیکن ان اشخاص نے
اس مہم میں ہماری موافقت کی ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ ان کے مواضع بہت دور
واقع ہیں جس کی وجہ سے یہ پریشان ہیں۔

ظاہر ہے کہ جو قدرے قلیل غلہ پیدا ہوتا ہے وہ ان کے اہل و عیال کے
صرف میں آتا ہے اور ان غریبوں کی حالت بد سے بدتر ہو گئی ہے۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ وجہ دار گروہ کو خزانۂ شاہی سے روپیہ قرض دیا جائے
اور شاہی حکم کی بنا پر بعض اشخاص کو پانچ سو اور بعض کو سات سو اور بعض کو
ایک ہزار تنکے بطور قرض دیئے گئے۔ غرضکہ وجہ دار گروہ بھی بادشاہ کی عنایت
و نوازش سے رقم قرض پا کر مطمئن ہوا اور خوشحالی میں داخل ہو گیا۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ خان جہاں کے نام اس مضمون کا فرمان جاری کیا جائے
کہ وجہ دار گروہ کے مطالبات سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے اور جب تک کہ شاہی
سواری دہلی واپس نہ ہو ان سے نہ باز پرس کی جائے اور نہ ان کو کسی قسم کی تکلیف
پہنچائی جائے تاکہ وجہ دار گروہوں کے عیال اطمینان و فراغت کے ساتھ زندگی
بسر کریں۔

سبحان اللہ سلطان فیروز شاہ خدا کی توفیق سے تمام اہل گجرات کو جو دو کروڑ
محصول تھا کل رقم جات شاہی کی درستی و حشم کی پرورش میں صرف کر دیا۔

اس صرف کا اصل مقصد یہ تھا کہ بادشاہ بار دوم سندھ کا سفر کرے۔

غرضکہ سلطان فیروز شاہ نے سندھ کے سفر کا ارادہ کیا اور خان جہاں کے
نام اس مضمون کا فرمان روانہ کیا کہ ما بدولت و اقبال اپنے بحری و بری لشکر کے ہمراہ
سندھ روانہ ہوتے ہیں۔ بادشاہ نے اس فرمان و نیز توقیعات میں خان جہاں وزیر کو
برادرم کے خطاب سے یاد فرمایا اور تحریر فرمایا کہ برادرم خان جہاں کو چاہئے کہ
بے انتہا ساز و سامان و بے شمار سپاہ و حشم سندھ کی جانب روانہ
فرمائیں۔

نواں مقدمہ

خان جہاں کا ساز و سامان سلطان فیروز کی خدمت میں گجرات روانہ کرنا

نقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ نے خدا کی عنایت سے سندھ کو فتح کیا اور خان جہاں کے نام فرمان روانہ کیا۔

بادشاہ نے اس فرمان میں تمام اسباب لشکر کشی طلب کیا اور اس وزیر باتدبیر نے سامان روانہ کرنے میں بڑی سعی و کوشش کی۔

فیروز شاہ نے تمام عمّال درگاہ کو شدید تاکید کی کہ ہر کارخانے کا مال و اسباب بکثرت موجود رکھیں۔

شاہی حکم کے مطابق ہر کارخانے کے اسباب کی تکمیل کی گئی اور ہر شئے ایسی کثرت سے جمع ہو گئی کہ اس کی تفصیل احاطۂ بیان سے باہر ہے اور حد قیاس سے بیرون ہے۔

صرف اسلحہ کی قیمت مبلغ سات لاکھ تنکہ قرار پائی تھی اور اسی پر دوسرے کارخانہ جات کے ساز و سامان کو قیاس کرنا چاہیے۔

جو اسباب ایک روز میں مرتب ہو جاتا اور خان جہاں اس کو دوسرے روز روانہ کر دیتا تھا اور اسی طرح روزانہ اسباب روانہ کیا جاتا تھا۔

غرضکہ اس قدر اسباب بارگاہ شاہی میں جمع ہو گیا کہ لشکر اس کا شمار نہ کر سکتے تھے۔

مختصر یہ کہ خان جہاں نے بادشاہ کے حضور میں عریضہ روانہ کیا اور اس میں لکھا کہ چونکہ حضرت شاہ نے بار اول سندھ کی مہم کو اسی لیے ملتوی فرمایا تھا اور وہاں سے محض اس خیال سے واپس ہوئے تھے کہ لشکر کو راحت و آرام نصیب ہو اور اب بار دگر حملہ فرما رہے ہیں اس لیے امید ہے کہ ملک جلد سے جلد فتح ہو جائے گا۔

وزیر ملک نے بادشاہ کے حضور میں عرضداشت بھیجی اور بادشاہ نے فرمایا

چنانچہ وزیر جس قدر صاحب تدبیر و فراست ہے اس کی قدر ہمیں کو معلوم ہے

غرضکہ فیروز شاہ جو دینداری میں کامل تھا نیک ساعت میں خدا کی امداد و عنایت سے سندھ روانہ ہوا۔

بادشاہ نے سراپردۂ خاص نصب کیا اور تمام عربی عجمی لشکر و نیز تمام خدم و حشم بہ خوشی و مسرت کے ساتھ بادشاہ کے ہمرکاب ہوا۔

اسی درمیان میں بہرام خاں داماد حسن خاں کانگو کی عرضداشت بادشاہ کے حضور میں پہنچی۔

بہرام خاں اُس زمانے میں دولت آباد کا حاکم تھا اور حسن کانگو کے فرزند اور بہرام خاں کے درمیان مخالفت پیدا ہوئی اور بہرام خاں فیروز شاہی بارگاہ میں پناہ گزین ہوا۔

بہرام خاں نے اس عرضے میں یہ التجا کی تھی کہ اگر بادشاہ اپنے کرم سے دولت آباد تشریف لائیں تو یہ نمک خوار نہایت صدق و اخلاص کے ساتھ خدمت کرے گا اور خدا کی ذات سے امید ہے کہ حضرت شاہ اپنے قدیم ملک پر قابض ہو جائیں گے۔

فیروز شاہ نے بہرام خاں کو جواب دیا کہ میں راستے میں ہوں یہاں سے تمہیں آگاہ کرتا ہوں تم کو معلوم ہو کہ مجھ کو سندھ کی مہم درپیش ہے اور میں نے عہد کیا ہے کہ جب تک بار دوم سندھ پر لشکر کشی کر کے اس ملک کو فتح نہ کر لوں گا اور ملک اور اہل ملک کو زیر و زبر نہ کر دوں گا کسی دوسری طرف رخ نہ کروں گا۔

میں نے سندھ کو فتح اور وہاں کی سرکش رعایا کو تنبیہ کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے اور جب تک کہ میں اس مہم کو سر نہ کر لوں گا کسی دوسری سمت رخ نہ کروں گا۔

انشاء اللہ تعالیٰ ٹھٹھہ کو فتح کرنے کے بعد میں دولت آباد ضرور آجاؤں گا۔

غرضکہ ٹھٹھہ کی مہم بادشاہ کے خیال میں ایسی اہم تھی کہ اُس نے دولت آباد کا خیال ترک کر دیا اور ٹھٹھہ روانہ ہوا۔

فیروز شاہ نے پیشتر ارادہ کیا کہ ملک نائب کو گجرات کا حاکم مقرر کرے جس کے لئے خلعت و دیگر سامان انعام موجود کر لئے گئے تھے لیکن چونکہ بادشاہ کوئی کام بغیر مصحف کی فال دیکھے نہ کرتا تھا فیروز شاہ نے قرآن سے فال نکالی اور یہ فال ملک نائب کے لئے راست نہ آئی بلکہ ظفر خاں کے نام نکلی۔

ظفر خاں دفعۃً شاہی حضور میں طلب کیا گیا اور اس کو خلعت حکومت گجرات عطا ہوئی۔

سبحان اللہ ظاہر ہے کہ جس طرح ہر کام میں فیروز شاہ بارگاہ الٰہی میں ملتجی ہوا کرتا تھا شاید دوسرے سلاطین کو میسر ہو۔

بادشاہ کی یہ روش دیگر سلاطین با برکات و مشائخ طریقت کے اعمال صالحہ کے مطابق کہی جاسکتی ہے جو ہر حال میں خدا کی بارگاہ میں التجا پیش کرتے ہیں۔

غرضکہ بادشاہ ظفر خاں کو اقطاع گجرات عنایت فرما کر اپنے جرار لشکر کے ہمراہ گجرات سے ٹھٹھہ روانہ ہوا۔

دسواں مقدمہ

فیروز شاہ کا بار دوم ٹھٹھہ روانہ ہونا

نقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ خدا کی حمایت و توفیق سے ٹھٹھہ روانہ ہوا اور بادشاہ نے تمام لشکر و خدم کو امیدوار نوازش بنایا۔

تمام خلقت خدا بادشاہ کا شکر بجا لائی لیکن چونکہ سفر اول میں خلقت نے بے شمار تکالیف برداشت کی تھیں اس لئے اکثر اشخاص بے سروسامان سے اپنے مکان روانہ ہوگئے۔

بادشاہ کو اس واقعے کی خبر ہوئی اور اس نے دریافت کیا کہ ان اشخاص کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔

اہل دربار نے عرض کیا کہ راہ کی تمام منزلوں میں چوکیاں نصب کی جائیں تاکہ خلائق کو فرار ہونے سے باز رکھیں اور جو شخص راہ فرار اختیار کرے اُس سے باز پرس کریں۔

فیروز شاہ نے اہل دربار کو جواب دیا کہ بیچارے لشکر و حشم نے اول بار اس قدر محنت و مشقت اٹھائی [illegible]

وہ چکے ہیں اس لئے اس مرتبہ تنگیٔ علف کی وجہ سے واپس ہو رہے ہیں۔

ظاہر ہے کہ یہ قدیم رسم ہے کہ لشکر کشی میں بعض اشخاص خود ملازم ہوتے ہیں اور بعض کا کسی ملازم سے قرابت و محبت کا تعلق ہوتا ہے اور بعض کسی اور مصلحت سے فوج میں داخل ہو جاتے ہیں ایسی حالت میں اگر چوکیاں نصب کی جائیں گی اور تاکیدی احکام نافذ ہوں گے تو جو اشخاص کہ ملازم ہیں وہ واپسی سے باز رہیں گے اور جو افراد کہ دراصل ملازم نہیں ہیں وہ بھی شاہی پہرے کے خوف سے واپس نہ ہو سکیں گے اور اس طرح ان غریبوں کے لئے ایک بیجا قید ہو جائے گی اور ان پر ظلم ہوگا جس کی وجہ سے یہ غمناک و پریشان ہوں گے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے ٹھٹھہ کی فتح مقدر فرمائی ہے تو ان کے علیحدہ ہو جانے سے نقصان نہ ہوگا اور اگر خدا کو اس مہم کا سر ہونا منظور نہیں ہے تو ان کی گرفت و قید سے کیا فائدہ ہوگا۔

اس موقع پر بادشاہ دیندار نے فرمایا کہ خانجہاں کے نام ایک فرمان اس مضمون کا روانہ کیا جائے کہ جو اشخاص یہاں سے فراری ہو کر دہلی پہنچتے ہیں ان کی حقیقت حال کی تفتیش کی جائے۔

ان مجرمین میں جو اشخاص کہ ملازم شاہی اور انھوں نے خزانۂ شاہی سے مال حاصل کیا ہے تو ان کو صرف سزائے معنوی دی جائے نہ کہ سزائے خسروانی۔ واضح ہو کہ امور مملکت و آئین جہانداری میں سزائے خسروانی سے مراد قتل و جلاوطنی و دیگر شدید سزائیں مراد ہیں اور معنوی بازپرس سے مراد یہ ہے کہ ایسے اشخاص کو ذلیل کر کے تیر ملامت کا نشانہ بنایا جائے۔

سبحان اللہ یہ امر قطعاً سنت نبوی کے موافق ہے۔ چنانچہ روایت ہے کہ ایک مرتبہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کے لئے دور تشریف لے گئے بعض یاران رسول کسی مصلحت کی وجہ سے اپنے مکانوں میں مقیم رہے حضرت نے یاران باقی ماندہ کا دو دن تک انتظار فرمایا اور اس کے بعد روانہ ہو گئے۔

راہ میں اہل نجد اس وجہ حائل ہوئے کہ اصحاب لیس اور حضرت کے حضور میں نہ حاضر ہو سکے اور ضرورۃً مکانوں میں مقیم رہے

برداشت کرنی پڑی۔

سرور عالم اس مہم سے واپس تشریف لائے اور یاران باقی ماندہ شرمندہ حضرت کے حضور میں حاضر ہوئے۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے حقیقت واقعہ دریافت فرمائی اور ان صاحبوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم کو مال و عیال نے حضرت کی ہمراہی سے باز رکھا۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صاحبوں کا عذر نہ قبول فرمایا اور ان کی جانب سے روگرداں ہو کر ان کو سزائے معنوی سے معتوب فرمایا۔

ان صاحبوں کے سروں سے دستار اتار لی گئی اور ان کو ستون مسجد سے باندھ کر تادیب کی گئی اور جس طرح کہ معلم خورد سال بچوں کو سزا دیتا ہے اس طرح ان کو شدید سزا دی گئی۔

یہ شرمسار گروہ اپنا تمام مال حضرت کے حضور میں لایا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ چونکہ اس مال کی شامت اعمال سے ہم حضرت کی ہمراہی سے محروم رہے اور حضور ہم سے ناراض ہو گئے اس لئے ہم اس مال کو اپنے پاس نہیں رکھنا چاہتے یہ مال حاضر ہے حضرت اس کو غربا میں تقسیم فرما دیں اور ہم اس دنیاوی مال سے کنارہ کش ہوتے ہیں اور بصد ادب عرض کرتے ہیں کہ حضرت یہ مال ہم سے قبول فرمائیں اور غربا کو تقسیم فرما دیں اور ہمارا قصور معاف فرما کر ہم سے راضی و خوش ہو جائیں۔

باوجودیکہ ان اصحاب نے یہ تقریر کی اور اس طرح منت و زاری کی لیکن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا عذر قبول نہ فرمایا اور یہ اصحاب دل شکستہ دور تر مقام پر بیٹھے۔

ان اصحاب کی ندامت بارگاہ الٰہی میں قبول ہوئی اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی کہ ان کے اموال کو بطور صدقہ قبول کر تاکہ یہ گروہ گناہ سے طاہر و پاک ہو جائے۔

اس آیت کے نزول کے بعد سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گروہ کا

قصور معاف فرمایا اور ان کا مال بطور صدقہ درویشوں کو عطا کیا۔

چونکہ اللہ تعالیٰ فیروز شاہ کو تمام افعال حسنہ سے آراستہ فرمایا تھا اس لئے بادشاہ جس فعل کا ارتکاب کرتا اس میں خوبی و محاسن موجود ہوتے تھے۔

غرضیکہ بادشاہ کا فرمان خان جہاں کے پاس پہنچا اور اس صاحب تدبر و سیاست وزیر نے اس امر کی تلاش و جستجو شروع کی اور جو شخص لشکر سے واپس ہوتا سرکاری پیادے اس کو قانونی مجرم کی طرح گرفتار کرتے تھے اور اس کی حقیقت حال سے دیوان کو آگاہ کرتے تھے۔

اگر یہ شخص ملازم سرکار ہوتا تو اس کو سزائے معزولی دی جاتی تھی چنانچہ بعض اعیان و اکابر شہر کو بھی اس قسم کی تنبیہ کی گئی۔

یہ امرا ایک دو مہینہ بازگشت کرائے گئے تاکہ آخر سال دیوان دیوان کو دیکھ کر اس امر کا اندازہ کر لیں کہ ان اشخاص سے بادشاہ ناخوش ہے۔

غرضیکہ فیروز شاہ نے ایسے افراد کو محض تدارک معنوی کا ملزم قرار دیا اور ان کی وجہ معاش و جاگیر و مواضع کو قطعاً کسی قسم کی مضرت نہ پہنچائی۔

اس کی اصل وجہ کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ نوازش محض بادشاہ کے خلق نیک و بہترین صفات کا ثمرہ تھی ورنہ ہر شخص خیال کر سکتا ہے کہ ایسے گنہگار گروہ کو کوئی فرماں روائے صاحب قوت و اقتدار مصلحت ملک کے لحاظ سے معاف نہیں کر سکتا۔

گیارھواں مقدمہ

فیروز شاہ کا ٹھٹھہ پہنچنا اور لشکر کو فراغت حاصل ہونا

نقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا ٹھٹھہ جا رہا تھا اور سفر کے تمام مراحل آسانی کے ساتھ گزر رہے تھے۔

سفر کے دوران میں حضرت شیخ الاسلام شیخ صدر الدین نبیرۂ حضرت شیخ الاسلام

کچھ کہنا چاہتا ہے۔

فیروز شاہ حضرت شیخ کی جانب متوجہ ہوا اور معروض سے فرمایا کہ بادشاہ نے اہل ٹھٹھہ پر حملہ کیا اور دہلی سے ٹھٹھہ روانہ ہوا۔

بادشاہ نے راہ میں اجودھن پہنچ کر حضرت شیخ فرید الحق رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی لیکن حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے آستانے پر حاضر نہیں ہوئے اور ظاہر ہے کہ اس زمانے تک اہل بصیرت نے ان دونوں خانوادوں میں کسی قسم کی تفریق نہیں پیدا کی ہے۔

اس مرتبہ حضرت شاہ نے نذر فرمائی کہ ٹھٹھہ کے فتح ہونے کے بعد ملتان حاضر ہو کر مشائخ ملتان کے آستانوں پر حاضری دیں گے۔

فیروز شاہ نے حضرت شیخ کی تقریر سن کر فرمایا کہ یہ خطرہ میری نیت میں بارہا پیدا ہوا ہے۔

بادشاہ نے پوری عقیدت کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس مرتبہ یہ ارادہ ضرور کروں گا اور خدا کی مرضی و مشیت کے مطابق عمل کروں گا۔

مختصر یہ کہ اس مرتبہ قحط سالی کم تھی اور بادشاہ نے ٹھٹھہ میں نزول فرمایا۔

اہل ٹھٹھہ بادشاہ کے ورود سے قطعاً بے خبر تھے اور اپنے مواضع و قصبات و قریات میں زراعت میں مشغول تھے۔ اول مرتبہ بادشاہ سے جنگ برام ٹھٹھہ سے واپس ہوا اور اہل ٹھٹھہ نے اس امر کو تائید الٰہی قرار دے کر اپنا شروع کیا تھا کہ سلطان فیروز شاہ نے ہم پر حملہ کیا لیکن تقدیر الٰہی نے معاملہ برعکس کر دیا اور فیروز شاہ نے خود ہارے تھے جان دی اور ہمارے مقابلے سے فراری ہوا۔

غرضیکہ بادشاہ کے ورود کی خبر ایک دم مشہور ہوئی اور اہل سندھ کو معلوم ہوا کہ شاہ بے شمار فوج کے ہمراہ ان کے مقابلے کو آ رہا ہے۔

فیروز شاہ نے خدا کے فضل و کرم سے بڑی سرعت و مستعدی کے ساتھ اس مرتبہ گجرات سے سفر کیا تھا اور جلد سے جلد کوچ متواتر کر کے سندھ پہنچا تھا۔

اہل سندھ فیروز شاہ کی آمد اس کے رعب سے بے حد خوف زدہ ہو گئے تھے اور اب سندھ کی ساحلی آبادی کو خراب اور دریائے سندھ کے پل اور کنارے کو مسمار

کر کے حصار گلی میں پناہ گزیں ہوئے تھے۔

فیروز شاہ اپنے لشکر کے ہمراہ آبادی میں پہنچا اور معلوم ہوا کہ تمام باشندگان سندھ نے زراعت میں سعی بلیغ کی ہے اور اُن کی زراعت کا غلہ پختہ ہو چکا ہے۔

بادشاہ کو معلوم ہوا کہ اہل سندھ دریائے سندھ کے ساحل سے دور ہٹ گئے ہیں اس لئے ہندی لشکر نے دریا کے کنارے خیمے نصب کئے اور خندق و کشتگاہ مرتب و تیار کر کے بہ راحت و آرام سے ساحل پر مقیم ہوئے۔

چونکہ غلہ تو حسب مراد کو پہنچا تھا اس لئے غلے کا نرخ آٹھ یا دس جیتل فی پنج سیر تھا۔

اسی درمیان میں نیا غلہ تیار ہو گیا اور اجناس کا نرخ بے حد ارزاں ہو گیا۔

غرضکہ خدا کے فضل و کرم سے خلائق لشکر ہر چہار جانب نہایت اطمینان سے گشت کرتی تھی اور اہل سندھ کے قریات و قصبات سے غلہ لے کر جمع کرتی تھی۔

دریائے سندھ کے ساحل پر بے شمار قریئے آباد تھے اور بعض قریوں کے باشندے جو دریا کو عبور نہ کر سکے تھے شاہی لشکر کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے۔

یہ خبر بادشاہ کو معلوم ہوئی اور فیروز شاہ نے حکم دیا کہ درگاہ شاہی کے نقیب و چاؤش لشکر میں منادی کر دیں کہ چونکہ یہ چند قیدی مسلمان ہیں ان کو غلام و کنیز بنانا اور ان کی گردنوں میں خدمت کا جوا ڈالنا زیبا نہیں ہے۔ جو شخص احکام سلطانی کے خلاف کرے گا وہ گنہگار ہو گا۔

بادشاہ کا حکم تھا کہ جو شخص ان اسیروں کو گرفتار کرے اُن کو اپنی حفاظت و نگہبانی میں نہ رکھے۔

غرضکہ بادشاہ نے حکم دیا کہ یہ اسیر دیوان شاہی میں داخل کئے جائیں اور اس طرح تقریباً چار ہزار مستورات دیوان شاہی میں جمع ہوئے۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ ان قیدیوں کو عمدہ مقام پر رکھا جائے اور ہر فرد کو تین سیر غلہ روزانہ دیوان وزارت سے عطا کیا جائے۔

اس زمانے میں منگ پانچ تنکہ فی من اور جوار چار تنکے فی من تھی اس لئے شاہی حکم کے مطابق ان قیدیوں کو منگ دی جانے لگی۔

حقیقت ہے کہ جو سلوک ان قیدیوں کے ساتھ اس حلیم و کریم بادشاہ

یعنی سلطان فیروز شاہ نے کیا اس کی نظیر تاریخ میں دستیاب ہونی محال ہے۔

بارھواں مقدمہ

ملک عماد الملک و ظفر خاں کا دریائے سندھ کو عبور کر کے

اہل سندھ سے جنگ کرنا

نقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ نے دریائے سندھ کے ساحل پر قیام کیا اور اہل سندھ کا ایک بہت بڑا گروہ گھاٹ کو چھوڑ کر شورش پیشی کرتا تھا۔ فیروز شاہ نے بعد غور و فکر کے بعد یہ طے کیا کہ عماد الملک و ظفر خاں کو حکم دیا جائے کہ یہ اشخاص دریائے سندھ کو عبور کر کے اہل سندھ کو تباہ و پامال کریں۔

اہل سندھ کا ایک گروہ بہ قوت و ساز و سامان کے ہمراہ عشر کوس تک راہ میں حائل تھا۔

یہ گروہ ہوشیاری و بیداری میں بے حد کوشاں تھا اور اہل سندھ دریا کو عبور نہ کر سکتے تھے۔

بعد مشورہ و غور کے بعد طے پایا کہ عماد الملک اور ظفر خاں بیشمار لشکر کے ہمراہ پیچھے واپس ہوں اور دریا کا رخ کریں اور کشتیاں اپنے برابر واپس لیتے آئیں۔

ساحل دریا کے قریب ایک سو تیس کوس زمین طے کر کے بھکر کے نیچے دریائے سندھ کو عبور کریں اور اسی قدر مسافت زمین طے کر کے ملک سندھ میں داخل ہوں اور حریف سے معرکہ آرائی کریں۔

غرضکہ اس مشورہ سے عمل کیا گیا اور عماد الملک اور ظفر خاں نے بے پایاں فوج و لشکر کے ہمراہ ایک سو تیس کوس زمین طے کی اور سندھ میں داخل ہوئے۔

اہل سندھ بھی بے شمار سوار اور پیادوں کے ہمراہ حصار سے باہر نکلے۔

طرفین میں ایسی شدید جنگ ہوئی کہ احاطۂ تحریر سے باہر ہے۔

سلطان فیروز شاہ دوسری جانب مقیم تھا اور اگرچہ اس مقام سے ٹھٹھہ کا قلعہ نظر آتا تھا لیکن چونکہ دریا کا پاٹ بہت بڑا تھا جس کی وجہ سے دوسرا ساحل نظر دھندلا تھا اس لئے لشکر شاہی کی معرکہ آرائی سے بادشاہ قطعاً بے خبر تھا۔ صرف سواروں کے گھوڑے دور سے نظر آتے تھے۔

پس سلطان فیروز شاہ کی آنکھیں آسمان سے لگی ہوئی تھیں اور بادشاہ ہر لحظہ لطیفہ غیبی کا امیدوار تھا۔

غرضکہ ظلمت شب پھیلی اور فیروز شاہ نے الہام الٰہی سے مستفید ہو کر ایک بہی خواہ ملازم کو حکم دیا کہ ایک کشتی پر سوار ہو کر دریائے سندھ کو عبور کرے۔ بادشاہ نے اس ملازم کو ہدایت کی کہ عماد الملک کو پیغام دے کہ اسے بتقدیر اب واپس ہو اور بادشاہی کا رخ کرو اس لئے کہ طرفین سے بے گناہ مسلمانوں کا خون بیکار ضائع ہو رہا ہے۔

ان امیروں سے تاکید کر کہ جس راہ سے گئے تھے اسی راہ سے واپس ہوں۔

یہ ملازم حکم شاہی بجا لایا اور عماد الملک و ظفر خاں کو بادشاہ کا پیغام پہنچایا۔ اور یہ امیر واپس ہوئے جس طرح کہ ایک سو تیس کوس راہ طے کر کے گھاٹ کے ذریعے سے ٹھٹھہ واپس ہوئے تھے اسی طرح ایک سو تیس کوس زمین طے کر کے نشیبی راہ سے واپس ہو کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

عماد الملک و ظفر خاں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فیروز شاہ نے ان امیروں سے فرمایا کہ یہ ایک مشت اہل سندھ مجھ سے فرار ہو کر کہاں جائیں گے اگر یہ افراد سوراخ مور میں بھی پناہ لیں گے تو لشکر سلطانی ان کے سر پر پہنچ جائے گا۔ میرا ارادہ یہ ہے کہ اس ملک میں ایک برس ٹھہر جاؤں اور یہاں قیام کر کے مشیت الٰہی کا منتظر رہوں۔

تیرھواں مقدمہ

عماد الملک کا طلب حشم و لشکر کے لئے دہلی وارد ہونا

نقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ نے دریائے سندھ کے ساحل پر چند روز

قیام کیا اور ہر شخص اپنے کاروبار میں مشغول ہوا۔

سلطان فیروز شاہ نے محفل خلوت میں اپنے مشیران بارگاہ سے ارشاد کیا کہ اس مہم کے بارے میں مشورہ کرنا چاہیے۔

بالآخر یہ رائے قرار پائی کہ عماد الملک دہلی روانہ ہو اور جس قدر لشکر و فوج دارالملک میں موجود ہے اُس کو اور نیز تمام اقطاع و پرگنات کی فوج اپنے ہمراہ ٹھٹھ لے آئے۔

بادشاہ نے چند روز کے بعد عماد الملک کو رخصت کر دیا اور اُس سے فرمایا کہ تشہیر امیری نصیحت یہ ہے کہ تو خان جہاں پر لشکر جمع کرنے کے لئے حکم نہ کرنا۔

ظاہر ہے کہ خان جہاں ایسا مدبر و باشعار امیر ہے کہ وہ خود میرے فرمان کی تعمیل میں ایک لمحہ غفلت نہ کرے گا۔ تیری خدمت صرف یہی ہے کہ تو اپنے کو اُس تک پہنچا دے۔

میں تجھ کو ایک مصلحت کی بنا پر روانہ کر رہا ہوں ورنہ خان جہاں میرا فرمان پہنچتے ہی خود تمام لشکر و حشم کو اس جانب روانہ کر دیتا۔

مختصر یہ کہ عماد الملک ٹھٹھ سے دہلی روانہ ہوا اور منزل بمنزل سفر کرتا ہوا دہلی کے نواح میں پہنچا۔ خان جہاں کو معلوم ہوا کہ عماد الملک آ رہا ہے اور یہ امیر استقبال کے لئے شہر سے باہر نکلا۔

عماد الملک کی نظر خان جہاں پر پڑی اور عماد الملک مرکب سے زمین پر آ گیا۔

خان جہاں بھی پا پیادہ ہوا اور چتر کو اپنے سر سے علیحدہ کر دیا۔

ہر دو امیر یک جا ہوئے اور اول عماد الملک اپنے ہاتھ خان جہاں کے قدموں تک لے گیا اور اس کے بعد خان جہاں تواضع تمام اپنے ہاتھ عماد الملک کے قدموں تک لے گیا اور اس کے بعد ہر دو امیر بغل گیر ہوئے اور گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔

خان جہاں چتر سے دور عماد الملک کے برابر چل رہا تھا اور ہر دو امیر حرف و حکایات میں مصروف ہوئے۔

خان جہاں عماد الملک کو قصر سلطانی میں لایا اور دونوں امیر یک جا بیٹھے۔

خان جہاں نے زربفت و زردوزی کے کپڑے عماد الملک کے سامنے

پیش کیے۔

عماد الملک واپس ہو کر اپنے مکان روانہ ہوا اور اس کے بعد خان جہاں نے ایک لاکھ تنکے عماد الملک کی دعوت کے لئے روانہ کیے۔

مختصر یہ کہ خان جہاں نے لشکر و فوج کی طلب میں تمام اقطاع و ممالک میں خطوط روانہ کیے چنانچہ بداؤن و قنوج و سندھ و اودھ و جون پور و بہار و ترہٹ و چھوبیہ و ایرچ و چندیری و دھار و میان دوآب و غیرہ و آب و شاہ و دیپال پور و ملتان و لاہور و دیگر بلاد و ممالک کے لشکر خان جہاں نے قلیل مدت میں جمع کر دیے۔

خان جہاں اس کام کے لئے ہر روز مسند پر بیٹھتا اور خان جہاں و عماد الملک کے درمیان محبت و ارتباط کی گفتگو ہوتی۔

خان جہاں نے لشکر کی فراہمی کے لئے عماد الملک کے بھائی کو روانہ کیا۔

جو اشخاص کہ سلطانی لشکر سے واپس آئے تھے وہ بے حد نادم و پشیمان تھے اور یہ کہتے تھے کہ کاش ہم یہاں نہ آئے ہوتے۔

عماد الملک بھی مع تمام حشم و لشکر کے جلد سے جلد روانہ ہو کر بادشاہ کے حضور میں پہنچ گیا اور اس نے خان جہاں کے حالات سے بادشاہ کو اطلاع دی۔

جو اشخاص کہ سلطانی لشکر سے واپس آئے تھے وہ بے حد نادم و پشیمان تھے اور یہ کہتے تھے کہ کاش ہم یہاں نہ آئے ہوتے۔

مختصر یہ کہ ٹھٹھہ میں شدید قحط رونما ہوا اور ہر شخص نے مختلف مقامات کی راہ لی۔

جس طرح کہ اول بار فیروز شاہ کے لشکر میں تنگی و سستی پیدا ہوئی تھی بعد کو غلے کی وجہ سے حیرانی و پریشانی ہوئی اسی طرح بار دوم اہل سندھ کے لشکر میں پریشانی اور قحط نمودار ہوا۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ بادشاہ سرزمین ٹھٹھہ سے واپس ہوا اور اہل سندھ نے اپنے قدیم مکان میں آرام لیا اور انھوں نے بے خوف و خطر تمام اندوختہ غلہ تخم ریزی کے لئے زمین میں بو دیا۔

اہل سندھ کا تمام غلہ اس طرح ختم ہو گیا اور نئے غلے کے تیار ہونے کا وقت آ گیا۔

اس زمانے میں جبکہ نیا غلہ تیار ہو رہا تھا بادشاہ گجرات سے ٹھٹھہ روانہ ہوا

اور فیروز شاہی لشکر اہل سندھ کے تمام غلے پر قابض ہو گیا۔

اہل لشکر غلے کی فراوانی سے بے حد مطمئن ہو گئے اور ٹھٹھ میں قحط نمودار ہوا۔

یہ قحط ایسا شدید تھا کہ اہل سندھ کی جان کے لالے پڑ گئے چنانچہ ایک سیر غلے کی قیمت ایک اور دو تنکے ہو گئی۔

عماد الملک نے بادشاہ سے خان جہاں کی بے حد تعریف کی اور یہ عرض کیا کہ یہ وزیر تمام تدابیر ملکی میں بہترین صفات کا جامع ہے اور وزیران قدیم سے کسی طرح کم کا مستحق نہیں ہے۔

فیروز شاہ وزیر کے حالات سن کر اور لشکر کی آمد سے باخبر ہو کر بے حد خوش ہوا۔

غرضکہ تمام لشکر سلطانی بادشاہ کے حضور میں پیش ہوا اور ہر شخص کو خلعت عطا ہوا۔

اس کے علاوہ اہل سندھ کو یہ بھی معلوم ہوا کہ سلطان فیروز شاہ کا ارادہ ہے کہ مع تمام فوج و لشکر کے اس ملک میں داخل ہو۔

اہل سندھ بادشاہ کے ارادے سے آگاہ ہو گئے اور ان کے قلوب رنج و غم کا شکار ہوئے۔ ہر شخص نے راہ فرار اختیار کی۔

شاہی لشکر کو خدا کی رحمت سے اس مرتبہ بے حد اطمینان و فارغ البالی نصیب ہوئی

اس قحط کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل سندھ کا ایک گروہ روزانہ کشتی میں سوار ہو کر بادشاہی لشکر میں آتا تھا اور ٹھٹھ کا ملک روز بروز خراب و ویران ہوتا جاتا تھا۔

جام و بابنیہ ان واقعات سے بے حد پریشان ہوئے اور انھوں نے باہم مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ ہم کو فیروز شاہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا مناسب ہے اور اس طرح تمام افکار اور اندیشوں سے نجات حاصل کرنی چاہیے۔

اس کے بعد جام و بابنیہ نے ایک شخص کو حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے آستانے پر اوچھ روانہ کیا اور حضرت کو اپنے حال سے خبر دی۔

اہل سندھ نے حضرت سے التجا کی کہ جناب سید آچھ سے یہاں تشریف لائیں۔

چودھواں مقدمہ

فیروز شاہ اور اہل سندھ کے درمیان صلح ہونا

نقل ہے کہ اہل سندھ نے اس امر پر اتفاق کیا کہ حضرت سید جلال بخاری رحمتہ اللہ علیہ کو واسطہ بنانا چاہیے۔

جام و بابھہ نے ایک شخص کو اُوچھ روانہ کیا اور حضرت کو اپنے احوال سے آگاہ کیا۔

حضرت سید جلال اُوچھ سے فیروز شاہی لشکر میں تشریف فرما ہوئے۔

حضرت کے تشریف لانے سے تمام اہل لشکر حضرت کے قدمبوس ہوئے اور حضرت سید نے فرمایا کہ بااطمینان رکھو انشاء اللہ چند روز میں صلح ہو جائیگی۔

حضرت سید جلال الدین بخاری رحمتہ اللہ علیہ شاہی بارگاہ کے قریب پہنچے اور بادشاہ نے نہایت خلوص سے استقبال کیا اور اعزاز و اکرام کے ساتھ اپنے لشکر میں لے آیا۔

فیروز شاہ اور حضرت سید جلال بخاری نے باہم دگر مصافحہ کیا اور حضرت سید نے بادشاہ سے فرمایا کہ ایک صالحہ و عفیفہ عورت ٹھٹھہ میں موجود تھی اور اس کی دعا کی برکت سے ٹھٹھہ فتح نہیں ہوتا تھا۔

ہرچند کہ یہ دعاگو خدا کی بارگاہ میں دعا کرتا تھا لیکن وہ پاک دامن درمیان میں حائل ہو جاتی تھی۔ اب تین روز ہوئے کہ اس عفیفہ نے جنت کی راہ لی اور اب امید ہے کہ ٹھٹھہ جلد سے جلد فتح ہو جائے گا۔

اہل سندھ کو بھی معلوم ہوا کہ حضرت سید جلال بخاری رحمتہ اللہ علیہ ٹھٹھہ میں تشریف فرما ہوئے۔ ان اشخاص نے حضرت کے حضور میں متواتر پیغام روانہ کرنا شروع کئے۔

اہل سندھ نے حضرت سے اپنی تکلیف کا اظہار کیا اور جناب سید نے بھی ان کے مقصود کے مطابق بادشاہ سے ارشاد فرما کر ان کو مطمئن فرمایا۔

فیروز شاہ نے حضرت سید کی سفارش سے اہل سندھ کو ان کے مطالبات سے دو چند عطا فرمایا۔

مختصر یہ کہ حضرت سید نے جام و بانبھ کے تمام مطالبات بادشاہ سے منظور کرائے اور بانبھ نے جام سے مشورہ کر کے کہا کہ چونکہ فیروز شاہ کو معلوم ہو چکا ہے کہ سب سے قبل میں نے ملک میں شور و فساد برپا کیا ہے اس لئے مناسب ہے کہ اوّل میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوں اور میرے بعد تم بادشاہ کی بارگاہ میں حاضری دو۔

جام کو بانبھ کی یہ رائے بہت پسند آئی اور اس نے بانبھ کو بادشاہ کے حضور میں حاضر ہونے کی اجازت دی۔

مختصر یہ کہ بانبھ دوسرے روز بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

پندرھواں مقدمہ

بانبھ کا بادشاہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا

نقل ہے کہ جس روز بانبھ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اس روز فیروز شاہ شکار کے لئے سوار ہوا تھا۔

عین شکارگاہ میں بادشاہ کو معلوم ہوا کہ بانبھ بارگاہ شاہی میں حاضر ہوتا ہے۔ اس وقت بادشاہ ایک گرگ کو گرفتار کر رہا تھا۔

بادشاہ نے اس جانور کے گرفتار کرنے میں بہت کوشش کی تھی لیکن بانبھ کی آمد کی خبر سن کر بادشاہ قطعاً متغیر نہ ہوا۔

ظاہر ہے کہ انسان کی فطرت کا تقاضا ہے کہ جس شے کے لئے اس نے جتنا تکلیف برداشت کی ہو اس کے دستیاب ہونے سے اس کو خوشی و مسرت ہوتی ہے لیکن یہاں الٹا ہی معاملہ تھا تاجدار دہلی ... کیا گیا کہ بادشاہ باوجود اپنے حریف

[illegible]

عقلا نے سچ کہا ہے کہ ملک داری میں جو فراست فیروز شاہ کو نصیب تھی، اُس کا خیال کسی قلب میں نہ آیا ہوگا۔ ان عقلا کا یہ قول قطعاً صحیح ہے اور درحقیقت بادشاہ تدابیر ملکی میں اپنا جواب نہ رکھتا تھا۔

غرضکہ بانبھ عین شکارگاہ میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ اور اُس وقت فیروز شاہ گرگ کے شکار سے فارغ ہو چکا تھا۔

بادشاہ چتر شاہی و بارگاہ بادشاہی کے زیر سایہ جولان گری کر رہا تھا اور اُس کے ہاتھ میں ایک زریں چوب تھی

اسی درمیان میں بانبھ اپنی گردن میں دستار ڈالے ہوئے اور اپنی تلوار کو گلے سے باندھے ہوئے بے حد پریشانی کے عالم میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔

بانبھ مجرموں کی طرح حاضر ہو کر مثل بندگان فرماں بردار کے بادشاہ کے قدموں پر گر پڑا اور رکاب سعادت کو بوسہ دیا۔

غرضکہ بانبھ نے بادشاہ کی قدم بوسی کی اور رکاب کو بوسہ دیا اور فیروز شاہ دست شفقت اُس کی پیٹھ پر رکھا اور فرمایا کہ بانبھ تم مجھ سے کیوں خوف زدہ ہوتے ہو میں عام طور پر کسی شخص کو مضرت نہیں پہنچانا چاہتا چہ جائیکہ تم قطعاً مطمئن رہو تمہارا مرتبہ انشاء اللہ دوگنا بلند و بالا ہو جائے گا۔

غرضکہ بادشاہ نے حکم دیا کہ بانبھ کو ایک اسپ تازی عطا ہو۔

فیروز شاہ بانبھ سے اس قدر گفتگو کر کے خاموش ہو گیا اور پھر شکار میں مشغول ہوا۔

بادشاہ بانبھ کے آنے کے بعد ایک پاس شکار میں مصروف رہا۔

اسی روز بانبھ کے ہمراہ جام بھی آیا اور نہایت تیزی کے ساتھ بادشاہ کی قدم بوسی کے لئے دوڑا۔

جام نے بھی عقل سے کام لیا اور عین شکارگاہ میں بادشاہ کی قدم بوسی کے لئے حاضر ہوا۔

حاجیان درگاہ موجودہ دربان شاہی تخت شاہی کے قریب قدم بوسی کو لے گئے اور جام و بانبھ باندھے ہوئے مثل دانایان جمہور کے حاضر ہوا اس کے

چونکہ بابنہ اس سے قبل مجرموں کی طرح فیروز شاہ کے حضور میں حاضر ہو چکا تھا۔ اس لئے اب جام دستار بند ہو کر مثل امان یافتہ مجرم کے حاضر ہوا۔

غرضکہ جام نے نہایت عقیدت کے ساتھ شاہی رکاب کو بوسہ دیا اور بادشاہ گھوڑے پر سوار ہوا اور مسرت کے عالم میں گھوڑے کو کاوا دینے لگا۔

بادشاہ نے جام کی پشت پر دست شفقت پھیرا اور نہایت نرمی سے گفتگو کی۔ جام نے عاجزی کا اظہار کیا اور جو قصور اس سے سرزد ہوئے تھے ایک ایک کر کے بادشاہ کے حضور میں بیان کئے۔ اس موقع پر جام نے یہ مصرع پڑھا کہ "شاہ بخشندہ توئی و بندہ شرمندہ منم"

فیروز شاہ نے جام پر بے حد نوازش فرمائی اور نہایت شفقت سے احوال دریافت کیا۔

جام کو بھی ایک اسپ تازی عطا ہوا اور بادشاہ نے یہ مصرع پڑھا۔

"از من و سرزہی و خود دیدہ گم"

مختصر یہ کہ بادشاہ شکار گاہ سے واپس ہو کر اپنی فرود گاہ کو واپس آیا اور جام و بابنہ کو خلعت عطا کئے۔ بادشاہ نے جام و بابنہ کو جامہ ہائے زردوزی و علم عطا فرمائے اور ان کے دیگر ہمراہیوں کو ہر شخص کی حیثیت کے مطابق خلعت عنایت ہوئے۔

غرضکہ فیروز شاہ نے اپنی بصیرت کی بنا پر حکم دیا کہ جام و بابنہ کو اطلاع دی جائے کہ اپنے خیل خانہ اور تابعین کے ہمراہ میرے ہمرکاب دہلی روانہ ہوں۔

جام و بابنہ نے بادشاہ کی مرضی اسی میں پائی اور اپنے خیل خانے کو ساتھ ہمراہ لائے اور بادشاہ کے ہمرکاب روانہ ہوا۔

سولھواں مقدمہ

فیروز شاہ کا دہلی واپس ہونا

داخل ہو گئے اور ان کا خطرہ قطعاً زائل ہو گیا تو فیروز شاہ کے لشکر میں عام خوشی پیدا ہو گئی۔ لشکرگاہ کے ہر گوشے میں اہل لشکر اطمینان و فراغت کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگے اور ہر فرد مطمئن ہو گیا۔ فیروز شاہ نے ارادہ کیا کہ ٹھٹھہ سے روانہ ہو کر دہلی واپس آ جائے۔

بادشاہ نے جام کے فرزند اور تماچی برادر بانبھو کو سندھ کی حکومت عطا فرمائی۔ فیروز شاہ نے ان کو خلعت و مراتب عطا کئے اور جدید حاکمان ٹھٹھہ کو اسی وقت چار لاکھ تنگے نقد بطور مدد خرچ عطا کئے اور ہر سال چند لاکھ تنگے نقد اور اسباب و سامان پیش کرنے کا وعدہ کیا۔

فیروز شاہ جام و بانبھو اور ان کے خیل خانے کے ہمراہ دہلی واپس ہوا۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ جام و بانبھو کو دہلیز خاص کے سامنے قیام کی اجازت دی جائے اور فراشخانہ سے فرش خانۂ خاص سے عطا ہو۔

بادشاہ نے ملک سیف الدین خوجو کو حکم دیا کہ جام و بانبھو کو آئین سلطانی کے مطابق آداب شاہی سکھلائے اور ان کی نگہبانی کرے۔

مختصر یہ کہ جام و بانبھو اپنے خیل خانے کو لشکر شاہی میں لے آئے اور کشتیوں میں سوار کرایا اور بادشاہ کامیاب و بامراد دہلی واپس ہوا۔

ملک سیف الدین خوجو شاہی ہدایت کے مطابق شب و روز ان کی نگہبانی و خدمت کرتا تھا۔ ایک روز یہ خبر مشہور ہوئی کہ بانبھو کے فرزند و حاشیہ نشین جس کشتی میں سوار تھے وہ غرق ہو گئی۔ بانبھو یہ خبر سن کر پریشان ساحل دریا کی طرف دوڑا۔ ملک سیف الدین خوجو نے خیال کیا کہ شاید بانبھو فرار ہونا چاہتا ہے اور اس بہانے سے اپنے ملک کو واپس ہونے کا خواہشمند ہے۔

ملک سیف الدین خوجو کو فکر لاحق ہوئی اور اس امیر نے اپنے فرزند کو بادشاہ کی خدمت میں روانہ کر کے یہ پیغام دیا کہ یہ خبر مشہور ہوئی کہ بانبھو اور اس کے متعلقین کی کشتی غرق آب ہو گئی اور بانبھو اس خبر کو سن کر ساحل دریا کی طرف جا رہا ہے۔ اس خبر اور بانبھو کی حرکت سے گمان ہوتا ہے۔ اگر شاہی حکم ہو تو فی الحال بانبھو کو اپنی جگہ سے حرکت کرنے سے باز رکھوں۔

بادشاہ نے قدرے تامل فرما کر ارشاد کیا کہ اپنے پدر کو ہدایت کرو کہ وہ بھی بانبھ
کے ہمراہ رہے اور اگر دیکھے کہ بانبھ کشتی میں سوار ہو کر اپنے وطن کو واپس ہو رہا ہے تو
اس سے صرف یہ کہہ دے کہ اگر تو مرد ہے اور تجھ میں جرأت موجود ہے تو قدم
آگے بڑھا۔

اپنے پدر کو ہدایت کرو وہ صرف یہ تقریر کر کے واپس ہو اور بانبھ کا مانع نہ ہو
اس کے بعد میں خود بانبھ سے باز پرس کر لوں گا۔۔۔

مختصر یہ کہ جب تک ملک سیف الدین کا پسر بادشاہ کا پیغام پدر تک پہنچائے
بانبھ کو معلوم ہو گیا کہ اس کے تین وزیر دریا کے غرق آب ہونے کی خبر قطعاً غلط ہے اور
اس کے اہل و عیال و تمام خدام قطعاً زندہ صحیح و سالم ہیں۔

بانبھ یہ خبر سن کر لشکر کی طرف واپس ہوا۔

اس واقعے کو معرض تحریر میں لانے کا مقصد یہ ہے کہ سلطان فیروز شاہ
ایسا مستقل مزاج فرماں روا تھا کہ ملک سیف الدین نے اپنے پسر کے واسطے سے
بانبھ کے متعلق اس درجہ تشویش انگیز خبر بادشاہ تک پہنچائی لیکن فیروز شاہ کے
قلب میں خطرہ نہ پیدا ہوا۔

حقیقت یہ ہے کہ سلطان فیروز شاہ ایسا ہی صاحب تجربہ و تجربہ کار فرمانروا
تھا کہ اس نے اپنی فراست و جہانداری سے یہ حکم صادر فرمایا ورنہ دوسرا حکمران
ایسی وحشتناک خبر سن کر اس درجہ تحمل نہ کرتا۔

الغرض سلطان فیروز شاہ خدا کی عنایت و مہربانی سے متواتر کوچ کرتا ہوا دہلی
واپس ہوا۔

خلائق شہر ڈھائی سال کے بعد بعید خوشی و مسرت کے عالم میں اپنے مکان
کی طرف روانہ ہوئے۔

بادشاہ نے راستے سے ملتان کا قصد کیا اور اس اسلامی شہر میں پہنچ کر مشائخ ملتان
کی زیارت کی اور اہل شہر کو اپنے انعام و اکرام سے سرفراز ارشاد فرمایا۔

بادشاہ نے دہلی میں فتح نامہ روانہ کیا اور دار الملک میں فتح نامہ پہنچنے کے بعد
خان جہاں وزیر نے جو اس خبر کا منتظر تھا فرمان شاہی کی طرف دوڑا اور تمام عام میں

شاہی فرمان کو با آوازِ بلند پڑھا۔

شہر دہلی میں اکیس روز کامل جلیل شادیانے بجے اور قبے آراستہ کیے گئے۔

خان جہاں نے بہ صد شان و شوکت کے ساتھ شہر دیبال پور تک بادشاہ کا استقبال کیا۔

سترھواں مقدمہ

خان جہاں کا شہر دیبال پور تک بادشاہ کا استقبال کرنا

روایت ہے کہ خان جہاں نے سفر کی تیاری کی اور دیبال پور تک بادشاہ کا استقبال کیا۔ یہ وزیر بادشاہ کی ملازمت حاصل کر کے بہت خوش ہوا اور بیشمار پیشکش فیروز شاہ کی خدمت میں گزرانے۔

سلطان فیروز شاہ نے ٹھٹھہ و گجرات کے تمام شدائد و مصائب کی تفصیل خان جہاں سے بیان کی۔ اس موقع پر وزیر با تدبیر اظہار ملال کیے اور جو شدائد و تکالیف کہ خلق و لشکر نے برداشت کئے اور تحمل و بار ان جمعیت کی بہترین توجیہہ فرمائی۔

خان جہاں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ چونکہ خدا کی رحمت اور اس کا فضل و کرم حضرت کے شامل حال ہے اس لئے تمام تکالیف راحت سے بدل گئیں۔

ٹھٹھہ ایسا دشوار و مخالف ملک ہے جو سلطان معز الدین سام کے عہد حکومت سے تا ایندم کسی تاجدار دہلی سے فتح نہ ہوا تھا۔ پروردگار کے فضل و کرم سے حضرت کے قبضۂ تصرف میں آیا۔

جو ملک سلطان علاء الدین خلجی ایسے فرماں روا سے جو سلاطین روم و چین کا ہمسر تھا فتح نہ ہو سکا اور جس سرزمین کو باوجود سالہا سال کی کوشش کے حضرت خداوند مغفور سلطان محمد شاہ تغلق نا جرار لشکر رکھتے ہوئے مسخر نہ کر سکا وہی مخالف ملک بغیر تیغ زنی کے پروردگار عالم نے اپنی قدرت کاملہ سے حضرت کے دست حق پرست پر فتح کرایا۔

خداوند عالم اگر غور فرمائیں تو حضرت کا یہ کارنامہ کچھ کم قابل ستائش نہیں ہے۔

مختصر یہ کہ سلطان فیروز شاہ اپنے فتحمند لشکر کے ہمراہ شہر دیبالپور سے روانہ ہو کر دہلی پہنچا۔

تمام اہل شہر نے عمدہ و نفیس چیزوں و لطیف سازو سامان کے ساتھ بادشاہ کا استقبال کیا۔

دہلی میں قبے تیار کئے گئے اور شہر میں آرائش و عام خوشی منائی گئی اور تمام جانب سے خلق تماشے کے لئے شہر میں جمع ہوئی۔

قبوں کے سامنے میں بیشمار نعمتیں انبار کردی گئیں اور طعام و شرب و تنبول وغیرہ تر و خشک بکثرت مہیا کئے گئے۔

ہر تماشائی تمام نعمت سے مستفید ہوا اور کسی شخص کو ممانعت نہ تھی کہ ان اشیاء سے مستفید نہ ہو۔

غرضکہ تمام عالم میں خوشی و اطمینان کا دور دورہ ہوا اور ہر مکان میں جشن کی مجلس منعقد ہوئی۔

ظاہر ہے کہ خلائق شہر شدید محنت و مشقت کے بعد اپنے مکان پہنچے تھے اور اپنے احباب و اعزہ سے ملاقات کی تھی اس لئے ہر گھر میں دن عید رات شب برات کا سماں نظر آتا تھا۔

جو اشخاص کہ قحطی دن کے مصائب کو برداشت کر کے زندہ و تندرست اپنے مکان پہنچے تھے ان کے گھر میں غلغلۂ شادی بلند تھا اور جن عزیزوں نے سرائے کے اس صحرائے جاں ستاں میں دنیا کو خیرباد کہا تھا ان کے مکانات میں شور ماتم برپا تھا۔

غرضکہ بعض مکانات میں سرود اور بعض میں گریہ و زاری کی مختلف صدائیں بلند تھیں۔

فیروز شاہ نے یہ واقعات سنے اور آبدیدہ ہو کر خان جہاں سے فرمایا کہ جو لوگ کہ قحطی دن میں جاں بحق ہوئے ہیں اور ان کا مال و اسباب برباد ہوا ہے ان کے گھروں میں صف ماتم بچھی ہوئی ہے اگر ٹھٹھہ کا سفر کیا جاتا تو مخلوق کو یہ روز سیاہ دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔

بادشاہ نے خان جہاں کو حکم دیا کہ متوفی اشخاص کی تعداد معلوم کر کے ان کے ورثا کو

بحال رکھا جائے۔ ان مدد گاروں کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے۔

بادشاہ نے بار دوم کہا کہ ان کے حالات میرے روبرو پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اس کے علاوہ جن اشخاص نے ہماری مخالفت کی ہے اور گجرات میں رقم لے کر دہلی فرار ہوئے ہیں اور ہم کو اس مصیبت کے عالم میں چھوڑ دیا ہے ان کا وظیفہ اور مواضع بھی انہی پر بحال رکھے جائیں۔ میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کسی شخص کو کسی قسم کا بھی رنج و آزار پہنچے۔

غرضکہ جام و بابنیہ مع تمام خیل خانے کے ہمراہ شاہی رعب و داب سے متاثر دہلی میں وارد ہوئے۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ ان کے متعلقین کو سرائے ملک کے متصل قیام کرنے کی اجازت دی جائے تاکہ یہ اشخاص اطمینان کے ساتھ یہاں زندگی بسر کریں۔

غرضکہ جام و بابنیہ کے خیل خانے کو جائے قیام عطا ہوئی اور یہ گروہ جس محلے میں آباد ہوا وہ محلہ سرائے ٹھٹھہ کے نام سے موسوم کیا گیا۔

فیروز شاہ نے مبلغ دو لاکھ تنکے بابنیہ کے لیے اور اسی قدر رقم جام کے واسطے نقد خزانے سے بطور انعام خزانۂ شاہی سے مقرر کی۔

علاوہ اس سالیانہ کے ہر روز اس قدر انعام از قسم پارچہ و دیگر اشیا ان کو عطا ہونے لگیں کہ انہوں نے ٹھٹھہ کو قطعاً گوشۂ دل سے فراموش کر دیا۔

دربار عام میں فیروز شاہ تخت شاہی پر جلوس کرتا اور جام و بابنیہ جب سلام خانے میں
جہاں سے فرو تر دست راست کی طرف جگہ پاتے تھے۔

مورخ عفیف ان شاہزادوں کی درباری نشست کا حال بیان باریابی کے مقدمے میں تفصیل سے بیان کرے گا۔

اس کے علاوہ مراتب تمام خانان و ملوک کے مراتب دربار جو شاہی حکم کے مطابق ان کے لیے تجویز کیے گئے تھے نہایت شرح و بسط کے ساتھ بیان اظہار کرے گا۔

غرضکہ اس واقعے کو چند سال گزر گئے اور بابنیہ کے بھائی تماچی نے بغاوت کی۔

فیروز شاہ نے جام کو اس کے مقابلے میں روانہ کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جام نے ٹھٹھہ پہنچ کر تماچی کو ملک سے باہر کر دیا۔

بابجہ دہلی میں مقیم رہا اور بادشاہ کے خدام میں داخل زندگی بسر کرتا تھا۔
اس درمیان میں لسلطان تغلق شاہ حکمراں ہوا اور بابجہ کو چرسفید عطا کر کے ٹھٹھہ روانہ کیا لیکن بابجہ نے راہ میں وفات پائی۔

اٹھارھواں مقدمہ

فیروز شاہ کا ٹھٹھہ سے واپس آکر طاس گھڑیال وضع کرنا

روایت ہے کہ فیروز شاہ نے اپنے انوار بصیرت و تیز فہم و فراست سے دہلی میں ایک نادر روزگار شے وضع فرمائی۔
ایک شے جس کو نادر روزگار کہہ سکتے ہیں طاس گھڑیال کی ایجاد ہے۔
یہ ایک ایسی یادگار ہے جو کسی فرماں روا کے صاحب اقتدار کو نصیب نہ ہوئی اس لئے کہ جس بادشاہ نے کوئی شے دنیا میں وضع کی وہ امتداد زمانہ کی وجہ سے جلد سے جلد معدوم ہو گئی۔
حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک تک چھ سلاطین اولوالعزم نے دنیا میں چھ یادگاریں چھوڑیں۔
کیومرث نے کلاہ، جمشید نے تیغ فریدوں نے سریر، کیخسرو نے جام گیتی نما، اسکندر نے آئینہ، حضرت سلیمان نے مہر اپنی یادگار چھوڑی۔
غرضکہ سلطان فیروز شاہ نے بھی طاس گھڑیال کو وضع کر کے خراسان سے بنگالہ تک تمام ممالک میں اپنی یادگار چھوڑی۔
یہ چھ یادگاریں جو مذکورہ بالا چھ شہریاران نامور نے دنیا میں چھوڑیں ان میں سے ہر یادگار سے صرف ایک ہی نفع مقصود تھا اور ہر شے وہ دنیاوی نفع تھا۔
فیروز شاہ نے اپنے انوار بصیرت سے طاس گھڑیال وضع کرنے میں جیسی سعی و کوشش کی اور اگرچہ اس ایجاد سے بھی بظاہر دنیاوی نفع خیال کیا جاتا ہے لیکن اگر حقیقت پر غور کیا جائے تو اس میں آخرت کے فوائد بھی موجود رہتا ہے

یہ مورخ خاکسار سلاطین یعنی شمس سراج عفیف مختصر ساعت منافع بیان کرتا ہے۔ نفع اول یہ ہے کہ گھڑیال کے بجانے سے اس کی آواز اہل عالم کے گوش تک پہنچتی ہے اور انسان روز و شب کے گزرنے سے آگاہ ہوتا ہے!

اہل غفلت کو اپنی عمر عزیز کے گزرنے کا علم ہوتا ہے اور حیات ناپائدار کے بیکار ضائع ہونے پر افسوس کرتے ہیں۔ دوسری منفعت یہ ہے کہ جب ہوا تاریک ہوتی ہے اور افق آسمان پر غبار آ جاتا ہے تو غریب نمازی ظہر و عصر کا صحیح وقت معلوم نہیں کر سکتے اور اپنے قرائن و قیاس سے ظہر کی نماز عصر کے وقت اور عصر کی نماز مغرب کے وقت ادا کرتے ہیں۔

اس عہد میں علما و مشائخ کے گروہ میں بڑا اختلاف ہے اور ہر فرد نے اپنے اجتہاد کے موافق فتویٰ دیا ہے جس کی وجہ سے مختلف اقوال منقول ہیں۔

جبکہ اس قسم کے اوقات کا فرق نمازیوں کو معلوم ہو جاتا ہے تو گھڑیال کی آواز سنتے ہی ہر شخص آگاہ ہو جاتا ہے کہ کس قدر دن گزر گیا اور کتنا باقی ہے اور اس طرح نماز ظہر و عصر کے اوقات میں کسی قسم کا شک و شبہ باقی نہیں رہتا۔

تیسرا فائدہ یہ ہے کہ جب صاحبان تہجد نماز کے لئے تیار ہوتے ہیں اور شب کا پتا نہیں چلتا تو اس کو ادا کرنے میں تردد ہوتا ہے۔

واضح ہو کہ ہمارے سردار و آقا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز تہجد فرض تھی اور حضور کی امت کے لئے سنت ہے۔

اگر کوئی ایماندار مسلم تہجد کا پابند ہوتا ہے جس کا وقت نصف شب گزرنے کے بعد سے نماز کے آغاز تک ہے اور اس کو اوقات شب کا علم نہیں ہوتا تو اس کو ادائے صلوٰۃ میں تردد و شبہ ہوتا ہے لیکن گھڑیال کی آواز سنتے ہی اس قسم کے تمام شبہات دور ہو جاتے ہیں۔

چوتھی منفعت یہ ہے کہ ہر مصلی کے لئے سایۂ اصلی کی شناخت بیحد ضروری ہے اور اس مسئلے میں علما کے درمیان بیحد اختلاف ہے بلکہ بعض علما کا قول ہے کہ کامل و دانشمند وہ شخص ہے جو جو دو علم کا ماہر ہو اور اہل جہاد وہ علوم

اس کی تعلیم سے امت کو منع فرمایا ہے جس بنا پر علما نے بھی مخالفت کا فتویٰ دیا ہے۔
سایۂ اصلی ہر ماہ شمسی میں گھٹتا بڑھتا رہتا ہے اس لئے کہ ایک زمانے میں
دن بڑا ہوتا ہے اور رات چھوٹی اور ایک وقت ایسا آتا ہے کہ رات بڑی ہو جاتی ہے
اور دن چھوٹا۔

سال میں ایک قدم سے لے کر ساڑھے دس قدم تک شب و روز سایے
میں تفاوت ہوتا رہتا ہے اور یہ فرق سوا عالم ربانی کے دوسرا شخص نہیں جانتا۔

طاس گھڑیال کے وضع کرنے سے پاس اور گھڑی کی معرفت کے لئے جو
آئین و قوانین بنائے جاتے ہیں اور جب پاس مرتب ہو جاتا ہے تو باریک بین علما
کے قول کے مطابق آخری طاس پر گھڑی بجائے جاتے ہیں جس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ جس قدر
پاس اس روز پائی جاتی ہیں تو اسی مقدار میں پاس گزرنے کے بعد روزانہ گھنٹے
بجائے جاتے ہیں اور معلوم ہو جاتا ہے کہ آفتاب اس مہینے کس برج میں ہے اور سایۂ اصلی اس
مہینے میں فلاں برج سے متعلق ہے اور اس قدر قدم کا تفاوت ہے

ایسی حالت میں علوم نجوم کی حاجت نہیں ہوتی اور انسان اس ممنوع علم کی
تحصیل سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

پانچواں نفع یہ ہے کہ جب روزہ دار ماہ مبارک رمضان میں روزہ
رکھتے ہیں اور خدا کی قدرت سے نماز شام کے وقت ہوا تاریک ہوتی ہے اور
اہل صوم یہ خیال کرتے ہیں کہ آفتاب غروب ہو گیا اور نماز مغرب کا وقت آ گیا۔

اہل صوم سچے اس خیال پر روزہ افطار کر دیتے ہیں لیکن جب ہوا صاف
ہو جاتی ہے اور آفتاب نمودار ہو جاتا ہے تو غریب روزہ داروں کو معلوم ہوتا ہے
کہ ان کا روزہ ٹوٹ گیا۔

علمائے شریعت و مشائخ طریقت میں اس مسئلے میں بڑا اختلاف ہے
ہر شخص نے اپنے اجتہاد کے مطابق حکم دیا ہے جس کی وجہ سے غریب روزہ دار
قیل و قال میں گرفتار رہیں لیکن طاس گھڑیال وضع کرنے کے بعد علما کا اختلاف
اور روزہ داروں کا اضطرار قطعاً رفع ہو گیا اور اہل صوم گھڑیال کی آواز سن کر

چھٹی منفعت یہ ہے کہ جب روزہ دار سحری کے لیے اٹھتے ہیں اور سحر کھانے کے بعد جب ان کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ سپیدۂ صبح نمودار ہوگیا ہے تو ان کو اپنے صوم میں شبہ واقع ہوتا ہے لیکن جب طاس گھڑیال کی آواز ان کے کانوں تک پہنچتی ہے تو ان کو بقیہ شب کا حال معلوم ہو جاتا ہے اور اگر شب باقی ہے تو سحر کرتے ہیں ورنہ بغیر سحری کے روزہ رکھنے کی نیت کر لیتے ہیں۔

ساتواں نفع یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ ارادہ کرتا ہے کہ ثلث شب گزرنے کے بعد نماز عشاء ادا کرے جو مستحب طریقہ ہے۔ تو اگر یہ شخص بیدار ہو اور اس کے خیال میں شب باقی نہیں ہے تو ایسی حالت میں اس شخص کو تردد ہوتا ہے، لیکن طاس گھڑیال کی آواز سن کر یہ تردد رفع ہو جاتا ہے۔

غرضکہ وضع طاس کے یہ سات نفع معرض تحریر میں لائے گئے۔ اگر اس کے تمام فوائد سے بحث کی جائے تو یہ بیان بہت طویل ہو جائے گا۔

مختصر یہ کہ مذکورہ بالا عجیب یادگاروں سے صرف دنیاوی فائدہ مقصود تھا لیکن طاس گھڑیال کے وضع کرنے سے دنیاوی نفع کے علاوہ دینی فوائد بھی حاصل ہوئے۔

غرضکہ سلطان فیروز شاہ ٹھٹھہ کی مہم سے واپس ہو کر دہلی میں مقیم ہوا اور بادشاہ نے ملک کے انتظام کی طرف توجہ فرمائی۔

بادشاہ نے چند روز بارگاہ شاہی کے منجموں سے طاس گھڑیال کی بابت گفتگو کی اور یہ نادر روزگار شے وجود میں آئی۔

بے شمار خلقت گھڑیال کا تماشا دیکھنے کے لیے فیروز آباد میں جمع ہوئی اور اس عجوبہ روزگار شے کو دیکھ کر ہر شخص محو حیرت ہوا۔

جوان، ضعیف، مرد، عورت غرض ہر سن و سال کے تماشائی اس نادر روزگار ایجاد کو دیکھنے شہر میں جمع ہوئے۔

طاس گھڑیال کو کوشک فیروز آباد کے اوپر نصب کیا گیا اور اس کی عظمت و رونق اس حد کو پہنچ گئی کہ خلقت خدا اس کا تماشا دیکھنے جمع ہوئی اور یہ عجوبہ شے علامات شاہی و ملک آرائی میں داخل ہو گئی ہے کہ اس بلا عظمت سے مراد ہے جس کا اطلاق بڑے

جیسے کہ مثال ہوا کرے۔

چوتھی قسم

فیروز شاہ کا جنگ و جدال کی مہمات سے کنارہ کش ہونا اور ملک کے انتظام کی طرف متوجہ ہونا

اٹھارہ مقدمات۔

مقدمۂ اول

بادشاہ کا مہمات جنگ سے کنارہ کش ہونا

روایت ہے کہ سلطان فیروز شاہ نے جو گزیدہ خدا فرد فرد تھا دہلی میں قیام اختیار کیا اور ملک کے انتظام کی طرف متوجہ ہوا۔ اسی دوران میں مالابار سے قاصد حاضر ہوئے اور انھوں نے بادشاہ کی بارگاہ میں فریاد کی۔ ان قاصدوں نے فیروز شاہ سے عرض کیا کہ ملک مالابار میں حسن کانگو حکمراں ہے اور ہم بادشاہ کی بارگاہ میں فریاد کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔

واضح ہو کہ خدایگان مغفور سلطان محمد تغلق کی وفات کے بعد فیروز شاہ تخت نشین ہوا اور فرامین شاہی مالابار روانہ کئے گئے۔

اہل مالابار نے فرامین شاہی پر توجہ دی اور بادشاہ کی اطاعت سے انحراف کر کے بالاتفاق حسن کانگو کو مالابار کا حکمراں تسلیم کیا اور فیروز شاہ اور اس کے احکام کو نظر انداز کیا۔ حسن کانگو جو مالابار میں حکمراں تھا تمام افعال قبیح کا علانیہ ارتکاب کرتا تھا۔ چنانچہ معتبر اشخاص نے صریح حقیقت سے بیان کیا ہے کہ حسن کانگو مالابار میں مہمات کا

لباس پہنتا اور ہاتھ اور گردن میں عورات کی طرح زیب و زینت کر کے امراؤں کو ملک سے
فعل قبیح کرتا۔ اللہ تعالیٰ تمام اہل اسلام کو اس فعل شنیع سے محفوظ رکھے۔

مختصر یہ کہ حسن کانگو نے لاہور میں یہ حرکات اختیار کئے اور اہل ملک اس سے
قطعاً بیزار ہو گئے۔

لیکن دیکھیں بعضے حال لاہور کا شدہ تھا۔ یہ شخص جرار لشکر اور فیلان جنگی کے ہمراہ
لاہور میں داخل ہوا اور اس نے حسن کانگو کو زندہ گرفتار کر لیا۔

اس شخص نے حسن کانگو کو گرفتار کر کے تمام شہر کو جو مسلمانوں کا مسکن تھا،
خراب و ویران کیا بلکہ مسلمان اور عورات ہندوؤں کے ہاتھ میں گرفتار ہوئیں۔

الغرض اہل لاہور نے تمام واقعات فیروز شاہ سے بیان کئے اور بادشاہ نے
جواب دیا کہ ابتدا میں تم نے میرے مقابلے میں بغاوت کی۔

جب خدا یگانی مغفور سلطان محمد تغلق نے وفات پائی تو میں نے فرمان اطاعت
تمہارے نام صادر کیا لیکن تم نے میری اطاعت قبول نہ کر کے دولت آبادی کی راہ لی
اور حسن کانگو کو اپنا بادشاہ تسلیم کیا۔

حسن کانگو سے افعال قبیح صادر ہوئے اور اس طرح خدا کا قہر تم پر نازل ہوا اور
اہل کفر نے غلبہ پا کر تم کو زیر و زبر کر دیا۔

اب تم منتظر رہتے تھے کہ میری بارگاہ میں فریاد رسی کے لئے حاضر ہو سکے ہو
اور صورت حال یہ ہے کہ میں اور میرا تمام لشکر سفر کی وجہ سے بے حد خستہ و ماندہ ہے۔
چند روز میرا لشکر شہر میں قیام کر کے آرام کرے گا اور اس کے بعد اگر حیات باقی
اور خدا کا فضل و کرم شامل حال ہے تو اس نواح کا رخ کیا جائے گا۔

سبحان اللہ سلطان فیروز شاہ کس درجہ صاحب فہم و فراست تھا کہ اس نے
یہ معلوم کر کے کہ لشکر شاہی خستہ و ماندہ ہے اور چند مہم سر کیا ہے لاہور کا سفر گوارا نہ کیا۔

غرضکہ فیروز شاہ نے تمام اہل لاہور کو عزت کے ساتھ واپس کر دیا اور خود بدولت
ملک کے انتظام میں مشغول ہوا۔ چند روز کے بعد فیروز شاہ نے اپنے خواجہ وزیر سے
خلوت میں مہمات ملک کی بابت مشورہ کیا اور خان جہاں کو اپنے راز دل سے

بادشاہ نے خان جہاں سے دولت آباد کے سفر کا ذکر کیا اور کہا کہ اگرچہ میری
دلی خواہش یہی ہے کہ میں سفر کروں لیکن خلق و لشکر کے ضعف کی وجہ سے مجھ کو پس و پیش ہے۔
حکمراں طبقہ لشکر کشی کرنے اور ممالک کو فتح کرنے کا بے حد حریص ہوتا ہے اور اس
امر میں انتہائی کوشش بھی کرتا ہے لیکن قدیم زمانہ اب گزر گیا اور اب جدید زمانے نے
نیا دور پیش کیا ہے۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ ہر روز دوسرے روز سے مختلف ہوا کرتا ہے۔

اس موقع پر وزیر نے عرض کیا کہ سلطنت و فرمانروائی سے دو چیزیں حاصل
ہوتی ہیں۔ ایک شے یہ ہے کہ رعایا کی پرورش اور ملک کا انتظام کیا جائے اور
اہل اسلام و اہل سنت کے ساتھ ہمدردی برتی جائے اور ذمیوں کو مطمئن اور رعایا کو
امان عطا کیا جائے۔

دوسری چیز یہ ہے کہ کفار و مشرکوں کو تباہ و برباد کیا جائے اور ممالک کے
فتح کرنے میں حد سے زیادہ کوشش کی جائے۔ خدا کا شکر ہے کہ حضرت کے
عہد حکومت میں رعایا کی پرورش، ملک کا انتظام، علاقوں کی حفاظت و نیز تمام امور
ایسے اعلیٰ و عمدہ طور پر انجام پائے ہیں کہ اس کی نظیر کسی اور فرمانروا کے کارناموں
میں نظر نہیں آتی۔

اس کے علاوہ خدا کے فضل و کرم سے دشمنان اسلام کی تباہی و بربادی
بھی ایسے اس عہد مبارک میں ہوئی ہے کہ اب شاہی لشکر اس قدر طاقتور و قوی ہے
کہ خود بادشاہ کو کسی ملک پر لشکر کشی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

جب کبھی کہ دشمنان اسلام کسی مقام پر فتنہ و فساد برپا کریں تو حضرت کے
جاں نثار و قابل اعتماد بندۂ درگاہ کو ان فسادیوں کے مٹانے کے لئے مامور فرما دیں تاکہ
دیگر فتنہ انگیز افراد اس سے عبرت حاصل کریں۔

دہلی کے جوار میں کفر کے ممالک ایسے ہیں جہاں اہل اسلام آباد و حکمراں ہیں ان کافروں
کو مسلمانوں کے مقابلے میں تلوار اٹھانے میں ایک فائدہ ہے اور دس نقصان۔

دس نقصانات کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) فوج کا جو قدم کہ مسلمانوں کی طرف بڑھتا ہے وہ اہل اسلام کی ایذا رسانی کا

جو کوشش کہ لشکر کے سپاہی کرتے ہیں اس کا تمام گناہ خود فرماں روا کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔

(۲) بیت المال مسلمانوں کو قوت پہنچانے کے لئے جمع کیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ اس کے صرف سے اہل اسلام کو تباہ و برباد کیا جائے۔

تیسرے یہ کہ کئی ہزار مسلمان بیک کردار یا کسی سبب کے محنت و مشقت میں گرفتار ہوتے ہیں۔

چوتھے یہ کہ انسان کی عزیز عمر اور اس کا قیمتی وقت بیکار گزرتا ہے اور ہر دم و قدم پر اس کے نامۂ اعمال میں گناہ لکھے جاتے ہیں۔

پانچویں یہ کہ اگر ملک فتح ہو جاتا ہے تو ہزاروں عورات اس طرح طرح ذلیل و رسوا ہوتی ہیں۔

چھٹے یہ کہ غیر شرعی و خراب مال بیت المال میں جمع ہوتا ہے۔

ساتویں یہ کہ دیگر سلاطین کو اہل اسلام سے جنگ کرنے کا حوصلہ نہیں ہوتا۔

آٹھویں یہ کہ اس قسم کے افعال خوش خصال مسلمانوں کے درمیان پسندیدہ نہیں خیال کئے جاتے۔

نویں یہ کہ محض ایک فضول امر کے لئے کئی ہزار دشمن پیدا ہو جاتے ہیں اور ظاہر ہے کہ کل قیامت کے روز ہر شخص کا جداگانہ جواب دینا ہوگا۔

دسویں یہ کہ میدان حشر میں شفیع روز جزا صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ندامت و پشیمانی حاصل ہوگی۔

اس موقع پر فدوی مذکور نے عرض کیا کہ بندۂ درگاہ کے خیال ناقص میں جو آیا عرض کر دیا۔

فدوی نے مختصر طور پر یہ دس گناہ حضور سے عرض کئے۔ ان کے علاوہ اگر اہل اسلام کی دیگر مضرتوں اور نقصانات سے بحث کی جائے تو اس کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔

ایک فائدہ جو فدوی نے عرض کیا وہ یہ ہے کہ تمام عالم میں ...

اور چند مسلمانوں کو جو اس ملک میں مقیم تھے زیر و زبر کر دیا۔

ظاہر ہے کہ اس قسم کے قہر و غلبے سے عند اللہ کسی قسم کا اجر و فائدہ نہیں ہے اور نقصان بے شمار ہے اور ہزار ہا افراد دشمن ہو جاتے ہیں۔

صاحبان فہم و فراست صرف دنیاوی شہرت کی خاطر اپنے کو خدا کی بارگاہ میں مردود و عاصی نہیں شمار کر سکتا۔

خان جہاں نے یہ واقعہ فیروز شاہ سے بیان کیا اور وزیر کی تقریر حضرت شاہ کو بہت پسند آئی۔

فیروز شاہ اپنے ارادے پر بیحد پشیمان ہوا اور خوش ہو کر کہا کہ تمہاری تقریر قواعد جہانبانی و اساس سلطانی پر مبنی ہے۔

بادشاہ نے اس واقعے کے بعد قطعاً طے کر لیا کہ اہل اسلام پر لشکر کشی نہ کرے گا۔

جس قدر افراد کہ بارگاہ شاہی میں حاضر تھے انہوں نے وزیر کی اور بادشاہ کو دعا دی۔

اس موقع پر فیروز شاہ نے فرمایا کہ ظاہر ہے کہ جو شخص مسلمان پر حملہ کرتا ہے اس کو قسم اعمال کیونکر نصیب ہو گا۔

بادشاہ نے فرمایا کہ دنیا کے وقتی ہیچ ہے اگر انسان دنیا سے پاک ایمان اٹھا تو سبحان اللہ اس کے تمام افعال ذکر اور اس کے خیالات تا ابد محمود و پسندیدہ خیال کیے جائیں گے۔

سبحان اللہ ایسے دیندار بادشاہ اور ایسے نادر روزگار وزیر کی کیا تعریف کی جائے۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہ نے جو قریب قریب چالیس سال حکمرانی کی اور اہل اسلام کو کسی قسم کی مضرت نہ پہنچائی۔

دوسرا مقدمہ

فیروز شاہ کا غلاموں کو جمع کرنا

روایت ہے کہ فیروز شاہ نے غلاموں کو جمع کرنے میں بیحد کوشش و اہتمام کیا۔

حضور میں پیش کر سکے۔ غرضیکہ چالیس سال کامل یہ قاعدہ جاری رہا۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہ ہر اس امیر پر جو بندگان خدمتی زیادہ پیش کرتا بے حد نوازش فرماتا اور جو جاگیر دار کہ ان بندگان پیشی کی تعداد میں کمی کرتا اُس پر اسی لحاظ سے عنایت مبذول فرماتا۔

اس طرح پر تمام اہلِ مقتطعات کو علم ہو گیا کہ بادشاہ کو بندگان خدمتی فراہم کرنے کا بے حد شوق ہے۔ تمام جاگیر داروں نے اس کام کو تمام امور خدمت پر مقدم خیال کیا اور چند سال میں بادشاہ نیک خصال کی سعی و کوشش سے اس قدر بندگان خدمتی جمع ہو گئے کہ ان کا اندازہ تحریر و تقریر سے باہر ہے۔

بادشاہ کو معلوم ہوا کہ بندگان خدمت بکثرت جمع ہو گئے ہیں اور اُس نے بعض کو شہر ملتان اور بعض کو دیپالپور اور بعض کو سامانہ اور بعض کو گجرات وغیرہ ہر حصۂ ملک میں سکونت کا حکم دیا۔

بادشاہ نے ان بندگان خدمت کی پرورش کے لئے وظائف مقرر کئے اور بعض افراد کے لئے اسی حصۂ ملک میں جاگیر مقرر کر دی۔

دوسرے اشخاص جو شہر میں مقیم تھے اُن کی نقد تنخواہ مقرر کی اور ہر شخص کا مشاہرہ معین کر دیا۔

بادشاہ نے بعض افراد کو سو اور بعض کو پچاس اور بعض کو پچیس اور بعض کو تیس اور بعض کو بیس ٹنکے ماہوار عطا فرمائے اور کسی شخص کی تنخواہ دس ٹنکے سے کم نہ تھی۔

ان بندگان بادشاہی کو چھ یا چار یا تین ماہ کے بعد رقم نقد خزانۂ سرکار سے عطا ہوتی تھی۔

ان بندگان شاہی میں بعض نے حفظ کلام اللہ اور بعض نے دیگر علوم دینی کی تحصیل شروع کر دی اور بعض ہندوستان سے ہجرت کر کے شاہی حکم کے مطابق کعبۃ اللہ چلے گئے اور بعض اشخاص حرفت و صنعت سیکھنے کے کارخانوں میں تعلیم کے لئے مقرر کئے گئے اور اس طرح تقریباً بارہ ہزار بندگان بادشاہی مختلف صنعت و حرفت میں لگا دئے گئے۔

ان کے علاوہ چالیس ہزار بندگان شاہی روزانہ نوبت سواری و قلعہ میں حاضر

حضرت خلیفہ نے خود سلطان محمد کے مرحوم ہونے پر خلعت روانہ فرمایا تھا اور سلطان فیروز کو بلا کسی تحریک کے اس اعزاز دینی سے سرفراز فرمایا جیسا کہ تاریخ حقیقت سلطان محمد تغلق کے ذکر میں وضاحت ہو چکا ہے۔ بلکہ حضرت خلیفہ نے فیروز شاہ کے لئے علاوہ خلعت کے چند مراتب عزت مزید روانہ فرمائے۔

خلیفہ کی بارگاہ سے ہر بار تین خلعت آتے تھے ایک سلطان فیروز شاہ کے لئے اور ایک شاہزادہ فتح خاں اور ایک خانجہاں کے لئے۔

تحقیق یہ کہ خلیفہ کی بارگاہ سے خلعت آتا اور بادشاہ اس کا استقبال کیا کرتا تھا اور خلعت کو دونوں ہاتھوں سے لے کر اس کو آنکھوں سے لگاتا اور سر پر رکھتا۔

اس تعظیم کے بعد بادشاہ منظر عام پر برگزیدہ منصب کے مرد خلیفہ زمانی ابن عمر ابن حاکم والامام وارث ملک اللہ ابو الفتح ابی بکر ابن ابی الربیع سلیمان خلد اللہ ملکہ کا خلعت زیب بدن کر کے منشور حکومت جس میں فیروز شاہ کو حکمرانی کرنے کی قطعی اجازت دی گئی تھی اور جس میں خلیفہ نے بادشاہ کو سید السلاطین کے خطاب سے سرفراز فرمایا تھا پیش ہوا اور بادشاہ نے بعد تعظیم کے ساتھ آگے بڑھ کر قدم اٹھایا اور فرمان کو آنکھوں سے لگا کر اپنے سر پر رکھا اور بعد کو بہ آواز بلند پڑھا۔ بادشاہ شہر کی طرف واپس ہوا اور حاجب بارگاہ نے صدا بلند کی اور فیروز شاہ نے خلیفہ کے تمام مردوں سے معانقہ و مصافحہ کیا اور ہر شخص کے ساتھ تعظیم و تکریم سے پیش آیا۔

بادشاہ نے ہر فرد کی پرسش احوال کی اور اس کے بعد شہزادہ فتح خاں کو خلعت خلافت پہنا کر خانجہاں کو بھی اس شرف سے سرفراز فرمایا۔

فیروز شاہ نے جامہ سبز گردوں سے ہر فرد کو اس کی حیثیت کے مطابق خلعت عطا فرمائے اور اس کے بعد تمام خانان و ملوک کو بھی جامہ خانۂ خاص سے جامہ ہائے خلعت عنایت کئے۔

اس روز بادشاہ نے تمام خلائق کے روبرو جشن عام کر کے ہر شخص کو زر و تشریفات سے سرفراز فرمایا۔

فیروز شاہ خلعت خلافت کو بہت تعظیم و تکریم سے پہنتا اور اس جامے کو تبرکاً جامہ خانے میں رکھوا دیا تھا۔ بادشاہ نے اس نشان اور مراتب کو بھی علم خانۂ خاص میں محفوظ کرا دیا۔

چونکہ سلطان فیروز شاہ نے جو بینی و خود ستائی سے قطع نظر کر کے محض خدا پر بھروسہ کیا اور اپنے دل میں اس امر کا یقین کر کے کہ میری حیثیت یہ نہیں ہے کہ میں خود اپنے لئے بادشاہت کی درخواست کروں قطعاً خاموش رہا۔ اس لئے خدا اور کریم نے محض اپنے لطف و کرم سے اس کو اس عزت سے سرفراز فرمایا۔

سبحان اللہ یہیں زمانے میں کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف چالیس سال کو پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت کو خواب میں وحی سے سرفراز فرمایا۔

ہر بار ملک مقرب خواب میں حضرت سے عرض کرتا کہ تم خدا کے رسول ہو اور ہر مرتبہ حضرت کو اس منصب جلیل کی بشارت دیتا تھا۔

اسی موقع پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے چھ ماہ خواب میں منصب نبوت کی بشارت سنی لیکن اس پر بھی اپنے کو اس منصب کا اہل نہ خیال کرتا تھا اور یہی وجہ ہے کہ اس مسئلے میں علما کا اختلاف ہے اور انھوں نے فرمایا ہے کہ خواب نبوت کا چھیالیسواں جزو ہے اس لئے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال کے بعد چھ ماہ کامل خواب میں بشارت وحی ہوتی رہی اور اس لئے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ خواب نبوت کا چھیالیسواں جزو ہے۔

اس زمانے کے بعد حضرت کو بیداری میں وحی آنے لگی جیسا کہ اس کا تمام قصہ تفاسیر میں مرقوم ہے اور تمام کتابوں میں منقول ہے۔

چونکہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بینی سے کنارہ کشی فرمائی اس لئے خدائے برتر نے حضرت کو اپنے انعامات و کرم سے سرفراز و مالا مال فرمایا اور حضرت کو خاتم الانبیا قرار دے کر اپنا مقرب ترین بندہ بنا دیا۔

اسی طرح چونکہ سلطان فیروز شاہ نے جو ہر طرح کی تمام خوبیوں سے آراستہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے بادشاہ کی فطرت میں انبیاء اور اولیا کے خصائل ودیعت فرمائے تھے عادت بزرگی کی وجہ سے خود بینی سے قطع نظر کی اور خلیفہ کی بارگاہ میں اپنے لئے خود بادشاہت کی درخواست نہ کی اس لئے خدائے برتر نے اس کو غیب سے جامہ عطا فرما کر بادشاہ کو ختم سلاطین قرار دیا۔

چوتھا مقدمہ

سلطان فیروز شاہ کا محل بار عام میں جلوس کرنا

نقل ہے کہ فیروز شاہ نے تین محل بار عام مقرر کیے تھے۔ ایک محل اول صحن گلین کے نام سے مشہور تھا جس کو محل انگور بھی کہتے تھے جس کے معنی محل انگور کے ہیں۔

محل دوم محل چھجے چوبیں اور محل سوم محل بار عام کے ناموں سے موسوم تھے۔

محل سوم محل میانگی بھی مشہور تھا۔

محل بار صحن گلین وہ قصر شاہی تھا جہاں کہ تمام خانان و ملوک و امراء و معارف اور بعض اہل قلم اپنے مراتب کے موافق بادشاہ کے سلام کو حاضر ہوتے تھے۔

محل چھجے چوبیں اخص خواص کے لیے مخصوص تھا۔ اور محل سوم یعنی قصر میانگی خاص و عام ہر شخص کے لیے مخصوص کر دیا گیا تھا۔

مورخ عفیف محل صحن گلین کے حالات مقدمہ سے پہلے ہی ہدیۂ ناظرین کر چکا ہے اور محل صحن میانگی کے جملہ احوال جشن ہائے شب برات و عیدین و نوروز و ایام میزبانی و ملاقات خاص ان اطراف کے ذکر میں معرض بیان میں آ چکا ہے۔

مختصر یہ کہ سلطان فیروز شاہ شہر دہلی سے منتقل ہو کر فیروز آباد میں مقیم تھا۔ بادشاہ جب کبھی محل بار عام میں جلوس کرنے کا ارادہ کرتا تو دو تین روز کے بعد عبادات و قرأت قرآن سے فارغ ہو کر چند سورے کلام اللہ کے تلاوت فرماتا۔

سبحان اللہ سلطان فیروز شاہ کس درجہ خوش اوقات فرمانروا تھا۔

بادشاہ چہار سورے روزانہ تلاوت فرماتا اور جمعے کے روز سورۂ کہف اور شب جمعہ کو سورۂ طٰہٰ بلا ناغہ تلاوت فرماتا۔

فیروز شاہ روزانہ چند پارے کلام اللہ کے پڑھتا اور اس معمولی اوراد و وظائف میں کسی قسم کا خلل واقع نہ ہوتا تھا۔

بادشاہ کا عقیدہ اس قدر پختہ تھا کہ قرآن پاک میں جہاں کہیں کہ اسم اعظم اس کی

زبان پر آتا تو غایت ذوق و شوق میں اس جگہ کو بوسہ دیتا اور آنکھوں سے ملتا تھا اور یہ طریقہ گویا اپنے لئے واجب خیال کرتا۔

مختصر یہ کہ بادشاہ کی عبادت کے بعد ملازمین بادشاہی تخت کو آراستہ کرتے اور اول بادشاہ خود تشریف لاتا اور تخت سلطنت پر جلوس کرتا۔

بادشاہ کے بعد سرا پردہ داران خاص و عہدہ دار حاضر ہوتے اور بادشاہ کے حضور میں آداب و مجرا بجا لاتے اور آگے بڑھ کر عرض کرتے کہ حاضرین بارگاہ کے سلام و مجرے کی بابت کیا ارشاد ہے۔ بادشاہ حکم دیتا کہ خلق کو سلام کے لئے حاضر کرو اور سرا پردہ داران خاص اول حجاب کو حاضر بارگاہ ہونے کی اجازت عطا کرتے اور اس کے بعد چند گانہ متعہ دار زمین و ظروف کی پیٹی ہاتھوں میں لئے ہوئے حاضر ہوتے۔

ان کے بعد دیوان رسالت کی نوبت آتی اور دیوان قضا کے کارکن دیوان رسالت کے ہمراہ ہوتے تھے۔ ان تمام جماعتوں کے بعد دیوان عالی وزارت حاضر ہوتے اور اپنے محل مقررہ پر جانب راست مودب کھڑے ہوتے۔

دیوان وزارت کے بعد دیوان عرض کی نوبت آتی اور کوتوال ملک دیوان عرض کے ہمراہ ہوتے تھے اور دیوان عرض بجانب چپ استادہ ہوتے۔

تمام شاہزادگان و نیز عمدہ امیران ملک بادشاہ کے عقب میں جگہ پاتے البتہ بعض جاگیردار و ارکان سلطنت کو بھی بجانب چپ قیام کرنے کی اجازت مرحمت ہوتی تھی اور ہر شخص اپنے مرتبے کے مطابق درگاہ میں استادہ رہتا تھا۔

تمام حاضران بارگاہ میں کوئی شخص بھی بغیر کلاہ مرادول کے حاضر نہیں ہو سکتا تھا لیکن چند تیغ انداز جن کو بارگاہ شاہی سے جامۂ نو دوزی و نیز سفید کمر و نیز کلاہ بار کی بطور خلعت عطا ہوتی تھی وہ البتہ اپنے خاص لباس میں بارگاہ میں حاضر ہوتے تھے۔

سبحان اللہ سلطان فیروز شاہ کا کیا عمدہ طریقۂ حکومت تھا کہ تمام امرا و اعیان ملک و نیز تمام اہل قلم بہ رغبت و مسرت کے ساتھ جامۂ زرینہ پہنتے اور کسی فرد کو بھی اس قسم کا لباس زیب بدن کرنے میں تامل نہ ہوتا تھا مختصر یہ کہ در بارگاہ بر لباس کے نشیب میں کسی شخص کو بھی بغیر موزہ و موسے بند استعمال کئے ہوئے بارگاہ میں حاضر ہونے کی اجازت نہ ہوتی تھی۔

کبھی ایسا بھی ہوتا کہ بار جا کے وقت بادشاہ لشکروں کے اڑانے اور گھوڑوں کو چکر دلانے میں بھی مشغول ہوتا۔

جو افراد کہ تخت شاہی کے متصل ایستادہ ہوتے اُن کی ترتیب حسب ذیل ہوتی تھی۔

خان جہاں وزیر جانب راست تخت شاہی سے قریب جگہ پاتا تھا۔

امیر معظم امیر احمد اقبال خان جہاں سے بالاتر لیکن تقریباً ایک زانو کے خان جہاں کے عقب میں بیٹھتا تھا۔

اس مرتبہ نشست سے مراد یہ تھی کہ امیر احمد اقبال کا مرتبہ خان جہاں سے برتر اور نہ فروتر۔

اس کے علاوہ آلک نظام الملک امیر حسین امیر میران جو نائب وزیر ممالک تھا خان جہاں سے قریب بیٹھتا تھا۔ غرضیکہ تخت شاہی سے متصل یہی تینوں امیر جگہ پاتے تھے۔

جانب چپ خان جہاں کے عقب میں ایک جامہ دو تہہ کر کے بچھایا جاتا تھا اور اس جامے کے صدر میں قاضی صدر جہاں بیٹھتے تھے اور اُن کے متصل ایک پہلو نشست کی اجازت عطا ہوتی تھی۔

پائیں سے متصل مغل خاں اعلیٰ جگہ پاتا تھا۔

جانب چپ تخت شاہی سے متصل جگہ خالی رہتی تھی۔

ایک جامہ خانہ دو تہہ کر کے بازو کے چپ کی جانب قریب سے فاصلے سے بچھایا جاتا تھا اور اس جامہ خانے کے صدر میں جانب چپ ظفر خاں کو جائے نشست عطا ہوتی تھی۔

ظفر خاں کے متصل احمد خاں اور عزیز ہو صاحب دو چتر اور اس کے متصل اعظم خاں خبر رساں جگہ پاتے تھے۔ اور ان کے عقب میں رائے مادیو (رائے بار) اور رائے کمبیر وراثت رہبران نزدیک پشت نشست کرتے تھے۔ اس راستے میں مورخ عفیف شاہی حکم کے مطابق محل سلام میں حاضر ہوتا تھا۔

مختصر یہ کہ خان جہاں بارگاہ میں حاضر ہوتا اور اس کے ہمراہ دیوان وزارت کے تمام اصحاب حاضر ہوتے تھے۔ خان جہاں اور اس کے رفقا محل جانب سے سلام کرتے تھے اور طرف راست کے تمام امرا اپنے مقامات پر ایستادہ ہو جاتے تھے۔

دستور شہر کے بادرزادہ و برادران اجتباب دیوان سے بالاتر جگہ پاتے تھے۔

اور ان میں اور حاجب دیوان میں صرف دو اشخاص کا فاصلہ ہوتا تھا۔

غرضکہ دستوران سلطنت آگے بڑھتے اور بار دوم سرائے میں ہوتے تھے۔

بادشاہ خود اپنے ہاتھ سے بیٹھنے کا اشارہ کرتا اور دستوران تک بار سوم سرائے میں پہنچ کر اپنے مقام پر بیٹھ جاتے تھے۔

ملک الشرق نظام الملک نائب وزیر اس زمانے میں وزیر کے برابر بیٹھتا تھا۔

سلاطین قدیم کے عہد میں نائب وزیر کو تخت شاہی کے روبرو بیٹھنے کی اجازت تھی لیکن جب سلطان فیروز کے عہد حکومت میں ملک نظام الملک کو نیابت کا عہدہ عطا ہوا تو چونکہ یہ امیر بادشاہ کا خاص مشیر تھا اور نیز کہ بادشاہ کی ہمشیرہ اس کے حبالۂ عقد میں تھی اور نظام الملک تمام خوبیوں سے آراستہ تھا بادشاہ نے حکم دیا کہ نائب وزیر وزیر سے فروتر تخت شاہی کے روبرو نشست اختیار کرے۔ مختصر یہ کہ خان جہاں بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنے محل و مقام پر بیٹھتا اور بادشاہ اس کی جانب روئے سخن پھیر کر اس سے کلمہ و کلام میں مشغول ہوتا تھا۔

بادشاہ کا قاعدہ تھا کہ وزیر کی موجودگی میں کسی شخص غیر سے گفتگو نہ کرتا تھا۔

اگر بادشاہ کسی شخص غیر کو اپنے حضور میں طلب کرنا چاہتا تو بھی خان جہاں کی طرف اشارہ کرتا۔

خان جہاں اس شخص کو طلب کر کے بادشاہ کے حضور میں پیش کرتا۔

اگر بادشاہ کسی شخص پر غضب و غصہ کرتا تو بھی خان جہاں کی طرف رخ کرتا تھا۔

غرضکہ سلطان فیروز شاہ ہر معاملے میں خان جہاں سے گفتگو کرتا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ جو آئین کلام کو دیگر سلاطین عالم نے سیاست و تدبیر سے وضع کئے تھے فیروز شاہ الہام الٰہی سے مستفید ہو کر ان پر عمل کرتا تھا۔

قابوس حکیم نے قابوس نامے میں تحریر کیا ہے کہ سلاطین عالم کا وظیفہ ہے کہ وزیر کی موجودگی میں شخص غیر سے کلمہ و کلام نہ کرے اس لئے کہ اگر وزیر کی موجودگی میں بادشاہ کسی امیر کو مخاطب کی صورت سے سرفراز کرے گا تو اس روش سے ملک کو نقصان پہنچ جائیگا۔

اس کی اصل سبب یہ ہے کہ وزیر کو تمام ملک سے کام پڑتا ہے اور خواہ بادشاہ کا ہمراہ ہو یا بادشاہ ہر کار شاہی بھی وزیر کے کام سے پیش گزرتا رہتا ہے۔

ان وجوہ کی بنا پر تمام اصحاب سلطنت وزیر کے دشمن ہوتے ہیں اگر بادشاہ وزیر
کی موجودگی میں شخص غیر سے تنہا کلام کرے گا تو عمدہ ارکان دربار کو یہ گمان ہوگا کہ شاید
بادشاہ وزیر سے ناراض ہے اور اس وجہ سے دوسرے شخص سے تخاطب کر رہا ہے۔

اس گمان کی بنا پر وزیر کی عظمت قلوب میں کم ہو جائے گی اور خود وزیر بھی بد دل
ہو کر یہ گمان کرے گا کہ شاید مجھ سے کوئی قصور صادر ہوا ہے جس کی وجہ سے بادشاہ مجھ سے
ناراض ہے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وزیر اپنے فرائض محاسبہ کو بخوبی انجام نہ دے سکے گا اور جب
عمال کے محاسبے میں فرق آئے گا تو مال خزانۂ شاہی میں نہ داخل ہو سکے گا اور مال و دولت
کی کمی سے بنیاد سلطنت کمزور ہوگی اور ملک میں خلل پیدا ہو جائے گا اس لئے کہ
بادشاہی کی بنیاد و نظام حکومت مال و دولت پر مبنی ہے۔

دستور الوزراء میں مرقوم ہے کہ جو مال و دولت کہ عمال شاہی قعر زمین میں دفن
کر دیتے ہیں وزیر اپنی فہم و فراست و تدبیر و سیاست سے ان عمال کی چشم طمع کو
کور کر کے رقم قعر زمین سے نکال لیتا ہے۔

شاہان عالم وزراء و دستور ان ہوشمند کی قدر و قیمت جانتے ہیں جو مستحق بیان نہیں ہے
چونکہ سلطان فیروز شاہ صاحب تجربہ فرماں روا تھا اور ملک میں تمام ادیب و بلغاء میں
معروف تھا اس لئے بادشاہ وزیر کی موجودگی میں شخص غیر سے تنہا کلام نہ کرتا اور اگر کسی شخص کو قدم بوسی
کے لئے تخت کے روبرو طلب کرتا تو بادشاہ اپنے نور بصیرت سے اس شخص کے آباء و اجداد
کے احوال سے اس کو خود ہی پہچان لیتا یہ محض خدا کا فضل تھا جو اس فرماں روا کے شامل حال
رہا ورنہ ظاہر ہے کہ انسان ضعیف البنیان کو فطرۃً اس قسم کا ادراک کمال پیچیدہ ہوتا ہے۔

ظاہر ہے کہ ہر ادنیٰ انسان کی جو قدم بوسی کے لئے حاضر ہوں ان کی شرافت کا علم ان کے
بشرہ سے دریافت کر لینا اور پھر اسی سے ان کی حیثیت کے مطابق گفتگو کرنا اور ان حاضرین کو
عزت و خوشی کے ساتھ اپنے سے رخصت کر دینا اور ان حاضرین کا شکر کرتے ہوئے واپس جانا
ایک ایسا امر دینی ہے جس کی کتابت سے قلم کا سر رکا نہیں ہے۔

بادشاہ کی یہ شناخت و فراست محض اس کی خوبی بصیرت و عطیۂ الٰہی ہے جس میں اس کی
کوشش کو دخل نہیں ہے۔

انشاء اللہ تعالیٰ قرآن و دانی کے چند اہم قرآنی نکتے اس مقدمے کے آخر میں تفصیل کے ساتھ بیان کئے جائیں گے۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہ ایک پہر تک محل بار میں نشست اختیار کرتا اور اس کے بعد دوسرے محل میں چلا جاتا اور حاضرانِ درگاہ و ملوکِ بارگاہ اپنے مسکن کو واپس جاتے۔

خانِ جہاں آئین قدیم کے مطابق دست راست پر جلوس کرتا و ملک کے اعمال کا محاسبہ پیش ہوتا تھا اور ہر شخص اپنے فرائض منصبی میں مشغول ہوتا تھا۔

اس مقام پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ فیروز شاہ کے دربار کی نشست کا یہ قاعدہ تھا کہ تخت حکومت کی جانب راست خان جہاں اور امیر احمد اقبال و نظام الملک کو جگہ دی جاتی تھی اور جانب چپ تخت سے متصل باوجود تربیت و عہدہ کے کسی شخص کو بیٹھنے کی اجازت نہ تھی حالانکہ سلاطین قدیم کا دستور تھا کہ ان کا دست چپ بھی امرا سے خالی نہ ہوتا تھا۔

ایسی حالت میں بادشاہ کے اس فعل کو کس مصلحت پر محمول کیا جا سکتا ہے۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ مورخ عفیف جس زمانے میں سلام کے لئے حاضر ہوتا تھا اس عہد میں دست چپ امرا کے وجود سے خالی تھا اور مورخ نے اپنے والد سے اس کا سبب دریافت کیا۔

میرے والد نے فرمایا کہ دست چپ زمانہ قدیم سے سرلشکر کے لئے مخصوص ہے سلطان فیروز شاہ نے اپنے آغاز حکومت میں سرلشکر کا عہدہ اپنے غلام بشیر کو عطا کر کے اس کو عماد الملک کے خطاب سے سرفراز فرمایا لیکن اس شخص کی نشست جانب چپ متصل تخت نہ تھی۔

فیروز شاہ کے اوائل عہد میں خان جہاں اگرچہ وزیر تھا لیکن جانب چپ بیٹھتا تھا اور دست راست کی طرف خان اعظم تاتار خان کو جگہ عنایت ہوتی تھی۔

چند سال کے بعد خان اعظم نے وفات پائی اور خان جہاں کو حکم ہوا کہ اپنے مقررہ مقام نشست اختیار کرے اور اس طرح جانب چپ خالی رہ گیا۔

اس درمیان میں خان اعظم ظفر خان بنگال سے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا جیسا کہ مورخ قسم دوم میں تفصیل کے ساتھ بیان کر چکا ہے۔ اور فیروز شاہ نے حکم دیا کہ ظفر خان کو دست عطا کی جائے اور یہ امیر جانب چپ نشست اختیار کرے۔

چند سال کے بعد ظفر خاں نے بھی وفات پائی اور اس کا فرزند دریا خاں اپنے پدر کا جانشین ہوا اور اس شخص کی نشست کی بابت بادشاہ سے عرض کیا گیا۔

فیروز شاہ نے حکم دیا کہ جانب چپ صدر میں اپنے مرحوم پدر کی جگہ نشست اختیار کرے۔

اس طرح اگر کوئی اعتراض کرے کہ محل بار یا حسن مجلس میں سید درکانی یا مولانا جلال الدین رومی و شیخ الاسلام کی جگہ کہاں تھی۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ سید درکانی جانب راست صدر جہاں سے فروتر جگہ پاتے تھے اور مولانا جلال الدین رومی سید درکانی کے متصل قیام فرماتے تھے۔

شیخ الاسلام ہمیشہ ایک مہینہ گزرنے کے بعد بادشاہ کی ملاقات کو آتے تھے اور اس وقت بادشاہ محل چھجے میں قالین کے اوپر بیٹھتا تھا۔

شیخ الاسلام بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوتے تھے اور فیروز شاہ ان کا استقبال کرتا اور اپنے ہاتھ شیخ کے قدموں تک لے جاتا۔

حضرت شیخ بادشاہ کو دعا دیتے اور اپنے سینے سے لگاتے تھے اور اس کے بعد بادشاہ و شیخ ہر دو اصحاب ایک ہی جگہ بیٹھتے تھے اور اس مجلس میں کسی شخص غیر کی گنجائش نہ تھی۔

بادشاہ جناب شیخ سے کلام کرتا اور طعام و شربت و میوہ و تنبول وغیرہ کا تواضع ہوتا تھا اور اس کے بعد شیخ الاسلام بادشاہ سے رخصت ہو کر تشریف لے جاتے اور بادشاہ چند قدم ان کا استقبال کرتا۔

رخصت ہونے کے وقت بھی حضرت شیخ بادشاہ کو دعا دے کر اس کو اپنے سینے سے لگاتے۔

اگر حضرت شیخ کو بادشاہ سے کسی ضرورت کے متعلق کچھ فرمانا ہوتا تو وہ زبانی نہ ارشاد کرتے بلکہ ایک کاغذ پر لکھ کر اپنی دستار میں لپیٹتے اور اس کو چھوڑ جاتے تھے۔

بادشاہ حضرت شیخ کو رخصت کر کے واپس آتا اور تنہائی میں حضرت کی دستار کا کاغذ کو پاتا اور اس خط کو اول سے آخر تک پڑھتا۔

بادشاہ حضرت شیخ کے خط کا جواب حضرت کے حسب خواہش اسی وقت لکھ کر اپنے حضور میں اس کو مرتب کرا کے کسی معتمد امیر کے سپرد کرتا اور اس کو حکم دیتا کہ یہ خط

اس وقت قاضی ضیاء الدین، ملک مبارک کبیر وغیرہ کل چھ جن بادشاہ کے پس پشت استادہ رہتے تھے۔

پانچواں مقدمہ

اس عہد کے ملوک و امراء کی مسرت و فارغ البالی

نقل ہے کہ فیروز شاہ کے عہد حکومت میں تمام خانان درگاہ و ملوک کرام و تمام عمال شاہی و فرقہ ترکش بند فرشک تمام خاص و عام احرار و غلام تمام اشخاص خوش و خرم تھے اور تمام خلائق کو ہر وقت تازہ مسرت بے اندازہ نشاط حاصل ہوتی تھی۔

اس عہد کی تاثیر و خیر سلطان فیروز شاہ کے قدوم کی برکت نے تمام ملک کو مبارک و میمون بنا رکھا تھا۔

جب کبھی کہ فیروز شاہ ملک کے کسی جانب سفر کرتا تو اس طرح کے لوگ کو اس درجہ خوشی و مسرت ہوتی گویا کہ وہ اس طرح کی حکمرانی کر رہا ہے۔

بادشاہ نے خدا کے برتر کی توفیق سے ہر امیر کو جیدا انعامات و اقطاعات و پرگنات و قصبات و قریات و باقات وغیرہ مدد معاش میں عطا فرمائے تھے۔

ان امرا کو بادشاہ کے ان عطیات میں بے حد برکت حاصل ہوئی اور کم کوئی ایسا امیر ہوگا کہ اس کے پاس زر و نقش خانہ نہ ہو۔

ہر امیر کے توشے خانے میں فرش کا عمدہ ذخیرہ تھا اور ہر شخص کے ہمراہ صاحب جمال و خوش آواز کنیزوں کا ایک گروہ رفع ملال کے لئے ہر شخص کے ہمراہ رہتا تھا۔

جس مقام پر کہ امرا قیام کرتے ہر منزل میں بے شمار خیمان گنجفہ ساز و سامان و فراغبالی وافر ان کو میسر آتا تھا۔

کسی فرد کو بھی ضیاء بادشاہ کے مظالم کا خوف تھا اور نہ کسی شخص کو غیر غائب وحاضر کسی طرح کا خطرہ تھا۔

سلطان فیروز شاہ کے عہد میں اگر بادشاہ کسی وجہ سے شہر سے غائب ہوتا تو خلاف

بادشاہ کی غیر حاضری سے بے حد پریشان ہوتی اور چند ہی روز میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو جاتی تھی۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہ کے عہد حکومت میں چونکہ بادشاہ مقبول بارگاہ الٰہی تھا ہر پیشہ و ہر شعبے میں بے انتہا مسرت و فارغ البالی تھی۔

خلق خدا اس درجہ مرفہ الحال تھی کہ ہر شے سے سرور کی آواز بلند ہوتی اور جو لوگ صاحب اقتدار تھے وہ ایوان نشست تیار کرا کے خلق کو تقسیم کرتے تھے۔

بادشاہ کے لشکر کی خوش حالی کا یہ عالم تھا کہ کسی فرد بشر کو لشکر سے واپس جانے کا خیال بھی نہ آتا تھا اس لئے کہ ہر اہل لشکر کے مکان میں اس قدر آسودگی تھی کہ کسی سپاہی کے دل میں اپنے اہل و عیال کی طرف سے کوئی خطرہ نہ گزرتا تھا۔

بادشاہی لشکروں میں ہر فرد کو اس قدر آرام و فراغت حاصل ہوتی تھی کہ معمولی ملازم بھی بے شمار اشخاص بادشاہ کے ہمرکاب ہو جاتے تھے اور اس درجہ خوش و مطمئن رہتے کہ واپسی کا خیال بھی نہ کرتے تھے۔

شہر کے اہل بازار بے شمار مال و اسباب اپنے ہمراہ لے کر بے حد مسرت و خوشی کے ساتھ بادشاہ کے ہمراہ ہو جاتے تھے بلکہ یہ رسم قدیم سے چلی آتی تھی کہ اہل خدمت میں وہی لوگ لشکر بادشاہی میں داخل ہو کر روانہ ہوتے تھے جن کو رئیس شہر اجازت دیتا تھا۔

چونکہ لشکر شاہی میں بے انتہا سفر و آرام حاصل ہوتا تھا اس لئے بعض گروہ اہل بازار کا اس معاملے میں رئیس شہر کی منت و سماجت کرتے تھے اور اس کے عوض قدرے رقم بھی رئیس کو نذر کرتے تھے۔

سبحان اللہ اس بادشاہ کا دور حکومت کس قدر بابرکت تھا جو سطور میں بیان ہی نہیں آ سکتا ہے۔

جب بادشاہ خدا کی مدد و عنایت سے شکار سے واپس ہوتا اور شہر میں آتا تو تمام خانان و ملوک رنگا رنگ مسرت و خوشی کے عالم میں اپنے مکانات کو واپس جاتے۔

بادشاہ خدا کی عنایت و مہربانی سے کوشک سلطانی میں جو دریائے جمنا کے ساحل پر واقع تھا مقام کرتا۔ فیروز شاہ کے فرود سے چند روز قبل خان جہاں کے حکم کے مطابق تمام شہر فیروز آباد آراستہ کیا جاتا تھا اور طرح طرح کے نقش و نگار

بنائے جاتے تھے اور نذر کے لئے بیشمار اسباب مہیا کیا جاتا تھا۔

شہر کے ہر چہار جانب برج لگائی جاتی تھی اور ہر بجلی میں برج کے فاصلے پر ایک ڈھول، دو شہنا اور ایک بیرق رکھے جاتے تھے۔

تقریباً بارہ ہزار برجیں شہر کے ہر چہار جانب سے سج جاتی تھیں اور یہ تمام نشانات بادشاہ کے دربار سے دیکھا کرتے تھے۔

بادشاہ دریائے جمن کے کنارے قیام فرماتا اور یہ حکم دیتا تھا کہ خان جہان ملک میں کسی فرد بشر کو تنہا شہر میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی جائے اور اس حکم سے یہ مقصد تھا کہ تمام امرا بادشاہ کے ہمرکاب شہر میں داخل ہوں تاکہ رونق و حشم میں معتد بہ اضافہ ہو جائے۔

غرضکہ آفتاب کے طلوع ہوتے اور نماز فجر کے ادا کرنے کے بعد خان جہاں مع تمام لشکر و اعیان شہر کے دریا کو عبور کرتا اور تمام بیرقوں و حشم کے ہمراہ بادشاہ کی قدمبوسی کا شرف حاصل کرتا تھا۔

اس کے بعد فیروز شاہ خدا کی حمایت و مہربانی سے بعیش و طرب ساعت سعید میں شہر میں داخل ہوتا تھا۔ تمام عہدیدار اس شہر کے تحائف و رقوم نذر بادشاہ کے ملاحظے میں پیش ہوتے تھے جس کی تفصیل یہ ہے کہ اول خان اعظم ہمایوں خان جہاں کے اور بعد اس کے ملک الشرق ملک نظام الملک نائب وزیر کے تحائف پیش ہوتے اور اس کے بعد دیگر خوانین و امرا و علما و سادات و اعیان شہر و دیگر اشخاص ملک کے تحائف بادشاہ کے ملاحظے میں پیش کئے جاتے تھے۔

چونکہ اس کے دیگر شہروں کے بھی کسی خاص وجہ سے خان جہاں کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے ان کی نذریں بھی بادشاہ کے ملاحظے میں گزرتی تھیں۔

غرضکہ تمام خلائق اعلیٰ و ادنیٰ اپنی اپنی حیثیت کے مطابق بادشاہ کے حضور میں پیش کرتے تھے۔

بادشاہ کے ہمراہی و اہل لشکر جو دیہات و قریات کے باشندے تھے نہایت اطمینان و مسرت کے ساتھ اپنے مکانات کو جاتے اور اپنے اعزہ و احباب سے ملاقات کرکے خوش ہوتے اور سفر کے تمام واقعات بیان کرتے تھے۔ سبحان اللہ! اس بادشاہ فرشتہ خصال کے عہد میں خلقت خدا اس درجہ فارغ البال و مرفہ الحال تھی کہ دور

ہر شے اس قدر کثرت و ارزانی کے ساتھ دستیاب ہوتی تھی کہ حد بیان سے باہر ہے اور یہ تمام برکات بادشاہ کے قدموں کی برکت سے تھی۔

عہد فیروز شاہی کے برکات اس حد کو پہنچ گئے تھے کہ مساکین بھی اپنی بچیوں کو کم سنی کے زمانے میں بیاہ دیتے تھے۔

سبحان اللہ اس بادشاہ دیندار کے عہد مبارک کا کیا کہنا کہ اس کے عصر میں ذرہ برابر بھی ناخوشی کا ظہور نہ ہوا۔

ظاہر ہے کہ یہ تمام برکات خود بادشاہ کے قدموں کا طفیل تھے اور اس کے انتقال کے بعد تمام شہر زیر و زبر ہو گیا اور جو اشخاص کہ اب زندہ ہیں وہ اس مبارک و بابرکت عہد کو یاد کرتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ یہ مبارک عہد اپنے برکات کی وجہ سے کبھی گوشۂ دل سے فراموش نہ ہوگا۔

چھٹا مقدمہ

عہد فیروز شاہی کی فراغت و ارزانی کا بیان

نقل ہے کہ فیروز شاہ کے بابرکت عہد میں ارزانی حد کمال کو پہنچ گئی تھی۔ یہ ارزانی صرف شہر تک محدود نہ تھی بلکہ تمام ممالک محروسہ میں ایک حال تھا۔ بادشاہ کے چالیس سالہ دور حکومت میں قحط کا نام و نشان تک سنائی نہ دیا اور فیروز شاہی عہد کے برکات کے مقابلے میں تمام اہل شہر علائی برکات کو قطعی بھول گئے۔

عہد علائی کے برکات تاریخ میں بے نظیر تھے لیکن فیروز شاہی عہد کی فراغت نے ان کو بھی گوشۂ دل سے فراموش کرا دیا۔

سلطان علاء الدین نے ارزانی کے لئے جس قدر بلیغ کوشش کی تھی اس کے حالات کتب تواریخ میں بالتفصیل مذکور ہیں۔ علاء الدین نے سوداگروں کو رقم عطا کی اور بیشمار زر و دولت ان کے سامنے پیش کیا، ان کے وظائف مقرر کئے اور ان کو ہر قسم کے

بغیر کسی قسم کی سعی و کوشش کے غلہ و دیگر اجناس میں ارزانی پیدا ہوئی۔

فیروز شاہی عہد کے یہ برکات محض علمائے ربانی تھے جو اس بادشاہ کے حسن عقیدہ کے نتائج ہیں۔

اس عہد میں غلے کی ارزانی کا یہ عالم تھا کہ شہر دہلی میں گیہوں آٹھ جیتل فی من اور چنا اور جو چار جیتل فی من کے نرخ سے فروخت ہوتے تھے۔

اسی طرح شہر میں شکر بھی ایک جیتل فی من کے حساب سے فروخت کی جاتی تھی۔

غرضکہ اس بادشاہ کی پاک عقیدت کی برکت سے ہر قسم کا غلہ ارزاں تھا اور اسی طرح کپڑوں میں خام و سپید ہر رنگ ہو یا زرینہ بے حد ارزانی پیدا ہو گئی۔

اس زمانے میں بادشاہ نے حکم دیا کہ شیرینی کا قدیم نرخ بھی گھٹایا جائے اور جب تمام اشیا ارزاں ہو گئی ہیں تو شیرینی کے نرخ میں کمی کی جائے۔

مختصر یہ کہ عہد فیروز شاہی میں جو چالیس سال کا دور حکومت ہے خدا کے فضل و کرم سے تمام چیزیں بے حد ارزاں ہو گئی تھیں۔

اگر کسی وجہ سے ملک میں گرانی پیدا ہوتی تو البتہ غلہ فی من ایک تنکہ فروخت ہوتا تھا اور یہ گرانی بھی چند روز تک محدود تھی اور اس کے بعد حسب سابق ارزانی ہو جاتی تھی۔

خلقت خدا نے چالیس سال کامل قحط کا نام تک نہ سنا۔

غرضکہ عہد فیروز شاہی کی بہترین نعمت ہر شے کی بے حد ارزانی تھی جس کی نظیر مشکل سے دستیاب ہو سکتی ہے۔

اس بادشاہ کے عہد میں ارزانی کی طرح آبادی میں بھی بے حد ترقی ہوئی۔ چنانچہ میان دوآب میں کوہ سکھیرا و کھرلے سے لے کر کول تک ایک گاؤں بھی خراب و ویران نہ تھا اور اس حصۂ ملک یعنی میان دوآب میں پچاس پرگنے معمور تھے۔

غیر دوآب میں بھی آبادی کا تقریباً یہی حال تھا چنانچہ ہر حصۂ ملک میں ایک کوس کے درمیان چار گاؤں آباد تھے اور ہر موضع کے باشندے بے حد اطمینان و فراغت کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔

اس بادشاہ کے عہد بابرکت میں ملک میں بے حد آسائش و آسودگی تھی۔

فیروز شاہ کو باغات کے نصب کرنے کا بھی بے حد شوق تھا اور ہر باغ کو ملحق
بیحد خوبی و لطافت سے آراستہ کیا جاتا تھا چنانچہ شہر دہلی کے جوار میں ایک ہزار دو سو باغ
سرسبز و شاداب موجود تھے۔

جو باغات کہ اوقاف وغیرہ یا اشخاص کی ملکیت میں داخل تھے بادشاہ نے
ان کو بحال رکھا۔

بادشاہ کو باغات نصب کرنے کا اس درجہ شوق تھا کہ اس نے سلطان علاء الدین
بنا کردہ میں تیس باغ نصب کئے اور بیرون سالورہ میں اسی باغ اور چتوڑ میں چوالیس
باغ نصب کئے گئے اور ہر باغ میں ہر قسم کے انگور سپید و سیاہ عراقی و حبشی و افغانی
ومیری و آلودہ خالص غلاماں سات قسم کے پیدا ہوتے تھے۔

ان انگوروں کا نرخ یہ تھا کہ ایک جیتل کا ایک سیر فروخت ہوتا تھا۔

اسی طرح ہر باغ میں مختلف میوہ جات بھی پیدا ہوتے تھے اور عہد فیروز شاہی
میں علاوہ حصہ املاک و اقطاعات کے ایک لاکھ اسی ہزار تنکے دیوانی کو محصول ملتا تھا۔

اس زمانے میں بیان دو آب کا محصول اسی لاکھ تنکے تھا

بادشاہ دین پناہ کی انتہائی سعی و کوشش سے چھ کروڑ پچاس لاکھ تنکے جوار دہلی کا
محصول حاصل ہوتا تھا۔

اگرچہ فیروز شاہ نے اپنے تدبر و سیاست سے مملکت و دولت کو مختصر کر دیا تھا
تاہم اس حصہ ملک کا محصول اس قدر تھا کہ بادشاہ نے اس رقم کو امرا کے درمیان
تقسیم کر دیا تھا۔

بادشاہ نے خانان ملک کو ان کی قابلی اور امراء و ملوک کو ان کی جاہ و حشمت اور
اعیان ملک کو ان کی آرام و راحت کے مطابق رقم عطا فرمائی ہیں۔

فیروز شاہ نے اہل لشکر و حشم کو مواضع ان کی ضروریات کے مطابق عنایت
کئے تھے اور غیر مواجبی لوگوں کو نقد رقم خود دولت سرکار سے عطا ہوتی تھی اسی طرح دیگر ضروریات زندگی
قیاس کر لینا چاہئے۔

چونکہ جاگیرداروں کا اطلاق ان کے تعلقات کے متعلق ہوتا اس لئے ہر اقطاع
سے ان کو تہائی یا نصف کامل طور پر حاصل ہوتا تھا۔

اس زمانے میں بے شمار افسران اپنے احباب کے اقطاعات باغوں کی پیداوار کو
سے خرید کر تے تھے اسی طرح شہروں ایک ثلث ان کو دیا جاتا تھا۔
اصل مالکوں کو نصف سے کم وصول ہوتا تھا اور غریبا ان اقطاع کو بھی کامل نفع سی طور
پر حاصل ہوتا تھا۔ اس طرح بے شمار افراد اس عہد میں دولت مند ہو گئے اور ان کا زمانہ
خرم رہا۔

مختصر یہ کہ سلطان فیروز شاہ نے تمام بلاد و ممالک کا محصول تمام خلقت پر تقسیم
کر دیا تھا چنانچہ خان جہان وزیر کو علاوہ سپاہ و احباب و اولاد کی تنخواہ کے تیرہ لاکھ تنکے
سالانہ عطا ہوتے تھے جس کے معاوضے میں ان کو قطعے دیے گئے عطا ہوئے تھے۔

اسی طرح بادشاہ نے ہر امیر کو اس کی حیثیت کے مطابق عطیات شاہانہ سے
سرفراز فرمایا تھا اور بعض امرا کو آٹھ اور بعض کو چھ اور بعض کو چار لاکھ تنکے سالانہ
عطا ہوتے تھے۔

غرضکہ سلطان فیروز شاہ نے اس طریقے پر عمل کیا اور تمام خاندان ملوک فیروز شاہی
عہد دولت مند ہو گئے۔ امرا نے بے شمار مال و زر و جواہر و الماس جمع کر لئے۔

ملک شاہین شحنہ تے جو بادشاہ شاہی میں نائب امیر خاص تھا وفات پائی اور
اس کے متروکات کا جائزہ لیا گیا تو معلوم ہوا کہ اس امیر کے خزانے میں علاوہ دیگر
اسباب و نفائس و بے شمار جواہرات کے مبلغ پچاس لاکھ تنکے نقد اس کے خزانے میں موجود تھے۔

اس کے علاوہ عماد الملک بشیر سلطانی کے مال و اسباب و متروکات کا حال
ناظرین کو معلوم ہے۔ چنانچہ اس کے مال و دولت کا مفصل حال اس کتاب کے مقدمہ
میں معرض بیان میں آئے گا۔

اس کے علاوہ جبکہ فیروز شاہ نے رعایا کے ساتھ ایسا مشفقانہ برتاؤ کیا اور
اپنے جود و احسان سے ان کو زیر بار منت کیا اس لئے تمام خلق بادشاہ کی جاں نثار ہو گئی
اور ہر خاص و عام بادشاہ کا کلمہ پڑھنے لگا۔

ساتواں مقدمہ

فیروز شاہی حشم و لشکر کا تفصیلی بیان

نقل ہے کہ فیروز شاہ کے عہد حکومت میں علاوہ بندگان بادشاہی کے اسی ہزار سوار

ملازم تھے اور یہ تمام چار ہزار سوار دیوان سال تمام تک بادشاہ کے ملاحظے میں پیش ہو جاتے تھے۔ یہ البتہ ہوتا تھا کہ زیادہ تر اسپ کم قیمت کی کیفیت دیوان عرض میں پیش کی جاتی تھی اور اس کی بابت اصلاح کی ہدایت بھی ہوتی تھی۔

اکثر اوقات اس قسم کے اخبار بادشاہ تک پہنچتے تھے لیکن فیروز شاہ ان شکایات پر توجہ نہ کرتا تھا۔

جب سال تمام ہو جاتا تھا اور اکثر سواروں کے گھوڑے بیکار رہ جاتے تھے اس وقت دیوان عرض کے عمال بادشاہ سے عرض کرتے تھے کہ باوجود یکہ سال ختم ہو گیا ہے لیکن اس قدر گھوڑے بیکار و معطل باقی ہیں۔

اس موقع پر بادشاہ ارشاد فرماتا تھا کہ جمعے کے روز الگ نشست اختیار کریں اور جمعات کے علاوہ تمام سال الگ نشست اختیار کریں۔

یہ مدت بھی تمام ہو جاتی اور اس پر بھی بعض جانور بیکار باقی رہ جاتے اور جب یہ کیفیت بادشاہ سے عرض کی جاتی کہ جمعے کے علاوہ میں بھی یہ سوار الگ ہی رہے اور باوجود اس کے بھی گھوڑے اسی حالت پر ہیں تو بادشاہ یہ حکم صادر فرماتا کہ سواروں کو دو ماہ کی مہلت دی جائے۔

یہ زمانہ بھی تمام ہو جاتا اور عمال بادشاہ سے عرض کرتے کہ دو ماہ کی مہلت مزید بھی ختم ہو گئی اور سواروں کے گھوڑے دیوان عرض میں ملاحظے کے لئے پیش نہیں ہوئے۔

اس زمانے میں ملک رضی جو اہل دل امیر تھا نائب عارض ممالک تھا اور حشم و لشکر کی نگہداشت کرتا تھا۔

یہ امیر بادشاہ سے عرض کرتا کہ جن سواروں نے اپنے گھوڑے دیوان عرض میں نہیں پیش کئے ہیں ان میں سے اکثر افراد ایسے ہیں جنھوں نے اپنے اسباب کو اطلاعات لانے کے لئے اقطاعات میں روانہ کیا ہے اس لئے صاحبان خیل جب اس مصلحت سے فارغ ہوں گے اس وقت جانوروں کو شہر میں واپس لائیں گے۔

یہ افراد اس انتظار میں تھے کہ سال تمام ہو گیا اور یہ افراد دشواری و مشکل میں گرفتار ہو گئے۔

ظاہر ہے کہ اس گروہ میں اکثر وہی اشخاص ہیں جن کے جانور مقطع جاگیر کو

روانہ کر دیئے گئے ہیں۔

بادشاہ یہ تحریر کی پیدا کش ہوتا اور فرماتا کہ اگر کوئی شخص اپنے سرگروہ کی مصلحت کی بنا پر کام کرے اور اس کی عدم موجودگی میں سال تمام ہو جائے اور وہ بھی عرض میں نہ حاضر ہو اور اس کا گھوڑا پیش نہ ہو سکے تو ایسا شخص مجبور ہے اگر ہم ایسے افراد کو رد کر دیں گے تو ان کی حالت زار ہو جائے گی اور ان کے گھروں میں ماتم برپا ہو جائے گا۔

اس موقع پر بادشاہ یہ حکم دیتا کہ ان سواروں کے سرگروہ پر تاکید کی جائے کہ جو سوار کسی مصلحت کی وجہ سے متعلقہ جات کو روانہ ہوا ہے وہ شخص دیوان متعلقہ میں عرض کی رسم ادا کرے اور گھوڑا یا تو سپرد کرے اور یا اس مقام پر چھوڑ دے تاکہ جن غریبوں کے گھوڑے موجود نہیں ہیں ان کو کسی قسم کا تعلق نہ باقی رہے۔

سبحان اللہ فیروز شاہ اپنی رعایا پر کس درجہ شفیق و مہربان تھا کہ ماں باپ بھی اپنے فرزندوں پر ایسے شفیق نہ ہوں گے۔

چونکہ بادشاہ کی مہربانی کا یہ عالم تھا اس لئے اس کی تیس چالیس سالہ سلطنت میں کوئی فرد بھی دیوان عرض میں ایسا نہ ہوا جس کا گھوڑا مقابلے کے لئے پیش نہ ہوا ہو۔

فیروز شاہ کے عہد حکومت میں ایک مرتبہ یہ اتفاق ہوا کہ سال تمام ہو گیا اور ایک ملازم درگاہ نے دیوان عرض میں جانور نہ پیش کیا۔

اتفاق سے یہ شخص اس روز محل کے اندر خدمت نوبتی پر مامور تھا۔

یہ شخص نہایت ملول و غمگین جا رہا تھا اور آہ سرد بھر کر اپنے ایک دوست سے اپنے غم کی داستان بیان کر رہا تھا۔

بادشاہ نے بھی اس شخص کی گفتگو سنی اور اس کو اپنے حضور میں طلب کر کے اس سے حقیقت حال کو دریافت کیا ان اشخاص نے اصل حقیقت کو بادشاہ سے مخفی رکھنا چاہا لیکن فیروز شاہ نے بیحد اصرار کیا اور فرمایا کہ تم ہر دو اشخاص میں کیا گفتگو ہو رہی تھی۔

جس ملازم کا جانور پیش نہ ہوا تھا اس نے اپنا حال بادشاہ سے عرض کیا اور کہا کہ میں نے جانور دیوان عرض میں پیش نہیں کیا اور اس میں جو اخراجات درکار ہیں ان پر میں قادر نہیں ہوں۔

بادشاہ نے دریافت فرمایا کہ اس رسم کو ادا کرنے میں کس قدر رقم کی ضرورت ہے

اور اُس نے جواب دیا کہ ایک تنگ دست زر دار ہے۔

بادشاہ نے ملک خزینہ دار کو حکم دیا کہ اس شخص کو ایک اشرفی عطا کرے

سوار اشرفی لے کر دیوان عرض میں حاضر ہوا اور عمالِ سررشتہ کو رقم دے کر قانونی گرفت سے نجات حاصل کی یہ ملازم واپس آیا اور بادشاہ نے اس سے دریافت کیا کہ تیری مہم پوری ہو گئی اور اُس شخص نے عرض کیا کہ خداوندِ عالم کی عنایت و مہربانی سے میں کامیاب ہو گیا اور بادشاہ نے اُس وقت فرمایا کہ الحمد اللہ۔

اس حکایات کے موضوع تحریر میں لانے سے غرض یہ ہے کہ فیروز شاہ معاملات کی بیں خدمت شریف کے مطابق رعایا پر شفقت و نوازش کے ساتھ حکومت کرتا تھا۔

آٹھواں مقدمہ

پسر عماد الملک کا اپنے احباب پیر کی کیفیت بادشاہ سے عرض کرنی اور اس کا جواب باصواب پانا۔

نقل ہے کہ ملک اسحاق نے بادشاہ کے دربار میں حاضر ہو کر اپنے بوڑھے ہاتھوں کے حال سے بادشاہ کو آگاہ کیا اور عرض کیا کہ میرے لشکر میں جو اشخاص کہ ضعیف ملک اسحاق نے بادشاہ سے عرض کیا کہ بوڑھے سوار ملازمت میں آ نہیں سکتے ان کے بجائے جوانوں کو مقرر کیا جائے۔

اس زمانے میں عماد الملک پیر ضعیف ہو چکا اور اس کے بجائے اُس کا پسر ملک اسحاق دیوان عرض کے فرائض انجام دیتا تھا۔

فیروز شاہ نے ملک اسحاق سے فرمایا کہ تو نے جو کچھ کہا وہ بجا و درست و صحیح ہے اور مناسب یہی ہے کہ جو شاہی ملازم بوڑھے ہو گئے ہیں اُن کو رخصت کیا جائے اور ان کے بجائے ان کے فرزند و اعزہ یا کوئی شخص غیر نوکر رکھا جائے۔

اس میں تو شبہ نہیں کہ ہر صورت میں ان پیران کہن سال کو ذلت نصیب ہو گی لیکن تیرا پدر بشیر ابھی اب ضعیف اور بوڑھا ہو چکا ہے سب سے پیشتر اپنے کہن سال باپ کو اس کے عہدے سے برطرف کر اُس کے بعد میں دیگر ضعیف و کہن سال اشخاص کو برطرف کر دوں گا۔

بادشاہ کے اس جواب سے ایک مستحق خاموش ہو گیا۔

فیروز شاہ نے خدا کے فضل و کرم سے اس موقع پر بھی اپنی نیک نظری کا ثبوت دیا اور فرمایا کہ اگر میں ملازمین کہن سال کو جو اب عاجز اور لاچار ہو گئے ہیں برطرف کر دوں گا اور ان کے بجائے اُن کے اعزہ و یا اغیار کو مقرر کر دوں گا تو یہ پیران مسکین تباہ و برباد ہو جائیں گے اور پیرانہ سالی میں ان کو بیحد دقت پیش آئے گی اس لئے ان پیران کہن سال کی ملازمت میں کسی قسم کا تغیر نہ کیا جائے۔

بادشاہ نے فرمایا کہ یہ امر کہ ان برطرف سواروں کے بجائے اُن کے فرزند مقرر کئے جائیں یہ بھی درست نہیں ہے اس لئے کہ اس زمانے میں فرزند اکثر و بیشتر ناخلف ہوتے ہیں اول تو ضعف پیری کی وجہ سے ان کہن سال ملازمین کے قلوب افسردہ ہو رہے ہیں اس پر اگر ان کو ملازمت سے برطرف بھی کیا جائے گا اور ان کے بجائے ان کے ناخلف فرزند مقرر کئے جائیں گے تو وہ ان غریبوں کو اور زیادہ ذلیل و خوار کریں گے اور اُن کے فرزند ناخلف اُن کی اطاعت نہ کریں گے تو ان غریبوں کے قلوب اور زیادہ شکستہ ہوں گے تو جا اور میرا فرمان لوگوں تک پہنچا دے کہ جو سوار پیر و معمر ہو گئے ہیں ان کے بجائے ان کے فرزند سواری کریں اور جن اشخاص کے فرزند نہ ہوں اُن کے بجائے اُن کے داماد و بطور وکیل خدمات کو انجام دیں تاکہ تمام پیران کہن سال اپنے مکانوں میں مطمئن بیٹھیں اور جوان با قوت ہم رکاب رہیں۔

بادشاہ نے فرمایا کہ اے اسحاق اس طرح کا معروضہ نہ پیش کر اس لئے کہ پروردگار عالم و رب العالمین بھی پیری کی وجہ سے اپنے بندوں کو رزق سے محروم نہیں کرتا میں جو مخلوق و بندہ ہوں کس طرح کہن سال اشخاص کو اُن کے رزق سے محروم کروں۔

مختصر یہ کہ بادشاہ دیندار کی ذات سے جو نیک صفات تھا امور ملکی میں جو فیصلہ بھی صادر ہوتا تھا اُس کی نوعیت یہی ہوتی تھی اور بادشاہ کا ہر فعل اور اُس کا ہر قول اس قابل سمجھا جاتا ہے کہ تاریخ میں بطور یادگار درج کئے جائیں۔

ہر چند یہ مورخ ارادہ کرتا ہے کہ فیروز شاہ کے ذاتی خصائل و عادات کے تذکرہ کو طول دے لیکن اس بادشاہ کے افعال اس قدر پسندیدہ ہیں کہ اُن کا ذکر ختم نہیں ہوتا۔

مختصر یہ کہ ملک اسحاق نے بادشاہ کی تقریر سنی اور فیروز شاہ کے فرمان سے تمام ممالک و محکمہ جات کو اطلاع دی۔

نواں مقدمہ

فیروز شاہ کا سنگین مناروں کا تعمیر کرنا

نقل ہے کہ سلطان فیروز شاہ دہلی میں مقیم ہوا اور بادشاہ نے دہلی کے نواح شاہانہ سیر و تفریح شروع کی اور جوار کے دشمن و مخالفین کو پامال کرنا شروع کیا۔ بادشاہ کے عہد سے پیشتر دہلی میں دو سنگین منارے تھے ایک منارہ موضع خضرآباد کے نواح کے موضع ٹوپرہ میں دامن کوہ میں واقع تھا اور دوسرا منارہ قصبہ میرٹھ میں واقع تھا۔

یہ دونوں منارے پانڈوؤں کے عہد حکومت سے انہی مقامات پر واقع تھے اور دہلی کے کسی فرمانروا کو یہ سعادت میسر نہ ہوئی کہ ان مناروں کو شہر دہلی میں منتقل کرے۔

فیروز شاہ نے جو توفیق یافتہ بھی تھا اس امر میں بہت کوشش کی اور دونوں منارے دہلی میں نصب کئے۔ ایک منارہ کوشک فیروز آباد کے اندر جامع مسجد کے متصل نصب کیا گیا اور منارہ زریں کے نام سے موسوم ہوا۔ دوسرا منارہ کوشک شکار میں لایا گیا۔

مختصر یہ کہ معتبر راویوں نے مورخ عفیف سے یہ روایت کی کہ یہ منارے بھیم نے تیار کئے تھے جو بہت دراز قامت تھا اور نیز یہ کہ زور و قوت میں بھی اپنی نظیر نہ رکھتا تھا اور یہی وجہ ہے کہ یہ راجہ تمام پہلوانان عالم سے زور و کشتی کرتا تھا۔ ہندوؤں کی کتابوں میں مرقوم ہے کہ بھیم مذکور روزانہ تیرہ من طعام کھاتا تھا اور اپنے زمانے کا ایسا پرزور پہلوان تھا کہ کوئی مرد اس سے مقابلہ نہ کر سکتا تھا اور اس درجہ دلاور تھا کہ اگر ہاتھی کو نیزہ میں لے کر پھینکتا تو جانور مشرق سے مغرب میں جا گرتا تھا۔

اسی زمانے میں تمام ہندوستان میں غیر مسلم آباد تھے اور باہم دگر جنگ و جدال میں مشغول رہتے تھے۔ بھیم کے پانچ بھائی تھے اور یہ شخص اپنے تمام بھائیوں میں چھوٹا تھا اور اکثر اوقات اپنے بھائیوں کے مویشی چراتا تھا اور یہ دونوں منارے اس کی چوب دست تھے جن کو ہاتھ میں لیکر

اسی زمانے میں خدا کی قدرت سے مویشیوں کا قد بھی اسی زمانے کے بنی آدم کے قد و قامت کے مناسب و موزوں ہوتا تھا۔

مختصر یہ کہ یہ اشخاص بیشتر اوقات دہلی میں سکونت رکھتے تھے۔

بھیم نے اس عالم سے رحلت کی اور یہ دو منارے اپنی یادگار ان دو مقامات پر چھوڑے۔

اسی زمانے کے ہندوؤں نے باہم اتفاق کیا اور ان مناروں کی ان مقامات پر انتہائی حفاظت کی۔

کہتے ہیں کہ اسی زمانے میں آدمیوں کا قد بھی بہت دراز ہوتا تھا چنانچہ قدیم عہد کے انسانوں کی درازی قد کے واقعات تمام معتبر اخبار و سیر میں مرقوم ہیں۔

مختصر یہ کہ پروردگار عالم نے یہ عنایت ہمارے پیغمبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر فرمائی کہ آپ کی امت کو کوتاہ قد پیدا فرمایا پروردگار عالم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سات عنایات فرمائیں اور آپ کو سات بشارتیں دیں۔

ان بشارات میں ایک یہ ہے کہ اے محمد کیا تم کو معلوم ہے کہ میں نے تمہاری امت کو خاتم الامم کیوں قرار دیا ہے یہ اس لئے ہے تاکہ تیری امت کے افراد زیادہ زمانے تک قبر میں نہ رہیں۔

دوسرے یہ کہ میں نے تمہاری امت کو زیادہ قوت نہیں دی ہے اور یہ اس لئے کہ اپنی قوت پر غرہ نہ کریں اور میری نافرمانی نہ کر سکیں۔

(۳) تمہاری امت کے قد کوتاہ خلق کئے تاکہ جامہ و طعام کے زیادہ محتاج نہ ہوں اور ضروریات زندگی حاصل کرنے میں بھ سے دور نہ ہو جائیں۔

پروردگار تو نے اپنے لطف و کرم سے ہم کو مسلمان پیدا فرمایا ہے تو مسلمانوں ہی کے درمیان ہمارا حشر کر۔

مختصر یہ کہ بھیم نے یہ منارے جنہیں اس نے اپنی دستکاری کی قوت سے تیار کئے۔

فیروز شاہ نے ان مقامات کی سیر کی اور ہر دو منارے عجائبات کو ملاحظہ کر کے ان کو شہر دہلی میں منتقل کیا اور جد و جہد و مشقت کے ساتھ شہر میں لا کر فیروز آباد اور کوشک حصار میں نصب کیا۔

ان مناروں کے زمین سے کھودنے کی تفصیل بیان یہ ہے کہ فیروز شاہ نے ساڈورہ اور

خضر آباد کا سفر کیا اور ایک شکار کے تعاقب میں گھوڑا دوڑایا۔

بادشاہ خضر آباد میں جو دہلی سے نو کوس کے فاصلے پر آباد ہے پہنچا اور کوہ پایہ کی جانب موضع نویرہ میں ایک منارہ سنگین ملاحظہ کیا۔

بادشاہ کے دل میں آیا اگر یہ منارہ عجیب دہلی میں لایا جائے تو یقیناً ایک عجیب و غریب یادگار دنیا میں باقی رہ جائے گی۔

بادشاہ نے بعد غور و فکر کے بعد ان مناروں کو بیخ سے نیچے نکالنے کا ارادہ کیا اور جس قدر قریات و قصبات کہ اس مشہور منارہ کے جوار میں واقع تھے اور دوآب وغیرہ دوآب کے تمام مقامات کے باشندوں کو جمع کیا۔

فیروز شاہ نے احرار و عوام وغیرہ سوار و پیادے بے شمار فراہم کئے اور طرح طرح کے اسباب و مختلف اقسام کے آلات جمع کئے گئے۔

بادشاہ نے درخت سنبل کی چھال کے رسے تیار کرائے اور اس درخت کے تختے تیار کئے گئے اور یہ تمام رسے اور تختے منارہ کے تکیہ گاہ پر باندھے گئے۔

یہ احتیاط اس لئے کی گئی کہ چونکہ منارہ پتھر کا ہے ایسا نہ ہو کہ خم ہونے سے ٹوٹ جائے اور زمین پر گر پڑے۔

مختصر یہ کہ منارہ بیخ تک کھودا گیا اور منارہ خم کھا کر تختوں اور رسوں پر آ گیا۔

چنانچہ چند روز کے بعد منارہ زمین پر گرا اور خدا کے فضل و کرم سے یہ مہم طے ہوئی۔

منارہ کی بیخ پر غور کیا گیا اور معلوم ہوا کہ یہ عجیب و غریب تھے ایک ایک سنگ بزرگ چہار گوشہ پر قائم ہے اور یہ منارہ بجائے ایک ستون کے زمین کے اندر سے بلند اور اسی سنگ پر واقع ہے۔

سنگ چہار گوشہ بھی زمین سے نکالا گیا اور منارہ کو نے کی چھال اور نیزہ سے سر سے پاؤں تک لپیٹ دی گئی تاکہ اس کو کسی قسم کا ضرر نہ پہنچے۔

اس کے بعد بیالیس پہیوں کی ایک گاڑی تیار کی گئی اور گاڑی کے ہر پہیہ میں رسیاں لپیٹی گئیں اور ہزار ہا انسان اس ستون کے اٹھانے میں لگائے گئے۔

آخر کار بعد مشقت و محنت کے یہ ستون گاڑی پر رکھا گیا اور گاڑی کے ہر پایہ پر رسن کی ایک رسی باندھی گئی اور ہر رسی کو کھینچنے کے لئے دو سو مزدور مقرر کئے گئے۔

اس کے بعد گاڑی چلی اور بصد مشقت و محنت کے ساتھ دریائے جمنا کے کنارہ لائی گئی۔

بادشاہ نے دریا میں تمام کشتیاں جمع کیں۔

واضح ہو کہ اسی زمانے میں دریائے جمنا میں بزرگ و وسیع بجروں کا ایک بڑا ذخیرہ فراہم تھا اور بعض کشتیاں اتنی بڑی تھیں کہ اس میں سات ہزار و پانچ ہزار من غلہ بھرا جا سکتا تھا۔ معمولی سے معمولی کشتی بھی اتنی وسعت رکھتی تھی کہ اس میں دو ہزار من غلہ آسانی کے ساتھ آجاتا تھا الغرض یہ کشتیاں جمع کی گئیں اور منارہ بصد محنت و مشقت کے ساتھ کشتیوں پر رکھا گیا اور دریا کی راہ طے کر کے یہ عجیب و غریب ستون کوشک فیروز آباد میں لایا گیا۔

اس زمانہ میں خاکسار مؤلف کا سن بارہ سال کا تھا۔

غرض کہ منارہ دربار فیروز آباد کے اندر لایا گیا اور جامع مسجد کے متصل ایک عمارت کی تعمیر کا آغاز ہوا اس عمارت کو ماہر کاریگروں سے سنگ کہرل اور چونہ سے تیار کیا۔

عمارت کی ہر پوشش پر بادشاہ کی محنت و تدابیر سے منارہ کو اوپر چڑھاتے تھے اور اس کے بعد دوسرے پوشش کی راست کرتے تھے۔

غرضکہ اس طرح منارہ مذکور ہر پوشش پر بلند ہو گیا اور اب وقت آیا کہ منارہ راست کیا جائے۔

اس مقصد کے لئے دس من کی متعدد رسیاں تیار کی گئیں اور عمارت یعنی چبوترہ کی ہر پوشش پر لکڑی کے چرخ باندھے گئے۔

اس کا ایک سرا منارہ کے سرے پر باندھا گیا اور دوسرا چرخ سے باندھا گیا۔

ہزار ہا آدمی چرخ پر زور کرتے اور اس کو چلاتے تھے اور مزدوروں کی بے انتہا کوشش و قوت سے منارہ نصف گز بلند ہونے لگا۔

منارہ کے نصف گز بلند ہونے کے بعد ستون کے گرد چوب بزرگ ببول کے تختے سہارے کیلئے رکھے گئے اکثر وہ چبوترہ پر لگ گئے۔

غرض اس طرح چند روز کوشش کی گئی اور بادشاہ کی نیت صادق اور خدا کے فضل و کرم سے منارہ راست و ہموار ہو گیا۔

منارہ کے گرد سرے پاؤں تک بے شمار تختے کڑیوں کے بندھے تھے تاکہ منارہ ان تختوں پر قائم رہے اور کسی مقام سے خم نہ ہو۔

غرضکہ بادشاہ نے اپنی حکمت و تدبیر سے ایسا سنگین و بلند منارہ تیر کی طرح راست و ہموار بلند و بالا کر دیا جس کو دیکھ کر انسان کی عقل ششدر ہو جاتی ہے۔

یہ منارہ ایسا راست و ہموار بلند ہوا کہ کسی مقام پر ذرہ برابر بھی خم نہ آیا۔

سنگ چہار گوشہ منارہ کو ہموار کرتے وقت زمین میں گاڑ دیا گیا اور منارہ اسی پتھر پر قائم کیا گیا۔

غرضکہ منارہ چند روز میں استادہ ہو گیا اور اس کے سرے پر سنگ سیاہ و سپید لگائے گئے اور سنگ سیاہ کے اوپر ایک قبہ مسی جس پر سونے کا ملمع کیا گیا تھا بطور کلس کے نصب کیا گیا۔

منارہ مذکور تیس گز بلند تھا آٹھ گز چبوترہ کے اندر ہے اور چوبیس گز بلند و بالا ہے۔

یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اس منارہ کو اس کے اصل مقام پر کس شخص نے کس تدبیر سے نصب کیا تھا

منارہ کے پاس چند سطریں ہندی میں چاندی سے کندہ کی گئی ہیں۔

فیروز شاہ نے بے شمار برہمنوں اور سنیاسیوں کو جمع کیا تاکہ ان سطروں کا مطلب حل ہو اور یہ پڑھی جائیں لیکن کوئی شخص اس کے سمجھنے میں کامیاب نہ ہوا۔

ایک روایت یہ ہے کہ بعض اہل ہنود نے ان سطروں کو پڑھ لیا اور منارہ پر یہ مرقوم تھا کہ اس منارہ کو کوئی مسلم و غیر مسلم فرمانروا اس وقت تک اس کے مقام سے منتقل نہ کر سکے گا لیکن آخر زمانہ میں ایک مشہور فرمانروا فیروز شاہ نام پیدا ہوگا جو اس منارہ کو اس مقام سے علیحدہ کرے گا۔

غرضکہ یہ امر بادشاہ کی خوش عقیدگی کا ثمرہ تھا کہ توفیق الٰہی سے وہ ہر ایک آرزو و خواہش میں کامیاب ہوتا تھا۔

منارہ دوم کا جو کوشک شکار میں نصب کیا گیا افسانہ یہ ہے کہ یہ منارہ میرٹھ و آب و الی قصبہ میرٹھ میں واقع تھا۔ منارہ کوشک شکار زرین اس سے قدرے خورد ہے۔

فیروز شاہ نے اس منارہ کو بھی اسی حکمت عملی سے و دیگر مختلف حکمتوں اور مشقت سے زمین سے نکال کر کوشک شکار میں نصب کیا۔

غرضکہ بادشاہ نے منارہ دوم کو کوشک شکار میں نصب کیا اور اسی روز فیروز شاہ

نے خاص و عام کے لئے جشن مسرت مقرر کیا۔

شہر کا ہر باشندہ عیش و عشرت کا متوالا تھا اور ہر فرد غم و آلام سے آزاد ہوا۔

کوشک شکار میں شربت کے لئے خم رکھے گئے اور ہر باشندہ کو عام اجازت تھی کہ جس قدر خواہش ہو شربت پیے اور کسی شخص کو مخالفت کا خوف خطرہ بھی نہ تھا۔

غرضکہ منارہ قائم ہوا اور کوشک تیار کیا گیا اور بادشاہ نے اس مقام پر ایک شہر آباد کیا۔

تمام خانان اور امرائے فیروز شاہی نے اس شہر میں اپنے لئے عمارات تعمیر کرا لیں۔

حقیقت یہ ہے کہ سلطان فیروز شاہ ان مناروں کو اس طرح نصب کرنا بادشاہ کا قابل یادگار کارنامہ ہے جو کسی کو شاول سے فراموش نہیں ہو سکتا۔

یہ سچ ہے کہ ہر اولوالعزم فرمانروا نے اپنی یادگار زمانہ میں چھوڑی ہے اور اسی طرح اپنی جہانداری و فراست و سیاست کا ثبوت دیا ہے چنانچہ سلطان شمس الدین التمش نے جامع مسجد دہلی کے گرد ایک منارۂ بزرگ تعمیر کیا جس کا تفصیل حال ہر ناظرین کو بخوبی معلوم ہے۔

غرضکہ اس طرح ہر بزرگ و باقی فرمانروا نے بے شمار یادگاریں و مثالیں چھوڑی ہیں جن سے اُس کا نام نیک تا قیام قیامت روشن و باقی رہے گا مگر یہ دو منارے عجیب جو فیروز شاہ نے نصب کئے ایسی یادگاریں جن کا مثل تاریخ میں موجود نہیں ہے۔

جس زمانے میں کہ امیر تیمور ہندوستان تشریف لائے اور خلائق شہر بادشاہ کی قدمبوسی سے مشرف ہوئی تو امیر مذکور نے چند روز شہر میں قیام فرمایا اور ہر تاجدار کی یادگار کو ملاحظہ کیا۔

صاحبقران نے ان مناروں کو بھی ملاحظہ فرما کر ارشاد کیا کہ خدائے تعالیٰ کی مشیت و حکمت سے ہر تاجدار نے اس دنیا میں اپنی یادگار چھوڑی ہے لیکن ہر فرمانروا کی یادگار راست اور زمانے سے ناپید و ضائع ہو گئی ہے اور آج اس کا نام بھی کوئی شخص زبان پر نہیں لاتا لیکن یہ منارے سنگین جو فیروز شاہ نے اپنی یادگار چھوڑے ہیں یہ تا قیام قیامت باقی رہیں گے۔

امیر تیمور نے فرمایا میں نے مختلف ممالک کی سیر کی ہے اور ہر شہر میں مختلف یادگاریں تمام سلاطین روزگار کی دیکھی ہیں لیکن اس طرح کی کوئی شے میری نظر سے نہیں گزری۔

غرضکہ بادشاہ نے ان مناروں کے تمام تفصیلی حالات اپنے عہد کے مشہور واقعات

دیگر وقتوں سے ان مناروں پر کندہ کرائے۔

جو مختلف دور زمانے کے آئیں گے اور ہر قرن میں انسان ان مناروں کو دیکھے گا تو ہر شخص یہی کہے گا کہ یہ کام انسانی طاقت سے باہر ہے۔

دسواں مقدمہ

فیروز شاہ کے شکار کے حالات

نقل ہے کہ فیروز شاہ ملکی معاملات میں اسرار سلطنت کو خوبی کے ساتھ حل کرتا تھا۔

بادشاہ نے ملکی مصالح کی وجہ سے سیر و سفر سے کنارہ کشی کر لی لیکن جب یہ خیال کیا کہ سلاطین روزگار کے سیر و سفر میں خلائق کو آرام و اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

بادشاہ نے خیال کیا کہ سلاطین کو بغیر کسی مصلحت ملکی کے جو سلطنت کا اصل رکن ہے سفر کرنا مناسب نہیں ہے۔

چونکہ فیروز شاہ نے مفسدان گریز پا کی طرف سفر کرنا ترک کر دیا تھا اس لئے شکار کا ایک شغل اختیار فرمایا جس کے ضمن میں بادشاہ مفسدوں اور حریفوں کی تنبیہ تادیب کر دیتا تھا فیروز شاہ کو شکار کا شوق ایام طفلی سے تھا اور بادشاہ کے عہد میں یہ شغل بھی کل مہمات میں سے ایک اہم شغل قرار پایا۔

سلطان محمد تغلق نے اظہار فرمایا کہ ملک نائب امیر حاجب یعنی فیروز شاہ وحید عاقل و دانا ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ اس کو شکار کا بیحد شوق ہے اور اس شغل میں بیحد سعی و کوشش کرتا ہے۔

مختصر یہ کہ سلطان محمد تغلق نے بارہا فیروز شاہ کو نصیحت کیا اور کہا کہ شکار پرندے گزر کے گنجشک تک کو شکار کرے۔

مختصر یہ کہ سلطان محمد نے فیروز شاہ کو بیحد نصیحت کی لیکن مرحوم سلطان کو معلوم ہوتا تھا کہ فیروز شاہ ختم الملوک ہے اور اس کے شکار سے بھی شکار سلطانوں کو نفع پہنچے گا۔

بیحد خوش و بشاش ہوتا اور جو شخص بھی اس وقت اپنی خواہش و آرزو کو پیش کرتا بادشاہ فوراً
اس کی حاجت روائی فرماتے۔ مختصر یہ کہ فیروز شاہ نے اپنے عہد حکومت میں مختلف قسم کے شکار
کھیلے اور اس معاملے میں حد سے زیادہ کوشش کی اور ہر قسم کے درندے جانور فراہم کئے۔

بادشاہ نے چیتے اس قدر جمع کئے جن کا شمار نہیں ہو سکتا تھا اور اسی طرح بیشمار کتے فراہم کئے۔

بادشاہ نے اپنے عہد حکومت میں بیشمار شیر شکار کئے اور باز، بہری، ترمتی، شاہین، شکرے وغیرہ
پرند اس قدر جمع کئے کہ انسان اس کا خیال بھی نہیں کر سکتا۔

تمام شکاری درندے و پرندے بندگان بادشاہی کے سپرد تھے اور ہر جانور پر دو دو تین تین بندگان
شاہی مقرر تھے اور تمام نگہبان جانور و اسپ سوار بادشاہ کے ہمرکاب چلتے تھے

بادشاہ شکار کا اس درجہ شائق تھا چالیس نشان جو مراتب شکار تھے بادشاہ کے
ہمراہ ہوتے تھے اور ایک فراش خانہ ایک رکیب ایک بارگاہ ایک خواب گاہ اور ایک
گنبد خیمہ جو خاص فیروز شاہ کی یادگار تھا ساتھ ساتھ رہتا تھا۔

فیروز شاہ شکار کے لئے روانہ ہوتا اور بادشاہ کے ہمراہ فوج بھی ہوتی تھی اور نیز تمام
خانان و ملوک و شاہزادگان اس فوج کے برابر چلتے تھے۔

اس کے علاوہ پرطاؤس کے دو نیزے جو خاص سلطان تغلق کی ایجاد تھے فوج خاص شاہی
کے میمنہ و میسرہ میں ہمراہ ہوتے اور نیز میمنہ کے ساتھ میں کمانداران درندہ اور میسرہ میں نگہبان پرند
فراہم ہو کر راہ طے کرتے تھے۔

فیروز شاہ کے اصطبل میں گھوڑوں کا ذخیرہ بھی بہت کافی تھا۔

تمام بادشاہی جانور پانچ پائیگاہوں میں باندھے جاتے تھے جن کو پیج محل کہتے تھے
انشاء اللہ تعالیٰ ہر پائیگاہ کا مفصل حال بادشاہی کارخانہ جات کے بیان میں ہدیہ ناظرین ہوگا۔

منجملہ ان پانچ پائیگاہوں کے ایک پائیگاہ شکرہ خانہ میں اور ایک ہزار دو سو گھوڑے شکروں
کے ہمراہ ہوتے تھے اس زمانے میں ملک دولت یار [illegible] کا تھا اور ملک خضر کو نیابت کی خدمت سپرد تھی۔

بازیگان و قوجدار ان شکرہ خانہ علیحدہ چلتے تھے۔

شکرہ خانہ کا ہر کارکن امرائے کبار میں داخل تھا اور شکرے کی پرورش میں ہر امیر جدوجہد سعی
و کوشش کرتا تھا۔

چونکہ فیروز شاہ کو اس شغل میں بیحد انہماک تھا اسی لئے ہر امیر اپنے فرائض کو بیحد مستعدی

دلچسپی سے انجام دیتا تھا۔ اور اس امر میں کوشاں رہتا تھا کہ بقیہ عمر بھی اسی شغل میں گزر جائے اس امر میں شکار کے وقت صف شکار درست کرنے میں خاص اہتمام کیا جاتا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ یہ عجیب کام اور عجیب اسرار تھا۔

فیروز شاہی شکار گاہ میں ایسی صف بندی ہوتی تھی کہ سلاطین قدیم میں بہت کم کسی نے ایسی کی ہوگی۔

اگر کسی صاحب جاہ بادشاہ کو صف بندی شکار کا خیال بھی ہوتا تھا تو ایک ہی وقت یہ انتظام ہوتا تھا اور اس کے بعد صف بندی توڑ دی جاتی تھی لیکن سلطان فیروز شاہ سات سات اور آٹھ آٹھ روز اسی قسم کی صف بندی کو قائم رکھتا تھا اور ہر روز اسی صف بندی میں صید افگنی ہوتی تھی۔

مختصر یہ کہ چونکہ بادشاہ نے اسی مشغلہ شکار میں انواع و اقسام کے طریق صف بندی سے کام لیا اس لئے یہ مورخ عفیف ہر صف بندی کا حال جداگانہ معرض تحریر میں لاتا ہے تاکہ صاحبان بصیرت کو نصیحت آمیز سبق حاصل ہو جائے۔

افسانہ یہ ہے کہ واضح ہو کہ گورخر جنگل میں زندگی بسر کرتا ہے اور ہندوستان میں ایسا مقام دیبالپور اور سرستی کے درمیان واقع ہے۔

یہ سرزمین قطعاً بے آب ہے اور ہر جانب چند کوس تک خرابی ہی خرابی ہے۔

اس زمین کا یہ حال ہے کہ سو گز کھودنے کے بعد پانی برآمد ہوتا ہے اور اگر کوئی مسافر راہ بھول کر اس جنگل میں آوارہ ہو جاتا ہے تو بے آبی کی وجہ سے بے حد مضطر و پریشان ہو کر جان کھوتا ہے اس لئے کہ پانی صرف دوسری منزل پر دستیاب ہو سکتا ہے۔

گورخر کی خصلت یہ ہے کہ بے آب مقام پر رہتا اور ایک ایسی سرزمین میں سکونت اختیار کرتا ہے جہاں اسی کوس تک پانی دستیاب نہ ہو اور یہ فاصلہ قطعاً خراب ہو۔

اس جانور کا خاصہ ہے کہ جب تشنہ ہوتا ہے تو اسی کوس زمین طے کر کے پانی کے پاس آتا ہے اور پانی پی کر پھر اپنے مسکن کو واپس آتا ہے۔

گورخر کا شکار صرف موسم گرما میں کر سکتے ہیں۔

اس جانور کی فطرت یہ ہے کہ گرمی کے زمانے میں ایک مقام پر رہا کرتے ہیں۔

یہ جانور گرمی میں اکٹھا رہتے ہیں لیکن موسم سرما و برشگال میں ایک دوسرے سے علیحدہ و متفرق ہو جاتے ہیں۔

مختصر یہ کہ بادشاہ نے ارادہ کیا کہ گورخر کا شکار کرے اور لشکر گاہ کو سرحق اور ابہر میں چھوڑ کر خود بدولت وسعادت گورخر کے شکار کے لئے روانہ ہوا۔

فیروز شاہ لشکر گاہ سے سوار ہوا اور ارشاد ہوا کہ جن سواروں کے گھوڑے تر و تازہ و قوی ہیں وہ ہمراہ رہیں اور ضعیف جانوروں کے سوار لشکرگاہ میں مقیم رہیں۔

اس کے علاوہ بادشاہ نے فرمایا کہ ہر وہ شخص جو بادشاہ کے ہمراہ ہے کم از کم تین شبانہ روز کا ذخیرۂ آب اپنے اور اپنے مرکب کے لئے مہیا و تیار رکھے۔

بادشاہ کے حکم کے مطابق خانان ملوک نے اونٹوں پر اور بعض افراد کے کہاروں اور گھوڑوں کی پشت پر پانی کا ذخیرہ ہمراہ لیا۔

فیروز شاہ عصر کے وقت شکار گاہ کو روانہ ہوا اور تمام شب تیزی کے ساتھ سفر کرتا رہا اور دن کو ظہر کے وقت گورخر کے جنگل کے قریب پہنچا۔

بادشاہ نے اس مقام پر پندرہ کوس کے گرد شکار کی صفیں درست کیں اور اس کے بعد آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر حلقہ شکار کو چار کوس کے درمیان محدود کر دیا اور اس طرح بے شمار گورخر صفوں کے اندر آ گئے۔

بادشاہ نے شب کو اسی مقام پر منزل کی اور روز دوم بار دگر شکار کو روانہ ہوا اور اس صبح سے شام تک صید افگنی کر کے مغرب کے وقت فرودگاہ کو واپس آیا۔

غرضکہ فیروز شاہ نے شب بھر اسی طریق پر بسر کی اور روز دوم و سوم وہ گورخر کا شکار کر کے لشکر گاہ کو واپس آیا مختصر یہ کہ فیروز شاہ نے ستر کوس کا سفر کر کے گورخر کا شکار کیا اور اس کے بعد لشکر گاہ کو واپس آیا۔

ہرنی و گور و نیل گائے کے شکار کا بیان

اس قسم کے جانور دہلی بداؤن اور انوالہ میں کثرت سے پائے جاتے ہیں اس لئے کہ یہ جانور زیادہ تر اس مقام پر ہوتے ہیں جہاں جنگل بھی ہو اور گھاس اور پانی بھی پایا جاتا ہو اور اس قسم کا جنگل دہلی میں اکثر پایا جاتا ہے۔

اس امر کی وجہ یہ ہے کہ فیروز شاہ رعیت پرور فرمانروا تھا اور اس بادشاہ نے ملک کی معموری اور رعیت کی مرفہ حالی میں بڑی سعی اور کوشش کی۔

بادشاہ نے پائے تخت کے قرب جوار کو اس درجہ آباد و معمور کیا کہ دہلی کے نواح میں اس قسم کے جنگلوں کا نام و نشان نہ رہا اور صرف حوالی بداؤن میں ایک جنگل محض شکار کے لئے باقی رہ گیا بلکہ احتمال یہ تھا کہ بادشاہ کی انتہائی توجہ و کوشش کی وجہ سے یہ مقام بھی آباد و معمور ہو جائے گا۔

مختصر یہ کہ بادشاہ ہر سال فیروز آباد سے سیر و شکار کے لئے روانہ ہوتا۔

فیروز شاہ اسی بداؤن کے جنگل میں جو شکار کے لئے مخصوص کر دیا تھا آتا اور بے شمار جانوروں کا شکار کرتا تھا۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ مورخ عفیف ہر وقت بادشاہ کے ہمراہ رہتا تھا۔

فیروز شاہ جلد سے جلد صحرا میں پہنچتا اور ارادہ کرتا کہ شکار کی صف بندی کرے تو ایک روز قبل تمام حشم و لشکر کو حکم صادر ہوتا تھا اور تمام لشکر اسی شب کو دہلیز میں مقیم ہوتا اور رات کو دہلیز میں نوبت بجائی جاتی تھی۔

بادشاہ اسی روز قیام گاہ سے کوچ کرتا اور تمام سوار و پیادے امراء و غلام بادشاہ کے ہمراہ ہوتے تھے اور نیز بارگاہ بھی بادشاہ کے ساتھ ہوتی۔

فیروز شاہ اس روز ایک بلند مقام پر استادہ ہوتا تھا اور اسی بلندی کے پیچھے سواران لشکر صف بندی کے لئے روانہ کئے جاتے تھے۔

بادشاہی حکم کے مطابق دو نشان شکار مہیا کئے جاتے تھے ایک نشان جانب راست اور دوسرا جانب چپ رہتا تھا دست راست کی جانب ملک نائب باربک سواروں کو صف بندی کے لئے روانہ کرتا تھا اور دوسری طرف ملک عماد الملک یہ خدمت بجا لاتا تھا۔

ان امراء کے عقب میں نشان شکار ہوتے تھے اور ہر سوار دم بدم روانہ ہوتا تھا اور ہر خیل علیحدہ علیحدہ نظر سے گزرتا تھا ہر گروہ کے افراد صف بندی کے لئے تیار ہوتے اور سب سے پیشتر اسی گروہ کے نیزہ باز روانہ کئے جاتے تھے اور ان کے عقب میں سواران خیل دار چلتے تھے۔

بعض نمام نے از روئے حسد جو انسان کی فطرت کا خاصہ ہے بادشاہ سے عرض کیا کہ عرض لشکر کا اس سے بہتر موقع دوسرا نہیں ہے اس لئے کہ ہر خیلدار کے سوار اس وقت دم بدم گھوڑا دوڑاتے ہیں۔

بادشاہ کو ان اشخاص کی یہ گفتگو بھی نہ معلوم ہوئی اور ان سے یہ کلام سنکر منہ پھیر لیا۔
جب تمام سوار میدان کو روانہ کر دیے جاتے تھے اور ہر دو نشان دس کوس کے فاصلے پر مل جاتے تھے تو بندگان خاص کو صف بندی کا حکم دیا جاتا تھا۔

بندگان خاص میں بھی ہر سوار کی ایک طرف مقرر ہوتی تھی اور یہ گروہ بھی شکارگاہ کا رخ کرتا تھا۔

امرا کے بعد پائیگاہ و شکرہ خانہ کے اسپ روانہ کیے جاتے تھے اور کلاہ خانہ جات نشان کے عمال و کارکن بھی شکارگاہ کا رخ کرتے تھے۔

آخر میں فیلان شکاری روانہ ہوتے تھے لیکن اگر صف بندی کا دور بڑا ہوتا تھا تو سواران پائیگاہ ہاتھیوں سے پیشتر روانہ کیے جاتے تھے اور ان کے بعد ہاتھیوں کی باری رہتی تھی۔

مختصر یہ کہ ہر دو نشانہ اپنی اپنی جگہ پر یکجا ہوتے تھے اور اس مقام پر اس قدر آگ جلائی جاتی تھی کہ دھواں بلند ہوتا تھا اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ صف بندی مکمل ہو گئی۔

اس وقت بادشاہ حکم دیتا تھا کہ سواران مذکور آہستہ آہستہ حلقہ صف بندی میں داخل ہوں اور بار دیگر بادشاہی فرمان پہنچتا تھا کہ اس قدر احتیاط کی جائے کہ جانوران شکار حلقے کے باہر نہ نکل سکیں۔

سوار حلقہ شکار میں داخل ہوتے تھے اور بادشاہ کا فرمان صادر ہوتا تھا کہ سوار آہستہ آہستہ چہل ادا کرتے ہوئے حلقہ شکار میں داخل ہوں اور بار دیگر یہ تاکید ہوتی تھی کہ جانور حلقے کے باہر نہ رہیں صید افگنی کا دور چھوٹا ہوتا تھا اور پہرہ کے سوار ایک یا دو صف میں منقسم ہو جاتے تھے اور دو صفوں سے تین صفوں میں تقسیم ہو جاتے تھے۔

یہ قرب طرفین کے سواروں کا اس درجہ بڑھ جاتا تھا کہ حلقہ شکار میں مقابلے کے سوار ایک دوسرے کو بخوبی دیکھ سکتے تھے۔

شب تمام ہونے کے بعد روز روشن ہوتا اور بادشاہ حکم دیتا تھا کہ ہر شخص حلقے کے اندر جس مقام پر پہنچ چکا ہے وہیں قیام کرے لیکن شکارگاہ میں کسی جگہ کا تعین نہ ہوتا تھا اور جو شخص کہ جس مقام پر پہنچ جاتا تھا وہیں قیام اختیار کرتا تھا۔

اسی طرح خیلداروں کے خیمے ایک دوسرے سے متصل برپا کیے جاتے تھے اور یہ اتصال ایسا مکمل ہوتا تھا کہ صف بندی کے دور کی طرح خیموں کا ایک دائرہ بن جاتا تھا اس لیے کہ

ہر خیل دار کا خیمہ اپنے دوسرے ہم مرتبہ فرد سے قطعاً متصل نصب کیا جاتا تھا اور اسی طرح صف بندی کا دور جو چند یا پانچ کوس ہوتا تھا اس کے گرد ایک دائرہ خیموں کا بھی بن جاتا تھا۔

خیموں کے دور کے مقابل گھوڑے باندھے جاتے تھے اور اس طرح صف بندی کے دور کے گرد ایک دور گھوڑوں کا بھی ہوتا تھا۔

سراپچے کے عقب میں خیلداروں کے قیام گاہ کا انتظام کیا جاتا تھا اور اسی طرح اہل بازار بھی اپنے خیل کے متصل قیام کرتے تھے

غرضکہ جب صف بندی کا دور مکمل ہو جاتا تھا تو صف بندی کے حلقے اندر جانوروں کی تحقیق کی جاتی تھی اگر شیر یا ببر یا گرگ وغیرہ جانور حلقے کے اندر ہوتے تو بادشاہ پیشتر ان جانوران موذی کا شکار کرتا اور اس کے بعد دوسرے جانوروں پر توجہ کرتا تھا۔

صف بندی کے زمانے میں دہلیز نہ ہوتی تھی بلکہ بارگاہ خواب گاہ و چند خیمہ برپا کیا جاتا تھا

فیروز شاہ ہر خیلدار کو حکم دیتا کہ اپنے ماتحت افراد سے اپنے حلقے میں ہوشیار رہے اور ان افراد کو سراپے میں رہنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اس حکم کی بنا پر تمام خیلدار اپنی اپنی چوکی میں ترکش باندھے ہوئے ہوشیار و بیدار رہتے تھے اور اسی طرح صف بندی کا ایک دور ترکش کا ہوتا تھا۔

جب صف بندی کا دور اسی طرح مستحکم ہو جاتا تھا اور ہر جنس قسم کے شکار صف بندی کے حلقہ میں نظر بند ہو جاتے تھے تو بادشاہ ہر روز شکار کے لئے سوار ہوتا تھا اور تقریباً پانچ سو یا چھ سو سوار شاہزادوں اور خانان و ملوک کے گروہ میں سے بادشاہ کے ہمرکاب ہوتے تھے۔

بادشاہ صف بندی کے حلقہ میں داخل ہو کر شکار کرتا اور اپنے شکار کے عقب میں تیر پھینکتا اپنے اتنگ کے مقابل میں جو خیلدار شکار مارتا وہ جانور بطور انعام اُسی امیر کو عطا ہوتا تھا فیروز شاہ اس طریقے سے سات یا آٹھ روز شکار کھیلتا اور خود شکار کے عقب میں گھوڑا دوڑاتا بادشاہ جب ارادہ کرتا کہ صف بندی توڑ دی جائے اور باقی ماندہ شکار کو گرفتار کر لیں تو شاہی حکم کے مواقف ایک آتشیں چرخ تیر صف بندی میں پھینکا جاتا تھا اور دہل اور شہنائی بجائی جاتی تھی اس آواز کو سن کر تمام خلائق حلقے کے اندر آ جاتے اور صف بندی کے اندر جو باقی ماندہ شکار ہوتا اُس کو لوٹ لیتے تھے۔

کیا راور کوالی جو سلطانی لشکر میں ملازم تھے شکار کرنے کے لئے دوڑتے اور ہر شخص کوئی نہ کوئی جانور گرفتار کر کے لے آتا تھا۔

پیرو یعنی صف بندی کے زمانے میں اسقدر شکاری گوشت فراہم ہو جاتا تھا کہ کثرت کی وجہ سے خراب و گندہ ہو کر پھیل جاتی تھی۔

بعض اشخاص شکاری گوشت میں زیرہ ملا کر شہر دہلی تک لاتے تھے۔

اگر بادشاہ جنگلی بھینسوں کا شکار کرتا اور یہ جانور بہت ہوتے تو شاہی حکم سے مطابق ان کے لیے بھی شکاری صف بندی کی جاتی تھی لیکن ان جانوروں کے لئے ایک ہی وقت اس قسم کی صف بندی ہوتی تھی اور جب بادشاہ شکار سے فارغ ہو جاتا تو اسی وقت صف بندی توڑ دی جاتی تھی اس لئے کہ جنگلی بھینسے اپنی بے انتہا قوت و طاقت کی وجہ سے حلقہ صف بندی کے اندر زیادہ قیام نہ کر سکتے تھے۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہ ہر سال سواری کرتا اور ہر سواری میں اسی قسم کی تین چار صف بندیاں کرتا تھا اور اس کے بعد اپنے جنگاہ کے ہمراہ دہلی کو واپس آ جاتا تھا۔

یہ امر قطعاً صحیح ہے کہ اس قسم کی شاہانہ عزیمت اور تاریخ میں اس کا اندراج عقلمندوں کے لئے باعث مسرت ہے۔

شیر و ماہی کے شکار کا افسانہ۔ فیروز شاہ کبھی کبھی ہر قسم کے جانوروں کا شکار کرتا تھا اور ہمیشہ بجد سعی و کوشش کے ساتھ شکار کے لئے سواری کرتا تھا اور ہر وقت شکروں کے اڑانے اور جانوروں کے شکار کرنے میں مصروف رہتا تھا۔

فیروز شاہ اپنے قصر عزت میں قیام کرتا اور بادشاہ کے حضور میں شکرہ کو باڈلی دیتے تھے اور اگر سوار راہ میں ہوتا تو شکرہ بھی جانوروں پر اڑایا جاتا تھا۔

اگر بادشاہ کے سامنے کوئی چار پایہ جانور آ جاتا تو اس جانور پر چیتے اور سیاہ گوش چھوڑے جاتے تھے حالت یہ تھی کہ بارہ ہزار بندگان باہلی بادشاہ کے ہمرکاب ہوتے تھے۔

واضح ہو کہ باہلی اس گروہ کو کہتے ہیں جو ہرن کے گرفتار کرنے کے دام جانوروں پر بار کر کے بار برداری کے جانوروں کے ہمراہ چلتے تھے۔

جب ہرن کسی مقام پر ٹھیر جاتے تھے تو دام دار افراد جال کو زمین پر بچھا کر جانوروں کو گھیر لیتے بعض بندگان باہلی رنگا رنگ ریشمی کپڑوں پر سوار ہوتے تھے اور پہلوانان زور آور بہادران نامدار کے

آہنی و فولاد کے پیکان ہاتھ میں لے کر چلتے تھے۔

جب کبھی کوئی شیر کسی جنگل میں ظاہر ہو جاتا تھا تو ہاتھی گروہ تمام و کمال زنگا و حبش کو یکجا کرتے تھے اور خود ان کی پیٹھ پر سوار ہو کر چلتے تھے۔

زنگا و حبش شیر کو دیکھ کر اپنے شاخ باہم دیگر متصل کرتے تھے اور تمام جانور شیر پر نرغہ کر دیتے تھے۔

جنگان ہاتھی جانوروں کی پشت پر شیر کو نیزہ سے زخمی کر کے اس کا شکار کرتے تھے۔

کبھی کبھی بادشاہ کے حکم سے بڑے بڑے جال شیر پر ڈالے جاتے تھے اور دام کے چاروں طرف ہاتھی کھڑے کئے جاتے تھے۔

ہاتھی چہل پہل کرتے ہوئے دام پر چلتے تھے اور شیر کو دام کے نیچے گرفتار کر لیتے تھے۔

کبھی ایسا ہوتا کہ فیروز شاہ کے حکم سے ہاتھی شیر پر چھوڑے جاتے تھے اور شیر انھیں پر حملہ کرتا تھا اور بادشاہ خود شیر کو تیر سے ہلاک کر دیتا تھا۔

اسی جانور کے شکار کا شغل اس حد کو پہنچ گیا کہ چند جانور بادشاہ کے دربار کے روبرو باندھے جاتے تھے جن میں سے نصف جانور دربار کے جانب راست اور نصف جانب چپ رکھے جاتے تھے۔

اسی طرح اگر تال اور دھندی میں مچھلیاں پائی جاتیں تو بادشاہ حکم دیتا کہ وہ دام ہائے بزرگ جو دو فیل پر بار کئے گئے ہیں تال اور دھندی میں بچھائے جائیں۔

شاہی حکم کی تعمیل کی جاتی اور تمام مچھلیاں پکڑ لی جاتی تھیں۔

اس میں شبہ نہیں کہ سلطان فیروز شاہ نے اس شغل شکار میں اس درجہ کوشش کی کہ اس کی نظیر شاہان ماسبق کے حالات میں نہیں ملتی۔

اسی طرح بادشاہ نے دو آہنی دیگ تیار کرائی تھیں اور یہ ظروف اس درجہ بڑے تھے کہ ہر دیگ میں سو جانوروں کا گوشت پک سکتا تھا۔

ان دیگوں کے لئے دو چولھے دس پایہ کے تیار کئے گئے تھے اور دیگ و دیگچہ ان کو ایک سو تیس کہار بادشاہ کے ہمراہ سفر میں لے جاتے تھے۔

جب کسی منزل میں بادشاہ کا قیام ہوتا اور شکاری جانوروں کا گوشت مہیا ہو جاتا تو یہ گوشت دیگچہ و دیگ میں پکایا جاتا اور خلق اللہ کو تقسیم کیا جاتا تھا۔

غرضکہ بادشاہ دین پناہ نے اپنے عہد حکومت میں ہر شے کا دور دورہ کیا یادگاری اور اپنا ایک یادگار چھوڑا برخلاف دیگر شاہان گذشتہ کے کہ اُن کے کارنامے اُنہی کے ساتھ ختم ہو گئے اور نام و نشان باقی نہ رہا جن کی شرح و تفصیل عقلا کے لیے عبرت انگیز سبق ہے

گیارھواں مقدمہ

اُن مختلف عمارات کے بیان میں جو فیروز شاہ نے تعمیر کیں

روایت ہے کہ سلطان فیروز شاہ نے عمارات کی تعمیر میں خاص طور پر کوشش کی اور جان و دل سے اس امر کو انجام دینے میں مصروف ہوا۔

دہلی کے کسی سلاطین و بادشاہ نے جو تخت حکومت پر متمکن ہو کر صاحب علم ہوا اس درجہ عمارات کی تعمیر میں اس قدر جد و جہد نہ کی ہوگی جو فیروز شاہ سے ظاہر ہوئی۔

کسی بادشاہ نے ممالک و بلاد فتح کرنے کے باوجود بھی اس امر میں اس قدر سعی و کوشش نہیں کی۔ غرضکہ بادشاہ کا یہ شوق بھی اپنی آپ ہی نظیر و مثال ہے۔

فیروز شاہ کو تعمیر سے اس قدر انہماک تھا کہ اس نے شہر و حصار و کوشک و بند و بند و مسجد و مقبرہ غرضکہ ہر قسم کی بے شمار عمارات تعمیر کرائیں چنانچہ شہر حصار فیروزہ و فتح آباد کے حالات سے مورخ ناظرین کو مطلع کر چکا ہے۔

اسی طرح بادشاہ نے شہر فیروز آباد و فیروز آباد ہارنی کھیرہ و تغلق پور کاسنہ و تغلق پور ملک کوت و شہر جونپور وغیرہ آباد و معمور کئے۔

بادشاہ نے ہر مقام و ہر شہر میں آرام و آسائش کے لئے مستحکم و مضبوط حصار و قلعہ جات تعمیر کئے اور ان عمارات کو بخوبی مضبوط و مستحکم کیا۔

بادشاہ نے حصار و بلاد کے علاوہ پر تکلف کوشک بھی تعمیر کئے چنانچہ کوشک فیروز آباد و کوشک نزد دہلی و کوشک مہندوری و کوشک شہر حصار فیروزہ و کوشک فتح آباد و کوشک جونپور و کوشک شکار و کوشک بند فتح خاں و کوشک سالورہ و دیگر محلات بادشاہ کی یادگار ہیں۔

اسی طرح بند کے اقسام میں بند فتح خاں و بند مالچہ جہاں بادشاہ نے آب ذخیرہ بھی ڈالا تھا اور بند مہپال پور و بند شکر خاں و بند سالپورہ و بند بیٹیہ و بند وزیر آباد وغیرہ بھی بہت مضبوط و مستحکم تیار کئے گئے۔

ان عمارات کے علاوہ خانقاہیں اور سرائیں مسافروں کے قیام کے لئے تعمیر کی گئیں معتبر رواۃ نے بیان کیا ہے کہ فیروز شاہ نے بندگان خدا کے آرام کے لئے دہلی میں ایک سو بیس خانقاہیں تعمیر کرائیں۔

بادشاہ نے یہ تجویز فرمایا کہ ہر چہار جانب سے مسافر آئیں اور ان سراؤں میں قیام کریں اور ہر خانقاہ میں مسافرین شاہی مہمان رہیں اور اسی طرح سے ایک سو بیس خانقاہوں میں تین سو ساٹھ روز یعنی تمام سال بطور مہمان قیام کریں۔

سبحان اللہ بادشاہ کی نیک نیتی کی کیا تعریف کی جا سکتی ہے۔

بادشاہ نے ہر خانقاہ میں متولی و عہدہ داران مقرر فرمایا ہے اور ان خانقاہوں کے اخراجات خزانہ شاہی سے ادا کئے جاتے تھے۔

غرضکہ فیروز شاہ نے ہر مقام اور ہر موقع پر جو عمارتیں تعمیر کرائیں وہ تمام و کمال پختہ تعمیر ہوئیں سوا دروازوں کے چوب کا نام و نشان تک نہ تھا۔

فیروز شاہ کے عہد میں ملک غازی شحنہ میر عمارت تھا جو کار عمارت میں بہت سعی و کوشش کرتا تھا۔

اس امیر کو بادشاہ نے چوب زر عطا فرمائی تھی اور عبدالحق عرف جاہر سوندھار کو زرنیں عطا ہوا تھا فیروز شاہ والا عمارت کے ہر گروہ میں ایک چالاک شحنہ مقرر فرمایا تھا جیسا کہ سنگ تراش و چوب تراش و آہنگر اور درودگر و رنگ آمیز و گچ کش وغیرہ ہر فرقے میں ایک تیز و چالاک شحنہ متعین تھا۔

مختصر یہ کہ ایسا عظیم الشان عمارت خانہ جو فیروز شاہ کے عہد با برکت میں تیار ہوا کسی بادشاہ کے عہد میں تعمیر نہ ہوا تھا اس لئے کہ عمارت خانہ میں لاکھوں روپئے صرف ہوئے بلکہ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ بیشمار مال اس میں خرچ کیا گیا۔

عہد فیروز شاہی میں مقابر شاہان گزشتہ و اولیائے کرام کی مرمت و زینت

بادشاہ نے اپنے عہد دولت میں شاہان گزشتہ و بادشاہان [illegible] کے مقابر کو

محض خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے درست کیا۔

فیروز شاہ نے تمام سلاطین ماضیہ کی قبروں کی از سر نو مرمت کرائی۔

ظاہر ہے کہ بادشاہ کا یہ کارنامہ محض رضائے الٰہی حاصل کرنے اور خود بادشاہ کی نیک نیتی و دیانت داری پر محمول ہو سکتا ہے ورنہ بادشاہان عالم نے اپنی عظمت و جلال کے مقابلے میں خود شاہان گزشتہ کے حالات کی بھی خبر نہیں سنی اُن کے مقابر کا خیال و مرمت کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سلاطین اسلاف کی قبور اکثر خراب و پست رہتی ہیں اور یہی حال اب ہوا جس کی وجہ سے اُن مقابر کے متعلقین کو پریشانی لاحق ہوئی۔

آئین جہانداری کی یہ مقررہ رسم ہے کہ ہر بادشاہ عنان حکومت ہاتھ میں لیکر ارباب برکات کے لئے چند قریے وقف کرتا ہے اور ان مواضع کی آمدنی انہی اصحاب کے ذمے کے سپرد کرتا ہے تاکہ ان اصحاب برکات کی رحلت کے بعد اُن کی خانقاہوں اور مدارس میں خیر جاری رہے لیکن عہد فیروز شاہی میں یہ تمام قریات و قصبات خراب و برباد ہو گئے تھے اور اہل خانقاہ پریشان ہو کر اس درجہ ناامید ہوئے تھے کہ تمام مقابر تیرہ و تار ہو گئے تھے۔

سلطان فیروز شاہ نے خدا کی عنایت و الہام ربانی سے اپنے عہد میں فراست و کیاست سے کام لیا اور اس کام کے ذخیرے میں بجد و سعی کوشش کی۔

بادشاہ نے تمام سلاطین کے مقابر کی مرمت کرائی اور جس قدر قریات و قصبات کہ اس سے قبل ہر مقبرہ کے لئے مختص تھے اور جو بعد خراب و ویران ہو گئے تھے اور جن کی رعایا ہلاک ہو گئی تھی اُن کو از سر نو آباد و معمور کیا اور جو مجاور و خدام مقابر منتشر و پریشان ہو گئے تھے اور ہر شخص مختلف مقامات پر آوارہ وطن ہو چکا تھا ان تمام اصحاب کو جمع کیا اور سلاطین و پیشوایان ملت کے مقابر کو آباد کیا۔

بادشاہ نے سلاطین کی طرح مشائخ و علما کے مقابروں اور خانقاہوں کی بھی مرمت کرائی اور ان مقدس مقامات یعنی سلاطین و مشائخ اہل دین کے حظیروں اور مقبروں میں یہ جدت کی کہ ان کے گنبدوں کے دروازوں میں چوب صندل کے تختے لگا کر ہر مقبرہ کو از سر نو آراستہ کیا۔

کیا عجیب بات ہے کہ اس بادشاہ دیندار کے عہد میں زندہ و مردہ کو یکساں نفع پہنچا رہا۔

عجیب تر امر یہ ہے کہ جماعت کثیر کی وجہ سے کار عمارت کسی وقت بیکار و معطل نہ رہا۔

قاعدہ عام یہ تھا کہ جب کسی عمارت کا آغاز ہوتا تو دیوان وزارت کے ضروری سامان کی پیما و رو تیار کر کے بادشاہ کے حضور میں پیش کرتا تھا اور تمام مال عہدہ دار و معمار کن عمارت کے سپرد کر دیا جاتا تھا اس کے بعد تعمیر کا کام شروع ہوتا تھا۔

غرضکہ اس طرح چالیس سالہ عہد فیروز شاہی میں اقسام و انواع کی عمارتیں تعمیر ہوئیں۔

بارھواں مقدمہ

بادشاہ کا بیکار امراء کے حالات پر توجہ کرنا

نقل ہے کہ پھر بار بادشاہ کی شکار سے واپسی ملک کے لئے باعث خیر و مبارک ثابت ہوتی تھی۔

کوتوال ملک جو بید دلیر و باوقار و نیز صاحب عدل و انصاف امیر تھا اپنے فرائض منصبی کو بید ہوشیاری و خبرداری سے انجام دیتا تھا۔

بادشاہ نے کوتوال مذکور کے نام ایک فرمان اس مضمون کا روانہ کیا کہ بیکار افراد شہر میں جس جس مقام پر ہوں اُن کو فیروز شاہ کے حضور میں پیش کرے۔

کوتوال شہر محلہ کے ہر محلہ دار کو اپنے روبرو طلب کرتا اور ہر ایک شخص کے احوال سے آگاہی حاصل کرتا تھا طبقہ شرفا میں جو افراد کہ بیکار و بے معاش عسرت و غربت کے عالم میں زندگی بسر کرتے تھے وہ شرم و غیرت کی وجہ سے کسی کو اپنا منہ نہ دکھلاتے تھے۔

میر محلہ اس قسم کے شریف بیکاروں کو کوتوال کے پاس حاضر کرتے اور ایک نیک نام کوتوال ان افراد کے نام و کیفیت و حالات کو قلم بند کر لیتا تھا اور مناسب موقعہ پر ان افراد کو بادشاہ کے حضور میں پیش کرتا تھا۔

فیروز شاہ ان افراد میں ہر شخص کو اس کے بزرگوں کے نام سے شناخت کر لیتا اور کسی نہ کسی شغل و کام میں ان کو لگا دیتا تھا۔

[illegible]

کہ جس شخص کو بادشاہ نے کبھی دیکھا بھی نہ ہوتا تھا اور اس کے حال سے قطعاً لاعلم ہوتا تھا اس کو بھی اس شخص کے اسلاف کے حالات سے پہچان لیتا تھا۔

مختصر یہ کہ بیکار گروہ بادشاہ کے حضور میں پیش ہوتا تھا اور فیروز شاہ ہر فرد کو کسی نہ کسی شغل یا کام میں ان کو لگا دیتا تھا۔

اگر بیکار شخص اہل قلم میں ہوتا تو اس کو بادشاہ کارخانہ میں ملازم کرتا تھا اور اگر معقول کارکن ہوتا تو اس کو خان جہاں کے سپرد کر دیتا تھا۔

اگر امیدوار عرض کرتا کہ اس کو فلاں امیر کے سپرد کر دیا جائے جو صاحب جاگیر ہے تو بادشاہ اس جاگیردار کے نام فرمان روانہ کرتا اور امیدوار جاگیردار کے پاس بھیجا جاتا تھا۔

ایسا اتفاق کم ہوتا تھا کہ کوئی شخص بیکار رہتا اور جس مقام پر کہ یہ بیکار افراد مقرر کئے جاتے تھے وہاں ان کی جگہ بہت مضبوط و مستحکم ہوتی تھی۔

سبحان اللہ بادشاہ نے اس قدر افراد کو کام سے لگا دیا۔

بادشاہ نے اس حالت میں بارہا فرمایا کہ کارکن افراد بیکاری کے عالم میں بہت رنجیدہ ہو جاتے ہیں اور مفلسی کی وجہ سے سر نہیں اٹھا سکتے۔

یہ افراد روزانہ دربار کے سامنے بیٹھتے اور اس امر کے دریافت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ کون شخص شاہی عتاب میں گرفتار ہوا اور کون معزول اور کون قید کیا گیا۔

بیکار افراد اس انتظار میں نماز صبح کے وقت گھر سے نکلتے تاکہ اگر کوئی شخص معزول و معتوب ہوا ہو اور دوسرا فرد اس جگہ پر مقرر کیا جائے تو ہم بیکار افراد اس کی کوشش کریں ان کو اپنے مقاصد میں ناکامی ہوتی ہے تو دل سے آہ کرتے ہیں اور بہت مایوس و رنجیدہ ہو جاتے ہیں۔

فیروز شاہ نے بارہا فرمایا ہے کہ میں نے اس لایعنی تعلق کو ان کے قلوب سے دور کر دیا ہے اور یہی وجہ تھی کہ جس مقام پر کسی بیکار شخص کا پتہ چلتا تو بادشاہ اس کو فوراً کسی شغل میں لگا دیتا تھا۔

ظاہر ہے کہ بادشاہ کا فعل کس درجہ قابل تعریف تھا اور اس کی نیت کیسی خالص و کھری تھی بادشاہ کی ہر نیت خیر پر مبنی تھی اور اس کے ہر قول و فعل میں طلب آخرت موجود تھی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ اعمال کا ثمر نیت کے مطابق ملتا ہے چنانچہ اس قول پر بادشاہ نے عمل کیا اور دارین میں نیک نام ہوا۔

تیرھواں مقدمہ

فیروز شاہی کارخانہ جات کی تشریح و تفصیل

روایت ہے کہ فیروز شاہ کی سرکار میں چھتیس کارخانے تھے اور بادشاہ کو اسباب کارخانہ جات جمع کرنے کا بیحد شوق تھا۔

ہر شاہی کارخانہ میں بیحد نفیس و بیش قیمت چیزیں موجود رہتی تھیں اور ہر کارخانہ کا اسباب حد شمار سے باہر تھا۔ ہر کارخانہ کا تمام اسباب طلائی و نقرئی مرصع و مکلل تھا۔

ہر سال ہر کارخانہ میں بیشمار رقم خرچ ہوتی ہے چنانچہ ان چھتیس کارخانوں میں بعض کارخانہ راتبی تھے اور بعض غیر راتبی۔

راتبی کارخانوں میں پیل خانہ و پائیگاہ و مطبخ و شراب خانہ و شمع خانہ و شتر خانہ و سگ خانہ و آبدار خانہ وغیرہ داخل تھے۔

ان کارخانوں میں ہر روز بیشمار رقم خرچ ہوتی تھی چنانچہ راتبی کارخانوں میں ہر ماہ ایک لاکھ ساٹھ ہزار تنگے خرچ ہوتے تھے۔

اس رقم میں کارخانوں کے اسباب کی قیمت و عمال کارخانہ کی تنخواہ داخل نہیں ہے۔

چنانچہ ایک لاکھ ساٹھ ہزار تنگے تقریباً خرچ راتبی تھا۔

کارخانہ جات غیر راتبی کا خرچ مقررہ تھا اور اس کی وجہ تھی کہ ان کارخانوں میں ہر سال اسباب کی فرمائش ہوتی تھی اور نئے اسباب سالانہ آتے رہتے تھے۔

جامدار خانہ میں علاوہ بہاری و تابستانی اسباب کے چھ لاکھ تنگے سالانہ سرمائی اسباب کی خرید میں صرف ہوتے تھے۔

علم خانہ میں علاوہ اخراجات ماہی و عمال کی تنخواہ کے اسی ہزار تنگے ہر سال خرچ ہوتے تھے۔

فراش خانہ میں فرش سیاہ ودالکہ تختے صرف ہوتے تھے

غرضیکہ فیروز شاہ کے عہد حکومت میں اس قسم کے فرناشات کا سلسلہ برابر جاری رہا اور ہر کارخانہ کسی نہ کسی اعلیٰ امیر خان کی نگرانی میں سپرد تھا چنانچہ جامدار خانہ ملک علی ملک اسمٰعیل کے سپرد تھا جو میر جامداری میمنت کے نگراں کار بھی تھے۔

فیل خانہ کے افسر ملک شاہین سلطانی وشکرہ خانہ کے ملک خضر بہیسر امراء اور غسل خانہ و پائیگاہ خاص ورکاب خانہ کے ملک محمد حاجی اور زرادخانہ و سلاح خانہ کے ملک مبارک کبیر سلاحدار خاص و وکیل در تھے

طشت دار خانہ بلال خان اور جواہر خانہ سلطانی الشرق خواجہ جہاں سرور سلطانی کے سپرد تھا اسی طرح ہر کارخانہ کے منتظم خاں کبار و ملوک نامدار تھے۔

ہر کارخانہ کے اہل تصرف کو بادشاہ خود مقرر کرتا تھا چنانچہ ملک کمال الدین فوزن خان جامدار خانہ کا حاکم مختار تھا جو صاحب بد سیبہ بھی تھا۔

اسی طرح ہر کارخانہ کے حاکم مختار امیران نامدار تھے جن کا تقرر بادشاہ فرماتا تھا

اسی زمانہ میں علم خانہ ورکاب خانہ و سبیل خانہ سیبرہ کے عہدہ دار مورخ عفیف کے پدر محترم تھے جن کے سپرد ان کارخانوں میں مورخ نگرانی کی خدمت بجالاتا تھا۔

اس کے علاوہ ان معاملات کے بارے میں بارہا بادشاہ نے فرمایا ہے کہ دیوانی فلت میں یہی دو گوہر لطیف ہیں جو وجود شریف کے ساتھ عالم میں موجود ہیں ایک قسم تو اقطاع و پرگنات و معاملات ہیں اور دوسرا گوہر کارخانہ جات ہیں چنانچہ لکھوکھا روپیہ اقطاعات کا محصول جمع ہوتا ہے اور اسی طرح لکھوکھا روپیہ کارخانہ جات میں جمع ہوتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ میرے ایک کارخانہ کا خرچ شہر ملتان کے اخراجات سے کم نہیں ہے۔

بادشاہ نے تمام چھتیس کارخانوں میں عمال و خرچ کرنے والے خود مقرر فرمائے تھے۔

خواجہ ابو الحسن تمام کارخانہ جات کا منتظم و حاکم تھا بادشاہ جو فرمائش کرتا پیشتر خواجہ ابو الحسن کے نام فرمان آتا اور وہ تمام منتظمین کارخانہ جات کو حکم دیتا اور فرمان شاہی کی آن واحد میں تعمیل ہو جاتی تھی۔

اس زمانے میں کارخانہ جات کا محکمہ دیوانی علحدہ تھا جہاں تمام کارخانہ جات کے حساب و کتاب کی تنقیح ہوتی تھی۔

اگرچہ کارخانہ جات کے عمال سے دیوان وزارت میں بھی محاسبہ ہوتا تھا اور جس طرح کہ دیوان وزارت کے عمال اقطاعات کا حساب وکتاب جانچتے تھے اسی طرح کارخانہ جات کا محاسبہ بھی کرتے تھے۔

ہر شاہی کارخانہ میں بیشمار محاسب ہوتا تھا اور اس میں خاص طور پر فراش خانہ فیل خانہ وعلم خانہ و پائیگاہ میں بھی حساب وکتاب کی تنقیح کثرت سے ہوتی تھی۔

ان کارخانہ جات کے افسر اپنی رقم اخراجات حاصل کرتے تھے۔

فیروز شاہ کی پائیگاہ پانچ مقامات سے مخصوص تھی پائیگاہ بزرگ سہروان و سلطان پور میں تھی اور دوم قبلہ میں اور سوم دربار شاہی کے اندر جس کو پائیگاہ محل خاص بھی کہتے تھے چہارم پائیگاہ لشکر خانۂ خاص اور پنجم پائیگاہ بارگیر داران بندگان خاص۔

مذکورہ بالا پانچ پائیگاہوں کے علاوہ کئی ہزار گھوڑے حوالی شہر دہلی میں چرتے تھے جن کو سرینج بھی کہتے تھے۔

اس کے علاوہ کارخانہ نفر یعنی شتر علیحدہ تھا اور اس کارخانہ کا عہدہ دار ملک دل شاد تھا جس کو اسی زمانے دل شاد شحنہ نفر کے خطاب سے یاد کرتے تھے۔

دل شاد مذکور کو سلطان ابو بکر شاہ نے اپنے عہد حکومت میں صفدر خاں کا خطاب اور چتر لعل عطا کیا تھا۔

کارخانہ نفر میں بیشمار شتر موجود تھے جن میں اکثر جانور مختلف مواضع میں چرتے تھے۔

یہ جانور حوالی شق و بلادمیں چرتے اور یہ تمام مواضع ساربانوں کے وجہ معاش میں عطا کئے گئے تھے۔

چند جانور شہر میں بھی چرتے تھے۔

بادشاہ کی سواری کا وقت آتا اور تمام جانور شہر میں لائے جاتے تھے اور ہر سال اونٹوں کا اضافہ ہوتا تھا اس لئے کہ تمام جاگیردار ہر قسم کی نفیس و بیش قیمت اشیا بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کرتے تھے اور انھیں تحائف میں شتر بھی پیش کئے جاتے تھے

سبحان اللہ کیا بابرکت وقت وہ دور ملک تھا جس میں ہر قسم کی راحت و آرام کا سامان موجود تھا۔

عہد فیروز شاہی کی ایک برکت یہ تھی کہ چالیس سال کامل سخت محاسبہ کسی شخص سے

بکیا گیا دیگر مصاحبان ملک نے جب دیکھا کہ فیروز شاہ خدا کی توفیق و مدد سے تمام خلایق و رعایا پر احسان و لطف کرتا تھا اور باوجود اقتدار دولت و وسعت سلطنت کے کسی شخص کے گناہ کبیرہ کی بھی باز پرس نہیں کرتا تھا تو یہ عمال بھی رعیت سے نرمی و آسانی سے پیش آتے تھے۔

فیروز شاہ کے عہد میں اگر کسی جاگیردار سے محاسبہ کیا جاتا تو جس وقت کہ یہ جاگیردار بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر شرف قدمبوسی حاصل کرتا تو جاگیردار کو فوراً دیوان وزارت میں حاضر کر لیتے اور اس کے جمع و خرچ کا اندازہ کرتے اور اس کے بعد اس شخص کو تخت شاہی کے روبرو حاضر کرتے اور جو رقم کہ بقایا ہوتی اس کی باز پرس نہ کرتے۔
غرضیکہ ان سوال و جواب کے بعد جاگیردار کو اس کے وطن روانہ کر دیتے۔

اسی طرح سال تمام پر تمام کارخانہ جات کے محرر دیوان وزارت میں حاضر کئے جاتے تھے اور ان سے محاصلات وصول کر لیتے تھے اور باقی ازقسم نقد و جنس کا حساب نہ کرتے تھے۔

مختصر یہ کہ چالیس سال عہد حکومت میں کہ عمال سے سختی کے ساتھ محاسبہ نہیں کیا جاتا تھا۔

اس امر سے بادشاہ بے خبر نہ تھا بلکہ وہ دانستہ چشم پوشی کرتا اور عمال کے تمام وظائف کے محاسبہ سے چشم پوشی کر لیتا تھا

غرضیکہ اس عہد بابرکت کے عمال جس عیش و مسرت میں زندگی بسر کرتے تھے اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔

خدا کے رحم و کرم سے امید ہے کہ جس طرح فیروز شاہ رعیت سے سلوک کرتا اور ان کے گناہ صغیرہ و کبیرہ سے چشم پوشی کرتا تھا اسی طرح خداوند کریم انتظام مملکت و امور سلطنت کے سوال و جواب میں خود بادشاہ سے سخت باز پرس نہ فرمائیگا اور اس کو اپنے رحم و کرم سے بخش دیگا جس طرح کہ بادشاہ و فرمانروا دنیا میں تمام خلائق کے سردار ہیں اسی طرح آخرت میں ان کا محاسبہ بھی بہت سخت ہے۔

روایت ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے دنیا سے رحلت فرمائی تو حسب معمول جس طرح کہ تمام انبیائے کرام بیت المقدس کے اندر دفن ہیں حضرت کو بھی اسی مقدس مقام کے اندر دفن کرنے کے لئے جنازہ شریف لے گئے اور ارادہ کیا کہ اندرون بیت المقدس دفن کریں۔

بیت المقدس کے اندر سے صدائے غیب آئی کہ یوسف علیہ السلام کو بیت المقدس کے باہر
دفن کرو اس لئے کہ یوسف علیہ السلام علاوہ نبی ہونے کے مصر کے بادشاہ بھی تھے اور اگرچہ
یوسف نے رعایا و مخلوق کے ساتھ عدل و انصاف کیا لیکن پھر بھی ہم ان سے محاسبہ کیا جائے گا۔
چنانچہ یہی ہوا کہ حضرت یوسف بیت المقدس کے باہر دفن کئے گئے حالانکہ اکثر انبیاء
اس مقدس مقام کے اندر دفن ہیں لیکن حضرت یوسف علیہ السلام کو بیت المقدس کے دروازہ پر
دفن کیا گیا۔

یہ معلوم ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کس درجہ متقی فرمانروا تھے۔

روایت ہے کہ مصر میں ہفت سالہ قحط نمودار ہوا جس کی وجہ سے تمام اہل مصر نے
بے حد تکلیف اٹھائی اور کوئی فرد بشر بھی بستر پر آرام سے نہ سویا۔

اس زمانے میں حضرت یوسف علیہ السلام نے شکم سیر ہو کر کھانا نہ کھایا اور ایک دفعہ
بھی غذا کی طرف خوشی سے ہاتھ نہ لے گئے۔

لوگوں نے سوال کیا کہ آپ شکم سیر ہو کر کیوں نہیں غذا تناول فرماتے حضرت نے جواب
دیا کہ اگر شکم سیر ہوں گا تو بھوکوں کو بھول جاؤں گا۔

اگرچہ حضرت یوسف پیغمبر تھے لیکن پھر بھی ہم فرمانروائی کے فرائض ادا فرماتے
تھے لیکن باوجود حضرت کی اس احتیاط کے حدیث شریف میں وارد ہے کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام تمام انبیا کے چھ ماہ بعد جنت میں
میں داخل ہوں گے اور یہ زمانہ مقام حساب میں بسر ہو گا۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے فیروز شاہ اس عالم میں آخرت کے حساب کے
خوف سے بید کی طرح لرزتا تھا اس لئے بندگان خدا کے ساتھ نرمی و لطف سے پیش آتا تھا۔

چودھواں مقدمہ

سکہ جیتل ششگانی کی تشریح اور اس کا مفصل بیان

روایت ہے کہ فیروز شاہ نے بھی اپنے عہد حکومت میں مثل دیگر شاہان عظیم الشان کے

مختلف اقسام کے روپے اور اشرفیاں ایجاد کیں چنانچہ شنگانی دو فقرہ ہیں دیہر سکہ چیتل ہشت گانی
و مہر بست و پنج گانی و بست چار گانی و دوازدہ گانی و دہ گانی و ہشت گانی و شش گانی و
مہر ایک چیتل بادشاہ کے مروجہ سکے ہیں۔

اس ایجاد کے بعد فیروز شاہ نے خیال کیا کہ اگر اہل بازار و مفلس و نادار ہیں کوئی شے
خرید کریں اور قیمت ادا کرنے کے بعد نیم چیتل یا ایک دانگ باقی رہ جائے اور ظاہر ہے کہ
اس دکاندار کے پاس دانگ کا خردہ موجود نہ ہو تو ایسی صورت میں اگر راہ گزر یہ رقم باقی
رکھے تو یہ رقم ضائع ہو جائے گی اور اگر وہ دکاندار سے طلب کرے تو چونکہ اسی قسم کا سکہ موجود
نہیں ہے وہ کیونکر ادا کرے گا اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ خریدار و دکاندار میں حجت و تکرار ہوگی۔

فیروز شاہ نے اسی خیال کی بنا پر مہر نیم چیتل یعنی دو پیہ اور مہر دانگ یعنی چیتل بھی سکوں میں
ایجاد کی تاکہ فقرا و مساکین کا مقصد حاصل ہو جائے۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہی عہد میں دار الضرب مہر شش گانی کجر شاہ کے سپرد تھا اور یہ
عہدہ دار اس سکہ کے تیار کرانے میں بڑی کوشش کرتا تھا۔

عہد فیروز شاہی میں کئی لاکھ تنگے کی مہر شش گانی کجر شاہ کی نگرانی میں تیار ہوئیں۔

اس زمانہ میں دو ہوشیار و چالاک چند عمال بادشاہی نے تخت شاہی کے روبرو
حاضر ہو کر بادشاہ سے عرض کیا کہ مہر شش گانی میں عمال سلطانی نے دو حبہ نقرہ کی کمی کر دی ہے اگر
بادشاہ اس کا امتحان فرمائیں تو حق و باطل کی تمیز ہو جائے گی اور ان عہدہ داروں کو ان
کے اعمال کی سزا بھگتنی پڑے گی۔

فیروز شاہ نے یہ معاملہ وزیر کے سپرد کر دیا اور اس زمانے میں خانجہاں زندہ تھا
جس نے سنہ ۷۷۲ھ میں رحلت کی ہے۔

مختصر یہ کہ اس موقع پر وزیر نے عرض کیا کہ سلاطین مہر کی مثال دوشیزہ دختر کی ہے
اگر سوء اتفاق سے یہ دوشیزہ صحیح یا غلط کسی وجہ سے بدنام ہو جاتی ہے تو باوجود حسن و جمال
کے کوئی شخص اس کا خریدار نہیں ہوتا اسی طرح اگر سلاطین عالم کی مہر مع انگیز گفتگو کی وجہ
سے صحیح یا غلط کسی سبب سے مشہور ہو جاتی ہے تو فوراً بدنام ہو کر تمام عالم میں ناقص مشہور
ہو جاتی ہے اور پھر کوئی شخص اس کا خواہاں نہیں رہتا۔

وزیر کی یہ گفتگو سن کر بادشاہ نے فرمایا کہ اس معاملہ کی تحقیق کرنی ضروری ہے اور

کونسا طریقہ اختیار کیا جائے جس سے حق و باطل آشکارا ہو جائے۔

وزیر نے عرض کیا کہ اس معاملہ کو مہمل چھوڑنا بھی برا ہے اور علانیہ اس کا امتحان کرنا بھی نازیبا ہے۔

بادشاہ نے فرمایا کہ اس راز کو مفصل بیان کرو تاکہ میرے دل سے شبہ دور ہو جائے۔

وزیر نے عرض کیا کہ مخبروں کو قید کرنا چاہئے اور اس کے بعد خلوت میں بیٹھ کر مہر کا امتحان کرنا چاہئے مخبر فوراً قید کر دیئے گئے اور دیوان وزارت کے قید خانہ کے سپرد کئے گئے اور مہر کی آزمائش دوسرے روز پر اٹھا رکھی گئی۔

خانجہاں دربار شاہی سے واپس ہوا اور اس نے گجر شاہ کو طلب کیا اور اس نے فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ کم ایہ عمال کو زر کی طمع بہت ہوتی ہے اور اسی طمع میں ان سے بددیانتی کا ظہور ہوتا ہے۔

یہ قاعدہ ہے کہ کارکن وقت مال جمع کرنے کی فکر میں رہتا ہے میری اس گفتگو کا مقصد یہ نہیں ہے کہ تم دیانت سے معرا ہو لیکن کارکن و عمال سے اس کی تحقیق کرو اگر مخبر کا بیان صحیح ثابت ہوگا تو میں ایک ایسی تدبیر کروں گا کہ جس سے مخبروں کو مات ہوگی اور شاہی مہر کی خوبی تمام عالم پر ظاہر ہو جائے گی۔ الغرض گجر شاہ خانجہاں سے رخصت ہو کر اپنے ماتحت کارکن افراد کے پاس آیا اور اس نے نہایت صداقت کے ساتھ معاملہ کی تحقیق شروع کی۔

الغرض بعد گفتگو و بحث کے بعد یہ معلوم ہوا کہ پرستش گاہ میں ایک حبہ نقرہ کی کمی ہے۔

گجر شاہ خانجہاں کے پاس آیا اور اس نے تمام واقعہ صحیح طور پر بیان کر دیا۔

وزیر سے گجر شاہ نے خفیہ طور پر بیان کیا کہ اس واقعہ کی تحقیق کے لئے زرگروں کا ایک گروہ خلوت میں طلب کیا جائے گا تم جاؤ اور ان سے مشورہ کر کے ان کو اپنا ہم خیال بناؤ۔

گجر شاہ وزیر کی طرف سے مطمئن ہو کر زرگروں کے پاس آیا اور ان سے وزیر کی تمام گفتگو بیان کی اور کہا کہ تم کو کوئی ایسی تدبیر کرنی چاہئے جس سے واقعہ راست و صحیح ثابت ہو جائے۔

زرگروں نے کہا کہ ہم کو بادشاہ کے حضور میں حاضر کریں گے اور ہم چند کر کے ایک

تنگ اور ایک گز کپڑے کا پہنا دیں گے اور اس کے بعد ہمارا امتحان لیں گے اگر کسی ترکیب سے چند دانہ نقرہ ہم کو وہاں پہنچ جائیں تو ہم بوتہ میں ڈال دیں گے۔

گجر شاہ نے انگشتی بیچنے والوں کو اپنا ہمراز بنایا اور ان سے بھی تمام اسرار بیان کیے۔

اس گروہ نے بھی سعی و کوشش کی اور ایک انگشتی کو درمیان سے خالی کر کے چند دانہ نقرہ اس میں ڈال دیئے اور انگشتی کے دہانے میں موم لگا دیا۔

غرضیکہ دوسرا روز آیا اور بادشاہ مع وزیر کے محل خلوت میں بیٹھا۔

بادشاہ خود پلنگ پر بیٹھا اور وزیر ایک فرش پر بیٹھا اور گجر شاہ مخبروں کے ہمراہ اندر لایا گیا۔

زرگر بھی بلائے گئے اور ان کو ایک تنگ باندھ دی گئی اور انگشت فروش انگشتیاں لائے اور ان کے روبرو رکھ دیا۔

زرگروں نے بادشاہی حکم کے مطابق حسب فرمائش گلائی بوتہ میں ڈال دیئے اور کھرے کو آگ کے اوپر رکھ دیا اور آگ جلائی۔

فیروز شاہ اور وزیر باہم حرف و حکایات میں مشغول ہوئے اور تمام اسرار ملکی کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔

زرگروں کے گروہ نے اسی درمیان میں چند دانہ نقرہ جو انگشتی میں تھے صفائی سے بوتہ میں ڈال دئے۔

اس کے بعد بوتہ آگ پر سے اتار لیا گیا اور سرد کر دیا گیا اور بادشاہ کے روبرو چاندی تولی گئی تو پیمانہ وزن کے مطابق چاندی برآمد ہوئی اور مخبر دروغ گو ثابت ہوئے۔

فیروز شاہ نے گجر شاہ کو خلعت عطا کر کے اس پر بہت نوازش و مہربانی فرمائی۔

اس موقع پر وزیر نے عرض کیا کہ حضرت شاہ کی مہر ان مخبروں کے بیان کے خلاف امتحان میں پوری اتری تو اس موقع پر مناسب یہ ہے کہ بادشاہ حکم دیں کہ گجر شاہ کو ہاتھی پر سوار کرا کے گشت کرائیں تاکہ تمام عالم کو معلوم ہو جائے کہ شاہی مہر کامل ہے اور اس میں کمی نہیں وزیر کی گزارش پر عمل کیا گیا اور گجر شاہ کو ہاتھی پر سوار کرا کے شہر میں گھمایا گیا بادشاہ نے دروغ گو مخبروں کو جلا وطن کر دیا لیکن چند ماہ کے بعد وزیر نے گجر شاہ کو بھی اس کی خدمت سے معزول کر دیا لیکن وہ

حل کسی دوسرے حیلے سے کیا گیا۔

یہ سچ ہے کہ جب ایک عاقل و دانشمند وزیر ہو تو کار ملکی کیوں نہ خوبی و بہتری سے انجام پائے۔
اس واقعہ کو سن کر تمام اشخاص نے وزیر کی بیحد تعریف کی۔

پندرھواں مقدمہ

بادشاہ کا خیرات خانہ و شفا خانہ بنانا

نقل ہے کہ بادشاہ باخیر و برکت نے مثل دیگر سلاطین عالم کے نا کتخدا غریب لڑکیوں کی تزویج کے لیے دیوان خیرات بنا کے۔

وہ غم زدہ مسلمان جو فقیر و صاحب دختر تھے اور ان کی لڑکیاں حد بلوغ کو پہنچ چکی ہیں اور لڑکیوں کے باپ نادار و مفلس ہیں اور اس وجہ سے ان کے دل پریشان و ملول ہیں بلکہ اوقات خیر کی میں بھی اُن کے دل پریشان رہتے ہیں اور ان کو نہ شب کو خواب نصیب ہے اور نہ دن کو آرام اس بنا پر بادشاہ نے حکم دیا کہ ایسے نادار اشخاص اپنے حال سے دیوان اخبار کو مطلع کر دے۔

دیوان خیرات کے عہدہ داروں میں ایک فرد سید امیر تھا جو بحیثیت وکالت سے اس کار خیر کو انجام دیتا تھا۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ دیوان خیرات کے عہدہ دار ایسے اشخاص کی جستجو کریں اور اُن کو رقم خیرات عطا کریں قسم اول کی پچاس تنگہ نقرہ اور قسم دوم تیس اور قسم سوم بیس تنگہ خیرات مقرر کی گئی۔

مختصر یہ کہ ایسا ایک خیرات خانہ قائم ہوا اور عہدہ دار اس کے انتظام میں مشغول ہوئے اور نادار مسلمان عورات کثیر تعداد میں ہر طرف سے آکر اپنے لڑکیوں کے نام درج کرا کے بیشمار اسباب اُن کی تزویج کے لئے حاصل کرتے تھیں۔

غرضیکہ بادشاہ کی عنایت و مہربانی سے ہزار ہا لڑکیوں کے کار خیر سے فراغت ہوئی اور حدیث شریف کے مطابق کہ لڑکیاں رزق و سامان کی مستحق ہیں ان کے لئے سامان تزویج ہونے لگا حقیقت یہ ہے کہ لڑکیاں بھی عجیب مخلوق ہیں جن کے باب خداوند کریم نے قرآن پاک میں باقیات الصالحات کا لفظ ارشاد فرمایا ہے۔

اور ان کے حق میں احسان کرنے کو کارِ خیر سے تعبیر فرمایا ہے۔

نیز یہ بھی حدیث شریف میں مروی ہے کہ لڑکیوں کے حق میں احسان کرو اگرچہ وہ احسان خرما کا ایک خوشہ ہی کیوں نہ ہو۔

اس کے علاوہ رسول کریمؐ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جو شخص دختر ناکتخدا کے نکاح میں ایک کوڑی آپ سے بھی امداد دے گا اللہ تعالیٰ اس کو بہت ثواب عطا فرمائے گا

اور یہ تمام ارشادات محض اس لئے ہیں کہ دختر بوجہ ضعیف ہوتی ہیں اور ہمیشہ شکستہ خاطر اور غیر کی محکوم رہتی ہیں۔

اگر دختر آرام سے رہتی ہے تو اور وہ والدین وشاد رہتے ہیں اور اگر خدانخواستہ دختر کو شوہر کے مکان میں تکلیف ہوتی ہے تو ماں باپ ہمیشہ رنج والم میں گرفتار رہتے ہیں باوجود ان تمام اقوال کے جناب رسولؐ خدا نے فرمایا ہے کہ اگر مجھ کو علیؑ سے بہتر داماد نصیب ہوتا تو کیا خوب ہوتا اصحاب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ علیؑ سے بہتر کون ہے آپ نے فرمایا کہ قول مختصر یہ کہ جس طرح فیروز شاہ نے دختران ناکتخدا کی تزویج کے لئے دیوان خیرات قائم کیا اسی طرح ہر بیگانہ و آشنا شہری و مسافر غریب و امیر ہر طبقے کے بیماروں کے لئے شفاخانہ بھی تیار کرایا جس کو صحت خانہ بھی کہتے ہیں۔

پروردگار عالم نے انسان کی خلقت میں اٹھارہ یا بارہ ہزار امراض کا مادہ پیدا فرمایا ہے اور اسی طرح انسان کی طبیعت کو صحت و آرام کا شکار بنایا ہے۔

ان بارہ یا اٹھارہ ہزار امراض میں چھ ہزار امراض ایسے ہیں کہ نہ اس کا نام اطباء حاذق کو معلوم ہے اور نہ ان کی دوا سے باخبر ہیں اور چھ ہزار امراض ایسے ہیں کہ اطباء ان کا نام تو جانتے ہیں لیکن ان کے علاج سے ناواقف ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے امراض کو انسان کا دشمن بنا کر ان میں جنگ و جدال کی راہ پیدا فرما دی ہے۔

جب انسان پر امراض کا ہجوم ہوتا ہے اور انسانی قلب و دماغ امراض سے مغلوب ہو جاتا ہے تو مریض بیچارہ اکل و شرب سے بھی کنارہ کش ہو کر اس امر کا امیدوار ہوتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ عقل بھی رفاقت کرنے سے پرہیز کرے۔

مریض بیچارہ دو بلاؤں میں گرفتار ہوتا ہے ایک تو بیماری کی شدت و تکلیف اور دوسرے افلاس و پریشانی کا ہجوم اور ان دو دشمنوں کے آثار ہر دم مریض کے قلب پر طاری رہتے ہیں

اس لئے مریض بیچارہ مرض کے زمانے میں جب کہ ایک پیسہ اور ایک کوڑی بھی اُس کے پاس علاج کے لئے باقی نہیں رہتے ناامید و مایوس ہو جاتا ہے۔

اس کے علاوہ اُس کے اہل و عیال کے ضروریات زندگی کے لئے زمانہ جس کو ملامت کرتا ہے اور مشیت الٰہی سے ہر قسم کی ظاہری و باطنی بلائیں مریض کے سامنے آجاتی ہیں تو غریب بیچارہ اپنی حیات سے بیزار ہو کر یہی کہتا ہے کہ کب موت آتی ہے اور میں اس عذاب سے نجات پاتا ہوں۔

مختصر یہ کہ ایسی حالت میں جبکہ بیماری مرض و اضطرار دونوں بلاؤں کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ ہر گونہ قابل امداد ہو جاتا ہے اور اس کی تشفی و ترغیب کے لئے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ علم درحقیقت دو ہیں ایک علم دین اور دوسرا علم بدن۔

سلاطین کرام ہمیشہ بیماروں کے احوال کی پرسش اور اُن کے علاج میں ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں۔

ہر بادشاہ نے اپنے زمانے میں اپنی فراست سے یہ طریقہ اختیار فرمایا ہے کہ اپنی جود و سخا سے مریض کے قلب پر اطمینان و امداد کو چھا رکھا ہے۔

ہر شہریار نے اس بارے میں بیحد رحم و کرم سے کام لیا ہے اور اپنا اور بیگانہ ہر شخص کے لئے شفاخانہ قائم کر کے اسباب نعمت عطا کئے ہیں اور خوشگوار دوائیں مریضوں کو عطا کر کے ان کو مطمئن کیا ہے۔

سقراط و بقراط نے کہا ہے کہ سلاطین کا شعار ہے ہمیشہ مریضوں کی پرسش کر کے ان کے لئے شفاخانے قائم کئے ہیں۔

جمشید نے باوجود اپنی عظمت و شان کے اپنے وزیروں سے یہ سوال کیا ہے کہ اس جہانداری میں بادشاہوں کے لئے سب سے بہتر کون عمل ہے۔

وزیروں نے متفقہ یہی جواب دیا کہ مریض کے غبار رنج کو اس کے دل سے دور کرنا بہتر عمل ہے اور بیماروں کی راحت و آرام کا سامان مہیا کرنا ہمیشہ ثواب کا موجب ہے اس لئے کہ اس عمل میں بیحد ثواب ہے اور اس عمل کے کرنے میں بیشمار نفع ہے اور بادشاہوں نے ہمیشہ اس عمل میں انتہا سے زیادہ سعی و کوشش کی ہے

مختصر یہ کہ فیروز شاہ نے خدا کی عنایت و مہربانی سے بیماروں کی پرسش احوال اور

کرتے اور اس مرض و الم کی غمخواری میں پوری سعی و کوشش کی اور اپنی خیر خواہی تربیت و رحم و کرم سے آشنا و بیگانہ ہر فرد کے لئے شفاخانے قائم کئے۔

بادشاہ نے مریضوں کے حال پر توجہ فرما کر شفاخانے قائم کئے اور حاذق طبیب معالجہ کے لئے مقرر کر کے بیماروں کو امیدوار صحت بنایا۔

بادشاہ نے دواؤں کے لئے رقم اور اطبا کی تنخواہ مقرر کی اور تاکید کی کہ جب کبھی کوئی مریض پریشان خاطر ہو کر علاج کے لئے آئیں اور اپنا مرض بیان کریں تو اطبا کو چاہئے کہ اُن کے مرض کی تشخیص کر کے اُن کے معالجے میں جان و دل سے کوشش کریں اور مختلف امراض کا مناسب علاج کر کے مریضوں کو ایسی دوائیں عطا کریں جن سے اُن کے امراض دور ہوں اور بیمار کا جسم توانا و صحیح ہو کر اُن کی طبیعت میں اعتدال پیدا کرے اور اُس کو صحیح و تندرست بنا دے۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہ نے عمال کو اس قسم کی شدید تاکید کر کے شفاخانے صحت خانے عام مخلوق کے لئے قائم کئے اور حاذق طبیب و حاذق حکیم و تمام و جراح و کحال شفاخانوں میں مقرر فرمائے اور مریضوں کے لئے دواؤں اور غذا اور شربت کے لئے خزانہ سے رقم مقرر فرمائی۔ بادشاہ نے اپنے کرم کا دروازہ کھول دیا اور تمام بیمار و تیماردار ہر چہار جانب سے جمع ہو گئے اور یہ حال کہ جب کبھی کوئی مریض بحال سقیم شفاخانہ کی طرف آتے اور افتاں و خیزاں سو جگہ بیٹھتے ہوئے اور ہر مقام پر ٹھہرتے اور سانس لیتے ہوئے شفاخانہ کے قریب پہنچ جاتے تو خدام شفاخانہ اُن کو دیکھتے ہی اُن کے سوال کا جواب دیتے اور دلی اضطراب کا حال سنتے ہی اُن کے ہمدرد بن کر اُن کی چارہ و علاج کرتے۔

اطبا و دیگر خدام مریضوں کے علاج میں پوری سعی و کوشش کرتے اور صحت کے لئے ہر طرح کا سامان مہیا کر کے اُن کے مرض کا علاج کرتے اور اُن کو صحیح و سالم بنا دیتے تھے۔

اس کے علاوہ حاذق طبیب اور حاذق حکیم جو شفاخانہ میں جمع تھے اور جن کو بادشاہ نے اس کام پر معمور کیا تھا اور جو مریضوں کی آمد کے انتظار میں رہتے مریض و بیمار کے پہنچتے ہی اُن کی پرسش احوال کرتے اور عقلی و نقلی ہر دلیل سے مریض کے مرض کی تشخیص کر کے اُس کے مزاج کے موافق دوا دیتے۔

اطبا شاہی شفاخانہ سے مریضوں کو بہترین دوا شربت و کھانا عنایت کرتے اور

ایسی توجہ و خلوص سے علاج کرتے کہ مریض کو فوراً صحت ہو جاتی اور اس کے تمام اعضا صحیح و تندرست ہو کر بیحد قوی و مضبوط ہو جاتے تھے۔

مریض ناکامی سے نجات پا کر شاد کام ہوتا اور امراض کے مصائب سے نجات پا کر صحت و شادمانی کی لذت سے بہرہ یاب ہوتا تھا۔

مریض صحیح و تندرست ہو کر خدا کی بارگاہ میں شکر کرتا اور بادشاہ کی درازی عمر کی دعا مانگتا اور جو بیمار کہ امراض کی وجہ سے بوتیمم بھی عبادت نہ کر سکتا تھا نہایت آسانی کے ساتھ وضو کر کے عبادت کی سعادت حاصل کرتا اور دوگانہ تحیات ادا کر کے خدا کی بارگاہ میں شکر کرتا اور بادشاہ کی درازی عمر و اقبال کی دعا کرتا۔

یہی وہ مقام ہے جس کو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقولہ میں ارشاد فرمایا ہے کہ مومن کے قلب میں مسرت پیدا کرنا بہترین صدقہ ہے جو انسان خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے دیتا ہے۔

بادشاہ نے عامۂ خلائق کی راحت و آرام کے لئے دیوان خیرات و شفاخانہ کے لئے قریات و دیہات وقف کر دیئے تھے۔

جس طرح کہ بادشاہ نے دیوان خیرات و شفاخانے قائم کئے اسی طرح علما و فضلا و حفاظ و مشائخ کے لئے وظائف مقرر کئے اور ان کی تنخواہیں معین کیں۔

معتبر اشخاص نے مورخ عفیف سے بیان کیا ہے کہ مبلغ چھ لاکھ تنگہ تمام ممالک سے بطور وظائف و تنخواہ عطا کئے جاتے تھے بلکہ چار ہزار دو سو افراد جو ہمیشہ نادار و مفلس تھے بادشاہ کی سرکار سے تنخواہ پاتے تھے۔

ان کے عہدہ دار مستحق علحدہ تھے اور فیروز شاہ کے طفیل سے ہر شخص بیحد خوشی و اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرتا تھا۔

ہر چند مورخ ارادہ کرتا ہے کہ فیروز شاہ کے حالات کو ختم کرے لیکن بادشاہ کے محاسن اور اس کے لطف و کرم کی داستان اس درجہ طویل ہے کہ مورخ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوتا۔

منقول ہے کہ فیروز شاہ مثل شاہان گزشتہ کے عیدین و شب برات و نوروز میں جشن منعقد کرتا اور یہ مجالس بیحد شان و شوکت سے ترتیب دی جاتی ہیں۔

عید کا دن قریب آتا اور قبل اس کے کہ جشن منعقد ہو بادشاہ شب بیداری کرتا اگلے بارہا ملک نائب باربک سے متوجہ ہو کر کہتا کہ یہ راہم تو کسی مصرف کا نہیں ہے اگر تو جشن کے انتظام کا آغاز کرتا تو میں اس درجہ خون جگر نہ پیتا۔

خداوندگان مغفور سلطان محمد شاہ کے عہد میں یہ ہوتا کہ شب عید کو بادشاہ مرحوم مجھ سے فرماتے کہ نائب امیر حاجب کل عید ہے اور جیسے ہی کہ بادشاہ کی زبان سے یہ الفاظ نکلتے میں جشن کی تیاری میں مشغول ہو جاتا تو ایسا نہیں ہے کہ اسباب جشن درست کر سکے اس لیے میں شب بیداری کرتا ہوں مختصر یہ کہ بادشاہ خود جشن کا انتظام کرتا اور تمام اسباب موجود مہیا فرماتا تھا۔

جشن عید کے حالات

عید کا روز آتا اور کوشک فیروز آباد کے آنگنوں میں درخت کی پتیاں بے حد خوبصورتی کے ساتھ آویزاں کی جاتی تھیں۔

محل پاشیب میں جس کو عام طور پر محل سیانگی کہتے تھے شاہی حکم کے مطابق بارگاہ نصب کی جاتی تھی اس مقام کو بارگاہ بار عام کے نام سے یاد کرتے تھے۔

اس صحن میں ایک شک بار عام کے لیے مخصوص ہوتا تھا اور بادشاہ بار عام کے وقت اس کوشک میں قیام فرماتا تھا۔

اس کوشک کے جانبین کرسی کے دو پاشیب تیار کیے جاتے تھے اور ہر قسم کے گدے بچھائے جاتے تھے۔

بعض گدے ابریشم کے ہوتے تھے اور بعض زرینہ کے اور بعض پر نقرئی و زری کا کام ہوتا تھا۔

بعض گدے سفید کپڑے کے بنائے جاتے تھے اور بعض موم اور بعض اصل نہال کے ہوتے تھے۔

محل سیانگی کے تمام در و دیوار پر جامہ زرینہ لپیٹے تھے اور شکاری جامہ خانے کے تمام صحن بارجہ میں بچھا دیے جاتے تھے اور ہر قسم کے تر و خشک میوے اس میں رکھے جاتے تھے۔

چاشت کے وقت بادشاہ خود تشریف لاتا اور محل کوشک میں قیام فرماتا تھا اور ملک نائب باربک باہر بیٹھتا تھا۔

سب سے پیشتر یگان بے تعداد حاضر ہوتے اور اس کے بعد اکیس چتر میمنہ و میسرہ میں رکھے جاتے تھے جن میں دس چتر بادشاہ کے داہنے اور دس بائیں اور ایک خاص بادشاہ کے سر پر۔ تمام چتر ہر قسم کے رنگ سے رنگین کیے جاتے تھے بعض چتر لعل اور بعض سبز اور اور بعض برنگ گل لعل اور بعض دو رنگے اور بعض کیچ اور بعض پیازی اور بعض سیاہ و بعض سفید اور بعض گلگوں برنگ لعل جن کو چھبید یا چھپک بھی کہتے تھے جو برسات کے زمانے میں بادشاہ کے سر پر سایہ فگن ہوتا تھا۔

چتر اپنے مقام پر نصب ہوتے اور اس کے بعد کمانی، علمی و مکمل نشانات تخت بادشاہی کے روبرو گزرتے تھے۔

نشان پیادہ کو اس روز پیش ہونے کی اجازت نہ تھی اور کمانی نشان عدد میں ایک سو ساٹھ یا ایک سو ستر ہوتے تھے اور بعید خوبصورت و زیبا نظر آتے تھے۔

مختصر یہ کہ تمام افراد و علم دار اپنے اپنے مراتب کے مطابق محل کے اندر جاتے تھے اور ان کے بعد میاں پائیگاہ جواہر نگار زین پوش محل کے اندر آتے اور ان کے بعد جالان شاہی معہ زرین و زرین پوش سے نقرئی و طلائی باجے رنگین کیے محل کے اندر جاتے اور بادشاہی تخت کے سامنے زمین بوس ہوتے اور سلام کرنے کے بعد بادشاہ کو دعا دیتے تھے اور اس کے بعد اپنی جگہ میمنہ یا میسرہ میں کھڑے ہو جاتے تھے۔

ان کے بعد ارباب شکرہ خانہ مع آلات شکرہ داروں کے اندر حاضر ہوتے اور ان کے بعد مطربوں کا گروہ حاضر ہوتا تھا۔

تمام مطرب زعفرانی لباس پہنے اور دستار سرخ سر پر رکھے اور ایک گروہ اہل طرب کا مرصع و مکمل لباس جسم میں پہنے ہوئے۔

یہ لباس اس قدر قیمتی ہوتا کہ ایک شخص کے لباس کی قیمت چالیس ہزار تنکہ ہوتی تھی۔
اس گروہ کا لباس مطلقاً نیا ہوتا جو کبھی پرانا نہیں ہوتا تھا۔

جب یہ مقام مرتب ہو جاتا تھا تو قوالوں کا گروہ ساز لیے ہوئے حاضر ہوتا تھا اور اہل طرب رقص میں مصروف ہوتے تھے۔

ایک انگ خاص ہوتا اور دوسرا انگ ملک نائب باربک اور تیسرا انگ ملک علی اور چوتھا ملک یعقوب پسر ملک محمد علی سے متعلق ہوتا تھا۔

ان ہر چہار انگ میں تیں، خیمہ وار طبل و دامہ مقرر کئے جاتے تھے اور کوشک نزول میں ہر سہ شب اس قدر مشعل و چراغ روشن کئے جاتے تھے کہ کوشک نزول کے گرد کا تمام میدان روز روشن نظر آتا تھا۔

ہر چہار انگ میں کشتیاں باندھی جاتی تھیں اور ہر کشتی میں بے شمار شعلیں جلائی جاتی تھیں۔

ہر سہ شب ہر چہار انگ میں طبل بجائے جاتے تھے اور قسم قسم کے آتشیں تماشے ہوتے تھے

کوشک نزول کے زیریں ہر چہار انگ میں رقص و نغمہ ہوا کرتے تھے اور خلائق تمام دار الملک دہلی و نواح شہر کے ہندو و مسلم جوان و پیر جمع ہو کر تماشہ دیکھتے تھے۔

مختصر یہ کہ تین شب مسلسل اسی قسم کی عجیب و غریب بازیگری ہوتی تھی۔

بادشاہ خود کم تر آتا تھا لیکن تمام شاہزادے و خانان و ملوک کوشک نزول میں حاضر ہوتے تھے اصحاب فیل خادمی کا ہاتھی بناتے اور شتر خانہ کے افراد مٹی کا اونٹ بنا کر بادشاہ کے حضور میں حاضر کرتے تھے۔

فیروز شاہ ہر شخص کو انعام عطا کر کے واپس کرتا تھا۔

اس تمام تحریر کا مقصد یہ ہے کہ عہد فیروز شاہی میں خلائق کو ہر طریقہ پر راحت و آرام نصیب ہے سبحان اللہ ایسے مبارک عہد حکومت کی کیا تعریف ہو سکتی ہے۔

سترھواں مقدمہ

بادشاہ کا مطربوں کو بعد نماز جمعہ اپنے حضور میں طلب کرنا

روایت ہے کہ جمعہ کے روز بعد نماز بادشاہی حکم کے مطابق طائفہ مطربان ہر چہار شہر و طائفہ پہلوانان و گروہ داستان گو سرائے شاہی کے اندر حاضر ہوتے تھے۔

بادشاہ نماز جمعہ سے فارغ ہو کر چوبین محل میں تشریف لاتا اور یہ تمام افراد اس کے حضور میں حاضر ہوتے تھے۔

یہ تمام افراد تقریباً دو تین ہزار اشخاص ہو جاتے تھے اور یہ سب بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کیے جاتے تھے۔

فیروز شاہ تھوڑی دیر تو مطربوں کے رقص و سرود دیکھنے اور سننے میں مشغول رہتا تھا اور اس کے بعد پہلوان حاضر ہوتے اور مشہور پہلوانوں کی کشتی ہوتی تھی۔

پہلوانوں کی کشتی کے بعد بادشاہ داستان گو کے قصے اور افسانے سماعت کرتا تھا اور نماز عصر تک انہی مشاغل میں وقت صرف کرتا تھا۔

بادشاہ ان حاضرین کو مطمئن کرنے کے لیے ہر شخص کے ساتھ بے انتہا رعایت کرتا تھا اور ہر شخص بادشاہ کی نوازش و انعام سے دل شاد ہوتا تھا اس موقع پر بادشاہ نوازش و انعام میں اس قدر غلو کرتا تھا کہ کسی درباری کو زیادہ گفتگو کی مجال نہ ہوتی تھی مختصر یہ کہ یہ مجلس تمام ہوتی اور ہر شخص انعام پا کر واپس ہوتا تھا۔

اس گروہ میں ہر فرد کو مقدور انعام عطا ہوتا کہ ہر شخص کے حصہ میں متعدد تنکے آتے تھے مطربان دہلی کی یہ نوبت پہنچی کہ ہر شخص اپنے خرد سال اطفال کو ساتھ لے کر دہلی سے فیروز آباد تک آتا یہاں تک کہ بعض افراد چار سالہ و پنج سالہ اطفال کو ہمراہ لے کر فیروز آباد میں حاضر ہوتے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ بادشاہ جوان و پیر ہر شخص کو برابر انعام عطا کرتا تھا ایک مرتبہ کارکنان دربار نے ارادہ کیا کہ شاہی انعام میں تفریق پیدا کریں۔

بادشاہ نے یہ خبر سنی اور عمال کی جانب نگاہ تیز سے دیکھا اور فرمایا کہ ہمارے فقیر مرض افلاس میں گرفتار ہیں اور سات روز کامل اسی انتظار میں بسر کرتے ہیں کہ جمعہ کا روز آئے اور ہم بادشاہ سے انعام حاصل کریں۔

یہ غریب اسی امید میں اپنے فرزندان خرد سال کو پانچ کوس سے ہمراہ لاتے ہیں اگر اطفال و جوان میں فرق پیدا کر دیا جائے گا تو ان کا کیا حال ہوگا۔

بادشاہ نے ارشاد فرمایا کہ ہر شخص کو ایک ہی انعام عطا کریں۔

سبحان اللہ فیروز شاہ ہر طریقے سے خلق کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرتا تھا۔

اشعار و اقوال مقدسہ

ولی عہد کا نمونہ

نقل ہے کہ فیروز شاہ نے اپنے عہد حکومت میں اپنی فراست و دانشمندی سے مختلف نمونے

ایجاد کے جس میں ایک خاص گھڑیال ہے جس کی تفصیل قسم سوم میں معروض تحریر میں آچکی ہے اور
دو رنگ دولا آتی جنگی تخریج مقدار شکار میں بیان کر چکا ہوں۔

اس کے علاوہ گنبد سپید بزرگ بطور مخصوص فیروز شاہ کی ایجاد ہے۔

فراشان درگاہ جس وقت فراش خانہ بادشاہی نصب کرتے تھے تو دہلیز و بارگاہ و دربار گاہ
بھی باہر لائی جاتی تھی اور اسی وقت گنبد سفید بزرگ بارگاہ سے متصل بلند کیا جاتا تھا بادشاہ اکثر
اسی گنبد میں تشریف رکھتا تھا اور اسی مقام پر بادشاہی شان و شوکت کا اظہار فرماتا تھا۔

اسی طرح فیروز شاہ نے دو عمدہ نشان چیل ایک سن کے اور دو نشان آہنی جیسے میر کے
وضع کئے دو نشان چیل ایک میمنہ کے لئے اور ایک میسرہ کے واسطے مرتب کئے گئے۔

فیروز شاہ شکار کے لئے سوار ہوتا اور یہ دو نشان دائیں چیل کے اوپر میمنہ اور میسرہ میں
چلتے تھے اور دو نفر نشان دار صندوق چیل میں بیٹھتے اور ان نشانات کو ہاتھوں میں لیتے تھے۔
نشانات رسیوں سے انگلیوں کی پشت سے باندھ دئے جاتے تھے۔

فیروز شاہ دوسرے گھوڑے پر سوار ہوتا اور دو تین کوس کے فاصلے سے نشانات دکھائی دیتے تھے ان
نشانات کی طرح بادشاہ نے دو رنگ دولا بھی وضع کئے جو دو دولا نشانی ہیں۔

پانچویں قسم

فیروز شاہ کی مخلوق شاہزادہ فتح خان کی رحلت اور بعض ملوک کی غفلت کا بیان

اٹھارہ مقدمات

پہلا مقدمہ

بادشاہ کی مخلوق کے بیان میں

واضح ہو کہ سلطان فیروز شاہ حضرت شیخ الاسلام شیخ علاء الدین نبیرہ حضرت شیخ فرید الدین
اجودھنی رحمۃ اللہ علیہ کا مرید تھا۔

بادشاہ اپنے تمام عہد حکومت میں اولیائے کرام کی اتباع کی چاہی۔ آخر زمانے میں حلق بھی کیے
بادشاہ نے ہر وقت اولیا کی پیروی کی اور ان کی محبت کا دم بھرتا رہا اور چالیس سال کامل انہی
بزرگانِ دین کی پیروی میں حکومت کی۔

فیروز شاہ سفر سے قبل تمام مشائخ و اولیا کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا جیسا کہ صحیح عفیف
مقامات قبل میں وہ بتا ناظرین کر چکا ہے۔

مختصر یہ کہ بادشاہ نے ۷۷۶ ہجری میں بہرائچ کا سفر کیا اور شہر میں پہنچ کر بندگی
سید سالار مسعود کے آستانہ پر حاضر ہو کر فاتحہ خوانی کی سعادت حاصل کی۔

بادشاہ نے بہرائچ میں چند روز قیام کیا اور اتفاق سے ایک شب حضرت سید سالار
کی زیارت خواب میں نصیب ہوئی۔

سید سالار نے فیروز شاہ کو دیکھ کر اپنی ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرا یعنی اس امر کا اشارہ کیا کہ
اب پیری کا زمانہ آ گیا بہتر ہے کہ اب آخرت کا سامان کیا جائے اور اپنی ہستی کو یاد رکھا جائے
صبح کو بادشاہ نے حلق کیا اور فیروز شاہ کی محبت و اتباع میں اس روز اکثر خاندان و
خواص نے سر منڈایا۔

حقیقت یہ ہے کہ محبت و دلبستگی کے آئین بھی عجیب و غریب ہیں

واضح ہو کہ جس زمانے میں ہمارے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم خدائے تعالیٰ کے ارشاد
کے مطابق محلقین رؤسکم حلق فرمایا تو تمام صحابہ کرام نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت
واتباع میں اپنے سر منڈا دیے اسی طرح فیروز شاہ کے حلق کرنے میں تمام امرا نے بھی بادشاہ
کی پیروی کی۔

سبحان اللہ چونکہ بادشاہ کے قلب میں علما و اولیا کی محبت جاگزیں تھی اللہ تعالیٰ نے
اپنے فضل و کرم سے اس کی پیشانی پر انوار ولایت کو روشن و آشکار فرما دیا۔

بادشاہ کا چہرہ ہمیشہ انوار و ولایت سے تاباں و درخشاں رہتا تھا اور حلق کرنے کے بعد
تو فیروز شاہ سراپا ایک بزرگ صاحب سجادہ نظر آتا تھا۔

ظاہر ہے کہ بادشاہ کو یہ تمام برکات علما و مشائخ کی محبت و پیروی سے حاصل ہوئے۔
غرضکہ فیروز شاہ نے حلق فرمانے کے بعد تمام وہ امور جو غیر مشروع و مکروہ تھے اپنے ملک
سے دور کیے یہاں تک کہ بادشاہ نے تمام نا مشروع مجالس کو یک قلم بند کر دیا۔

بادشاہ نے ممالک محروسہ کے تمام عمال و حکام کے نام تاکیدی فرامین اس مضمون کے روانہ کیے کہ کسی قسم کا غیر مشروع محصول رعایا سے نہ وصول کیا جائے۔

دوسرا مقدمہ

بادشاہ کا غیر مشروعات کو دور کرنا

نقل ہے کہ فیروز شاہ نے خدا کی عنایت و مہربانی سے ممالک محروسہ سے تمام غیر مشروع امور جو خلاف احکام شرع ملک میں رائج تھے دور کیا۔ فیروز شاہ نے ہر رسم و رواج کو جو خلاف شرع نظر آیا اس کو قطعاً موقوف کر دیا۔ چند امور کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) سلاطین کے خلوت خانہ میں مصور نقاشی کیا کرتے تھے تاکہ خلوت کے وقت بادشاہ کی نظر ان تصاویر پر پڑے۔

فیروز شاہ نے خوف خدا کے لحاظ سے حکم دیا کہ اس کے خلوت خانہ میں اس قسم کی نقاشی نہ کی جائے بلکہ بجائے تصاویر کے باغات وغیرہ و مناظر قدرت کے نقش و نگار بنائے جائیں۔

(۲) سلاطین قدیم کے محلات میں لوہے تانبے چاندی اور سونے کے بت اور دیگر مورتیں رکھی جاتی ہیں۔ بادشاہ نے ان تماثیل کو خلاف شرع خیال فرما کر ان کو دور کیا۔

اسی طرح شاہان قدیم طلائی و نقرئی ظروف میں خورد و نوش کرتے تھے لیکن فیروز شاہ نے اس کو بھی خلاف شرع خیال کر کے ان ظروف سے کنارہ کشی کی اور پتھر اور مٹی کے برتن استعمال کرنے شروع کیے۔

اسی طرح مراتب کے علم و نشانات پر جانوروں کی تصویریں بنائی جاتی تھیں بادشاہ نے اس رسم کو بھی قطعاً موقوف کیا۔

وجہ یہ ہے کہ علما و مشائخ ہر وقت بادشاہ کے قریب رہتے تھے اور اسی لیے فیروز شاہ کو ہمیشہ مکروہ و حرام اشیا و افعال کا علم ہوتا رہتا تھا بلکہ یہ مقدس گروہ ممالک محروسہ کے محصول سے اپنی جواز و عدم جواز سے بادشاہ کو مطلع کرتا تھا اور فیروز شاہ ہر نامشروع محصول سے دست کش ہو جاتا اور اسی طرح بیحد نقصان برداشت کرتا تھا۔

ایک مرتبہ علما کے گروہ نے بادشاہ سے چند نا مشروع امور کا ذکر کیا جو قدیم سلاطین کے زمانے میں مقرر و وضع کی گئی تھیں۔

ان امور میں ایک دانگانہ تھا جس کی حقیقت حسب ذیل ہے

جو مال و اسباب کہ سرائے عدل میں زکوۃ کے لئے جمع ہوتا تھا وہ تمام مال عام اس سے کہ صاحب نصاب ہو یا نہ ہو زکوۃ کے بعد خزانے میں لایا جاتا تھا اور مال کو بار دیگر از سر نو فروخت کرتے تھے اور اس کے معاوضے میں ہر تنگے پر ایک دانگ وصول کر لیتے تھے۔

اس طریقہ پر بیشمار مال جمع ہو جاتا تھا لیکن دانگانہ کے خزانہ میں تاجروں کو آشنا و بیگانہ ہر فرد سے تکلیف پہنچتی تھی اس لئے کہ دانگ کے وصول کرنے میں کارکنان عملا حیلہ کرتے اور اس طرح تاجروں پر تشدد ہوتا تھا۔

اکثر ایسا بھی ہوتا کہ کسی سال خزانہ قسم کی وصول یابی اور اسباب کی تفتیش میں کاہلی سے کام لیتے اور تاجروں کو بیحد پریشانی ہوتی اور وہ ایک مدت تک خزینہ دانگانہ میں ایک طرح پر مقید رہتے تھے۔

دوسرے یہ کہ شہر دہلی میں مستغل کی رسم بھی خلاف شرع تھی۔

مستغل سے مراد یہ ہے کہ زمینوں اور مکانات کا سرکاری محصول وصول کیا جاتا تھا۔

یہ رسم بھی سلاطین قدیم کے حکم کے مطابق تھی اور اسی طرح جو ایک لاکھ پچاس ہزار تنکہ کی رقم جمع ہوتی تھی اس کو محصول زمین کے نام سے موسوم کرتے تھے۔

تیسری نامشروع شے جرا ری کی رقم تھی جس کا منشا یہ تھا کہ اگر قصاب ایک گائے ذبح کرے تو بارہ جیتل محصول ادا کرے چنانچہ اس مد سے متعلق بھی ایک معقول رقم خزانہ میں جمع ہو جاتی تھی۔

چوتھی رسم دوری کا حکم تھا جس کا مفہوم یہ ہے کہ اس زمانے میں کہ خاص و عام سوداگر غلہ و نمک و قند و شکر زری و دیگر اسباب وغیرہ جانوروں پر بار کر کے شہر میں لاتے تھے اور دیوان کے ملازم ان جانوروں بہ جبر دہلی تک لے جاتے تھے۔

واضح ہو کہ دہلی قدیم میں سات سلاطین نے سات حصار تعمیر کرائے تھے جو اس زمانے میں کہنہ ہو کر شکستہ ہو گئے ہیں۔

ان حصاروں سے پتھر گر کر ایک انبار لگ گیا ہے۔

دیوان کے ملازم تاجروں کے جانوروں کو ان انبار کے قریب لے آتے اور انھیں ان پر بار لے کے شہر فیروزآباد میں لے کر لے آتے تھے۔

ہر سوداگر جو اطراف سے دہلی میں آتا وہ کم از کم ایک سہ تنکہ روزانہ محصول کی بیگار میں گرفتار ہوتا کہ اس کے جانور دہلی قدیم سے دشمن فیروزآباد میں پہنچاتے تھے۔

اس ظلم و جبر کے شروع ہوتے ہی سوداگروں نے شہر میں آنا ترک کر دیا جس کی وجہ سے فیروزآباد میں غلہ اور نمک بہت گراں ہو گیا۔

بادشاہ کو حقیقت حال سے اطلاع دی گئی اور پورا واقعہ تفصیل کے ساتھ عرض کیا گیا کہ بادشاہ سے عرض کیا گیا کہ ایک سوداگر تین من روئی لے کر شہر میں آتا تھا۔

شاہی عہدہ دار اس شخص کو خیمہ دانگاہ میں لے گئے اور اس وجہ بے پروائی کی کہ اس شخص سے تین دانگ محصول وصول کیا اور دانہ اس کو دیا۔

یہ غریب سوداگر اتنی دیر تک خیمہ میں پڑا رہا کہ تین من روئی میں آگ لگ گئی اور سوداگر کا مال جل جانے کے بعد وہ غریب اس قید سے آزاد ہوا۔

رسم دوری کی وجہ سے بھی غریب سوداگروں پر ظلم ہوا اور انھوں نے شہر میں آنا قطعاً ترک کر دیا جس کی وجہ سے بھی غلہ اور نمک وغیرہ اشیا و اسباب گراں ہو گیا۔

اسی طرح رسم مستقل کے رائج کرنے میں اس درجہ سختی کی گئی کہ جو وارد و مسافر اور فقرا و سائلین سے پوری رقم طلب کی گئی اور یہ غریب طبقے بھی عاجز و مجبور ہو گئے۔

مختصر یہ کہ شاہی اعیان و انصار نے بادشاہ کو تمام حقیقت حال سے مطلع کیا اور اپنی خیر خواہی و دوراندیشی و خلوص سے ہر شعبہ کی کیفیت مفصل فیروز شاہ سے بیان کی اور ہر طبقے کے درد سے بادشاہ کو آگاہ کیا۔

فیروز شاہ نے نہایت توجہ سے ان ہوا خواہوں کا بیان اول سے آخر تک سنا اور تمام ممالک محروسہ کے علما و مشائخ کو طلب کیا۔

بادشاہ نے ان حضرات سے عرض کیا کہ اگرچہ سلاطین ماضیہ نے محصول بلاد و سلطنت میں چند امور مصلحت ملک یا لالچ کی وجہ سے جائز و جاری کر دیے تھے لیکن میری خواہش ہے کہ میرے دور حکومت میں احتیاط سے کام لیا جائے تاکہ رعایا کو اطمینان نصیب ہو۔

اگر از روئے شرع ان محاصل کا وصول کرنا جائز ہو تو وصول کیے جائیں ورنہ قطعاً

ترک کئے جائیں۔

مختصر یہ کہ تمام علما و مشائخ و قاضی بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے اور ان سے فتویٰ طلب کیا گیا۔ تمام علما و مشائخ نے بالاتفاق فتویٰ دیا اور معتبر کتابوں سے رائج روایات کو پیش کیا کہ ان محاصل کا وصول کرنا شرعاً ناجائز ہے۔

علما و مشائخ کے فتویٰ کے بعد فیروز شاہ نے حکم دیا کہ اس قسم کے تمام محاصل بند کئے جائیں۔

شاہی دربار کے مقابل ہاتھی پر سوار ہو کر شاہی فرمان تفصیل کے ساتھ سنایا گیا۔

مفتی لشکر شاہی قاضی نصر اللہ ہاتھی پر سوار ہوئے اور اس فرمان کو بادشاہ کی زبان میں بآواز بلند پڑھ کر سنایا جس کا مضمون یہ تھا کہ اگرچہ سلاطین قدیم نے جو نہایت دور اندیشی و عدل کے ساتھ ملک پر حکمران رہے مصالح ملکی کی بنا پر اس قسم کے محاصل رعایا سے وصول کئے لیکن چونکہ از روئے شرع ان محاصل کا وصول کرنا جائز نہیں ہے اس لئے میں اپنے عہد حکومت میں ان تمام محاصل کو یک قلم موقوف کرتا ہوں۔ مورخ عفیف اس محفل میں حاضر تھا اور خاکسار نے اپنے کانوں سے یہ فرمان سنا ہے۔

اس شاہی فرمان کی سماعت کے لئے عوام و خواص ہر طبقے کے بے شمار افراد جمع ہوئے تھے اور اس قدر مجمع تھا کہ حاضرین کا شمار نہیں ہو سکتا۔

قاضی نصر اللہ نے فرمان کو پڑھا اور جب الفاظ دانگانہ پر پہنچا تو عبارت کو مکرر پڑھا۔ واضح ہو کہ دانگانہ کو دھنگانہ بھی کہتے ہیں۔

فیروز شاہ کی روشن جہانداری کی کیا تعریف کی جائے جس نے ان تمام رقوم کو یک قلم موقوف فرما دیا۔

معتبر اشخاص نے مورخ عفیف سے بیان کیا کہ بادشاہ نے ان محاصل کو بند فرما کر بسیط تیس لاکھ تنگہ کا نقصان برداشت فرمایا۔

ان محاصل کی موقوفی سنہ ہجری میں عمل میں آئی

تیسرا مقدمہ

ایک زنار دار کا شاہی دربار کے سامنے جلایا جانا

نقل ہے کہ فیروز شاہ کو اپنے عہد حکومت میں ممالک محروسہ کے تمام حوالی و حوال

سے انکاری تھی۔

ایک راست گفتار مخبر نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ دہلی قدیم میں ایک نابکار بت پرست پیدا ہوا ہے جس نے اپنے خاص مکان میں مندر تیار کیا ہے اور ہندو و مسلم ہر قوم اور ہر طبقے کے اشخاص پرستش کے لیے اس شخص کے مکان میں جاتے ہیں۔

اس زنار دار نے ایک میرہ چوبی تیار کیا ہے اور اس کو مختلف اقسام کے نقش سے درست کر دیا ہے اور تمام ہندو معین روز اس کے قریب جمع ہو کر پرستش کرتے ہیں۔

چنانچہ کوئی عہدہ دار باخبر اس طرف توجہ نہیں کرتا۔

بادشاہ کو اس امر کی بھی اطلاع ہوئی کہ اس زنار دار نے ایک مسلمان عورت کو مرتد کر کے اپنے مذہب میں داخل کر لیا ہے۔

غرضیکہ اس قسم کی عجیب و غریب حکایات بادشاہ کے کانوں تک پہنچیں اور فیروز شاہ نے حکم دیا کہ اس زنار دار کو مع اس ساختہ میرہ کے فیروز آباد میں حاضر کریں۔

شاہی حکم کی تعمیل کی گئی اور فیروز شاہ نے تمام علماء و مشائخ کو اپنے حضور میں طلب کیا اور اُن سے تمام واقعہ بیان کر کے فتویٰ دریافت کیا۔

علماء و مشائخ و مفتیان شرع نے تمام کیفیت معلوم کرنے کے بعد مسئلہ شرعی بیان فرمایا اور عرض کیا کہ شرع شریف کا حکم یہ ہے کہ پیشتر اس زنار دار کو اسلام لانے کی ہدایت کی جائے اگر قبول نہ کرے تو اس کو زندہ جلا دیا جائے۔

مختصر یہ کہ زنار دار کو ہر چند اسلام میں داخل کرنے کی کوشش کی گئی لیکن اُس نے ایک نہ سنی اور مسلمان ہونے سے قطعاً انکار کیا۔

زنار دار شاہی دربار کے سامنے لایا گیا اور لکڑیوں کا انبار لگایا گیا۔

زنار دار کے ہاتھ پاؤں باندھے گئے اور اس کو لکڑیوں کے انبار میں ڈال دیا گیا اور اُس کا میرہ چوبی بھی انبار کے اوپر رکھ دیا گیا اور انبار کے نیچے آگ لگا دی گئی۔

اُس روز مورخ عفیف دربار میں حاضر تھا اور یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔

نماز ظہر کے وقت زنار دار کے میرہ میں دو جانب سے آگ لگا دی گئی۔

آگ ایک طرف سر کے جانب اور دوسری طرف پاؤں کے جانب روشن کی گئی۔

چونکہ لکڑی خشک تھی اس لئے پیشتر پاؤں کی جانب سے آگ روشن ہوئی۔

زنار دار نے اضطراب کی حالت میں سینہ سے آہ کھینچی اور اس درمیان میں سر کے جانب سے بھی آگ جو روشن ہوئی اور یہ شخص جلکر خاک سیاہ ہوگیا

بادشاہ کی حق پرستی کی کیا تعریف کی جائے جس نے ایک ذرہ بھی شرع سے تجاوز نہیں کیا۔

چوتھا مقدمہ

غیر مسلم افراد سے جزیہ وصول کرنا

نقل ہے کہ فیروز شاہ نے اپنے تمام دور حکومت میں شرع شریف کے مطابق حکمرانی کی اور احکام شرع کا ہمیشہ پاس ولحاظ رکھا۔

بادشاہ نے قوانین شریعت کو مدنظر رکھ کر غیر مسلم افراد سے جزیہ وصول کیا۔

فیروز شاہ سے پیشتر کسی بادشاہ کے عہد میں غیر مسلم رعایا پر جزیہ نہیں عاید کیا گیا اور ان فرمانروایان قدیم نے اس محصول کو معاف کر دیا تھا۔

فیروز شاہ نے تمام علماء ومشائخ کو جمع کیا اور ان سے فرمایا کہ یہ عام غلطی ہمیشہ سے چلی آرہی ہے کہ غیر مسلم افراد سے جزیہ نہیں وصول کیا جاتا۔

سلاطین گزشتہ نے اس امر پر زیادہ توجہ نہیں کی جس کی خاص وجہ یہی خیال کی جاسکتی ہے کہ بہی خواہان ملک پر غفلت طاری رہی اور انھوں نے سلاطین کو اس سے آگاہ نہیں کیا۔

چونکہ زنار دار گروہ مجموعہ کفر کی کلید ہے اور تمام غیر مسلم رعایا ان کی معتقد ہے اس لئے ان کو معاف نہ کرنا چاہئے اور ان سے ضرور جزیہ وصول کرنا چاہئے۔

تمام علمائے شریعت ومشائخ طریقت نے فتویٰ دیا کہ ہندوؤں اور پجاریوں سے نہایت شدت کے ساتھ جزیہ وصول کرنا چاہئے۔

تمام زنار دار جمع ہوکر کوشک شکار میں حاضر ہوئے اور بادشاہ کوشک مذکور میں تعمیر عمارت میں مصروف تھا۔

اس مجمع نے فیروز شاہ سے عرض کیا کہ ہمارے اسلاف نے کسی وقت اور کسی بادشاہ کے عہد میں جزیہ نہیں دیا ہے ہم کس طرح یہ محصول ادا کرکے اپنا منہ سیاہ کریں اور قلم کہاں سے ہم پہنچائیں ہم بادشاہ کے حضور میں اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ اس محل کے نیچے لکڑی کا انبار لگائیں اور بجائے جزیہ دینے کے اپنے کو زندہ جلا دیں۔

زنار دار گروہ کی تقریر بادشاہ کے کانوں تک پہنچی اور اس نے فرمایا کہ ان سے کہہ دو کہ اپنے کو اسی وقت جلا دیں اور ہلاک ہو جائیں لیکن ان کا جزیہ کسی طرح معاف نہیں ہو سکتا اس خیال محال کو اپنے دل سے دور کر دیں۔

اس گروہ نے کوشک کے قریب چند روز فاقہ میں بسر کئے اور اس طرح اپنے کو معرض ہلاکت میں ڈالا لیکن جب ان کو یقین ہو گیا کہ بادشاہ اپنے ارادہ میں پختہ ہے تو شہر کے تمام ہنود جمع ہوئے اور انھوں نے بالاتفاق زنار دار گروہ سے کہا کہ جزیہ کی وجہ سے تمھارا اس طرح ہلاک ہونا مصلحت کے خلاف ہے۔

غرضکہ تمام ہندوؤں نے پنڈتوں اور پجاریوں کا جزیہ اپنے ذمے لے لیا۔

دہلی میں جزیہ کی تین قسمیں تھیں اول چالیس دوم بیس اور سوم دس تنکے۔

تمام زنار داروں نے بادشاہ سے اپنے عجز کا اظہار کیا اور عرض کیا کہ تمام قسم جزیہ میں ہر فرد کیلئے کچھ کم کر دیا جائے۔

فیروز شاہ نے حکم دیا کہ ہر دس اشخاص پر پچاس تنکے جزیہ مقرر کیا جائے۔

بادشاہ نے یہ حکم دیکر رقم کی وصول یابی کے لئے عہدہ دار بھی مقرر فرمائے۔

پانچواں مقدمہ

دو دراز قد ایک کوتاہ قد اور دو باریش عورت کا حال

نقل ہے کہ فیروز شاہ کے عہد میں خدا کی قدرت سے بعض نادر اشخاص پیدا ہوئے جن میں بعض کا قد دراز بعض کا کوتاہ اور بعض عورات باریش اور بعض عجیب حیوانات داخل ہیں چنانچہ ہر فرد کا حال علیحدہ بیان کیا جاتا ہے۔

کوتاہ قد انسان کا قصہ۔ فیروز شاہ ٹھٹھہ کی مہم سے واپس آیا جیسا کہ مورخ اس سے قبل معروض تحریر میں لا چکا ہے۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہ ٹھٹھہ سے واپس آیا اور ایک کوتاہ قد انسان بادشاہ کے حضور میں پیش کیا گیا اس شخص کا قد ایک گز کے قریب بلند تھا اور دست و پا کی درازی بھی قد کے موافق تھی۔

اس شخص کا سر بھی اسی مقدار سے کوتاہ جو بادشاہ کے حکم کے مطابق چند روز دہلی و فیروز آباد میں رکھا گیا۔

خلائق شہر ہر چہار جانب سے اس شخص کو دیکھنے آتی اور تعجب کرتے تھے مورخ عفیف نے بھی اس شخص کو دیکھا ہے۔

عجب راز و اسرار الٰہی ہیں جن میں دم مارنے کی بھی گنجائش نہیں ہے۔

دو مرد سیہ رنگ و دراز قد کا قصہ۔ فیروز شاہ کے عہد حکومت میں جاجنگر کے ملک سے دو شخص بیحد دراز قد بادشاہ کے حضور میں پیش ہوئے جن کا رنگ قطعاً سیاہ تھا اور جو اس درجہ دراز قد تھے کہ اس زمانے کا دراز ترین شخص ان کی کمر تک پہنچتا تھا۔

مورخ عفیف نے بھی ان اشخاص کو دیکھا ہے ان دونوں کو منسک کہتے تھے۔

بادشاہ کے حکم سے یہ اشخاص بھی چند روز شہر میں رکھے گئے تاکہ خلائق ان کو دیکھ کر خدا کی قدرت کا تماشہ دیکھے۔

یہ اشخاص جب چلتے تھے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ دو منار سے جنبش میں آگئے ہیں۔

دو عورات باریش کا قصہ۔ فیروز شاہ کے عہد میں دو عورات باریش بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کی گئیں۔

عورتیں میانہ قد و غیر مسلم اور صاحب ریش و صاحب پستان تھیں۔

ان کا رنگ سیاہ تھا اور دونوں صاحب شوہر تھیں ان عورتوں کی داڑھی گردہ تھی مورخ عفیف نے بھی ان عورتوں کو دیکھا ہے جو درحقیقت عجائب مخلوقات میں تھیں۔

اب مورخ عجیب حیوانات کے حالات قلم بند کرتا ہے۔

فیروز شاہ کے عہد حکومت میں ایک سہ پایہ گوسفند لایا گیا جس کا رنگ ابلق تھا۔

اس جانور کے دو ہاتھ اور ایک پاؤں تھا اور دوسرے پاؤں کی جگہ پستان مانند گاؤ

کی شکل کی ایک پستان تھی۔

یہ گوسپند تین پاؤں سے چلتی پھرتی اور دانہ اور پانی بخوبی کھاتی اور پیتی تھی۔

یہ جانور بھی چند روز دربار شاہی قلعہ درمیان کوشک رکھا گیا تاکہ خلائق قدرت الہی کا تماشہ دیکھے

اضافۂ زاغ سیاہ پاؤں والا اسکے لال فیروز شاہ کے عہد میں ایک کوا لایا گیا جس کا تمام جسم تو سیاہ تھا لیکن اس کی چونچ اور اس کے پاؤں قطعاً سرخ تھے۔

اس قسم کا کوا ایک عجیب روزگار جانور خیال کیا جاتا ہے اس لئے کہ ہمارے زمانے کے تمام کوے دوسری طرح قطعاً سیاہ ہوتے ہیں اور ان کی چونچ اور پاؤں بھی جسم کی طرح سیاہ ہیں۔

اس کوے کی چونچ اور اس کے پاؤں سرخ تھے جو چند روز دربار شاہی میں رکھا گیا۔

مورخ عفیف نے بھی اس نادر روزگار جانور کو دیکھا ہے۔

طوطی سپید کا جس کی چونچ اور پاؤں سیاہ تھے قصہ اور سراہی دریا کی شیخ۔

فیروز شاہ کے عہد حکومت طوطی سفید پیش کیا اور بادشاہ نے حکم دیا کہ اس جانور کو کوشک نزول میں رکھیں تاکہ خلائق اس کو دیکھ کر خدا کی قدرت کا تماشہ دیکھیں اور عبرت حاصل کریں۔

ایسی ایک دریائی مچھلی کا سر پیش کیا گیا جو اس قدر بڑا تھا کہ ایک بیل بزرگ کے سر و خرطوم کی برابر تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ اور اس کی بزرگی و اقسام کے بابت جس قدر قصائص بھی بیان کئے جائیں سچ و واقعی ہیں۔

پنج پا گاؤ کا قصہ فیروز شاہ بادشاہ کے عہد دولت میں ایک گائے پیش کی گئی جس کے پانچ پاؤں تھے مورخ عفیف نے اس جانور کو دیکھا ہے جس کے چار پاؤں تو دیگر حیوانات کی طرح تھے اور پانچواں پاؤں گردن سے برآمد ہو کر شانہ تک آویزاں تھا اور جانور اس پانچم سے کسی قسم کی حرکت نہ کر سکتا تھا۔

یہ جانور بھی عجائب روزگار میں تھا جو اس عہد میں پیدا ہوا۔

اس جانور کا پائے پنجم انسانی انگشت ششم کے مانند بیکار تھا۔

یہ جانور بھی چند روز دربار میں بندھا رہا۔

اُس گائے کا قصہ جس کا سم سم اسپ کی طرح غیر چاک تھا۔ مورخ عفیف نے اس جانور کو دیکھا ہے۔

اس جانور کے دو دست کے سم سم اسپ کے مانند تھے اور دو پاؤں کے سم گائے کے سموں کی طرح پاک تھے اور جانور کا رنگ سفید تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ جانور بھی قدرت الٰہی کا تماشہ و نمونہ تھا۔

خانان و ملوک فیروز شاہی کی عظمت و شاہی کا ذکر

مورخ عفیف بھی دیگر مورخین کی طرح اب خانان و ملوک فیروز شاہی کی عظمت اور ان کے جاہ و جلال کا ذکر کرتا ہے۔

چھٹا مقدمہ

خان اعظم تاتار خاں کی عظمت کا بیان

نقل ہے کہ خان اعظم خدا کی درگاہ میں بندہ مقبول اور بادشاہ کا دست گرفتہ صاحب سیف و قلم تھا۔

واضح ہو کہ یہ امیر باعتبار نسل ترک تھا۔

معتبر روایت ہے کہ سلطان غیاث الدین تغلق کے عہد حکومت خراسان کے ایک صاحب جاہ و حشم فرمانروا نے ملتان و دیپال پور پر حملہ کر کے اس نواح کو غارت و تاراج کیا۔

یہ بادشاہ اپنی ایک بندی پر جو بہ صاحب حسن و جمال تھی اس درجہ شیدا تھا کہ اس کو ایک دم اپنے سے جدا نہیں کرتا تھا۔

اس مہم میں بھی یہ عورت بادشاہ کے ہمراہ و حاملہ تھی۔

بادشاہ خراسان کے ملتان دیپال پور میں قدم رکھتے ہی اس بیگم کے بطن سے بچہ پیدا ہوا۔

اتفاق سے اس شب سلطان تغلق نے خراسانی لشکر پر شبخون مارا اور قتل عام

شروع کر دیا خراسانی لشکر نے شکست کھائی اور ہر شخص نے راہ فرار اختیار کی اور پریشانی کے
عالم میں اس بچے کو گہوارہ میں چھوڑ دیا۔

سلطان تغلق کا لشکر مال غنیمت کو ہر جانب تلاش کر رہا تھا کہ ان کی نظر اس گہوارہ پر پڑی
اور گہوارہ مع بچے کے بادشاہ کے روبرو لایا گیا۔

سلطان تغلق نے اس نوزائیدہ بچے کو دیکھ کر بہت پسند کیا۔

بادشاہ نے اس خوش نصیب بچے کی بجائے فرزند کے پرورش شروع کی۔

سلطان تغلق نے فرزند کو تاتار ملک کے نام سے موسوم کیا جو اس عہد میں خورد سال
تھا یہ جوان ہوا اور سلطان محمد تغلق کے عہد حکومت میں جوان ہو کر مشہور زمانہ ہوا۔

یہ لڑکا دلاوری و زور آزمائی و شجاعت و بہادری میں یگانۂ زمانہ ہوا اور محمد تغلق کے
عہد حکومت میں لشکر کشی و فتوحات ملکی میں نادر روزگار بیان کیا جاتا تھا۔

اس شخص نے اپنے زور بازو سے بہترین ممالک فتح کئے۔

معتبر روایت ہے کہ ایک وقت سلطان محمد تاتار ملک سے آزردہ ہوا اور اس نے
اس امیر کو برے الفاظ سے یاد کیا اور تاتار ملک کو اپنے سے جدا کر کے دور روانہ کر دیا۔

تاتار ملک نے چند ابیات نظم کر کے بادشاہ کے حضور میں روانہ کیں۔

سلطان محمد نے یہ اشعار دیکھ کر بہت تعریف کی اور تاتار ملک کو اپنے حضور میں طلب کر کے
اس پر بہت نوازش فرمائی۔

فیروز شاہی عہد میں اس امیر کو تاتار خاں کا خطاب عطا ہوا اور چتر تعلیقہ کے عطف
سے سرفراز فرمایا گیا۔

اس پر مستزاد نوازش یہ ہوئی کہ چتر کے اوپر بجائے جانور کے زرین طاس رکھا گیا
جو محض سلاطین کے لئے مخصوص ہے۔

فیروز شاہ صحن مجلس کے محل میں دربار کرتا اور بادشاہ کے جانب راست جو وزراء کے لئے
مخصوص ہے تاتار خاں کو جگہ عطا ہوئی تھی اور بادشاہ کے جانب چپ خانجہاں مقبول کی جا
مقرر تھی۔

اگرچہ خانجہاں مقبول وزیر تھا لیکن بادشاہ کے جانب راست تاتار خاں ہی کو جگہ
عنایت ہوئی۔

تاتار خاں کی رحلت کے بعد یہ مسند خانجہاں کو عطا ہوئی۔

فیروز شاہ کو تاتار خاں پر اعتماد کلی تھا اور بادشاہ امور ملکی میں ہمیشہ تاتار خاں سے مشورہ کیا کرتا تھا اور بادشاہ اس امیر کی رائے کے مطابق مہمات ملک کو فیصل کرتا اور ان کے بابت احکام جاری کرتا تھا۔

خان مذکور بادشاہ کا بہی خواہ اور خیر اندیش تھا اور اُس کی فطرت جید عمدہ و سلیم واقع ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس امیر کو پسندیدہ صفات سے آراستہ فرمایا تھا۔

تاتار خاں نے توفیق الٰہی سے ملک حجاز کا سفر کیا اور حرمین شریفین کی زیارت کے بعد ہندوستان واپس آیا۔

اس امیر کی صحبت میں ہمیشہ علما و فضلا کا مجمع رہتا اور تاتار خاں اس مقدس گروہ کی عزت کرتا تھا۔

تاتار خانی جو بہترین و مشہور زمانہ تفسیر ہے، اسی امیر کی جمع کردہ ہے۔

معتبر راویوں کا بیان ہے کہ تاتار خاں نے ارادہ کیا کہ ایک مفصل تفسیر ترتیب دے۔

اس امیر نے تمام تفاسیر کو جمع کیا اور علما کے ایک گروہ کو جمع کر کے تمام آئمہ تفاسیر کے اختلافات کو نقل کر کے ہر آیت کے متعلق تمام اقوال اپنی تفسیر میں جمع کیے۔

تاتار خاں نے اس تفسیر کے جمع کرنے میں دل و جان سے کوشش کی اور ہر اختلاف کا حوالہ دے کر صاحب تفسیر کے نام کی تصریح کر دی۔

ہم کہہ سکتے ہیں کہ عالم کی تمام تفاسیر اس ایک کتاب میں جمع ہو گئی ہیں۔

یہ تفسیر مرتب ہوئی اور تاتار خاں نے کتاب کو تفسیر تاتار خانی کے نام سے موسوم کیا۔

اسی طرح خان اعظم ایک مجموعہ فتاویٰ بھی مرتب کیا جس کی ترتیب یہ ہے کہ پیشتر شہر دہلی کے تمام کتب فتاویٰ جمع کیں اور اس کے بعد ایک نسخہ ترتیب دیا جس میں ہر مسئلہ و ہر کلمہ میں مفتیان شرع کے اختلافات نقل کیے اور مفتی کے اختلاف کو صاحب فتویٰ کی طرف منسوب کر کے فتویٰ اور مفتی کی صراحت کر دی۔

یہ مجموعہ تقریباً تیس جلدوں میں مرتب ہوا۔

تاتار خاں علم شریعت میں مرتبہ عالی رکھتا تھا اور شریعت کی اتباع و تجربے سے طریقت اور طریقت سے علم حقیقت کی بارگاہ میں باریاب ہوا۔

اس امیر نے ان پر سہ علوم کے نکات و معارف حاصل کرنے میں جد و کوشش کی۔

تاتار خاں نے شوق طلب میں نردبان عشق پر قدم رکھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ابواب عشق اس کے قلب پر وا کر دئے۔

مختصر یہ کہ خان اعظم خاقان معظم عالم دین حاجی وغازی تاتار خاں کو احکام شریعت کا بےحد لحاظ تھا۔

یہ امیر قوانین شریعت سے سر مو تجاوز نہ کرتا تھا اور سفر و حضر ہر حالت میں شریعت پر کاربند رہتا تھا خان اعظم لشکر کشی کے لئے روانہ ہوتا تو کنیزان حرم کے ہمراہ لے جانے میں دیگر امرا کی تقلید نہ کرتا تھا۔

دیگر ملوک و خانان کا دستور تھا کہ اپنے کنیزوں کو اپنے ہمراہ رکھتے تھے اور سفر میں ان کے ہمراہ رہتی تھیں لیکن تاتار خاں نے اپنے حرم کو کبھی گھوڑے پر سوار نہیں کیا بلکہ ایک گاڑی تیار کرائی اور اسی میں کنیزوں کو سوار کیا۔

اس گاڑی کو ہندی میں بہل یا بہیر کہتے ہیں۔

تاتار خاں نے ستر کے خیال سے ان گاڑیوں کو تخت پوش کر دیا تھا اور انکو حجرہ کے مانند یار متصل کر دیا کہ نا محرم کی نظر ان پر نہ پڑے۔

کس درجہ احتیاط تھی جس کی تعریف نہیں ہو سکتی۔

غرضکہ اس امیر کے تمام افعال پسندیدہ تھے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو ہر طرح کی خوبی سے آراستہ فرمایا تھا۔

تاتار خاں نے جلوس فیروز شاہی کے چند سال بعد وفات پائی۔

ساتواں مقدمہ

خانجہاں کی عظمت کے بیان میں

نقل ہے کہ خانجہاں وزیر کا نام مقبول تھا اور اس کو خدا نے ہر صفت عطا فرمائی تھی۔ عالم جاہلیت میں اس کو کنو کے نام سے یاد کرتے تھے۔

یہ امیر دراصل تلنگی تھا جو اپنے گروہ میں تمام افراد سے بہتر و اعلیٰ خیال کیا جاتا تھا۔
جاہلیت کے زمانے میں راجہ تلنگانہ کا مقرب تھا۔
سلطان محمد تغلق نے راجے تلنگانہ کو دہلی کی جانب روانہ کیا اور راجہ نے راہ میں وفات پائی۔
خانجہاں محمد تغلق کے حضور میں حاضر ہو کر ایمان لایا اور بادشاہ نے اس کو مقبول کے نام سے موسوم کیا اور اس پر بے حد نوازش فرمائی۔
سلطان محمد نے خانجہاں میں ہر طرح کے جوہر قابلیت معائنہ کر کے اس کی فہم و فراست و سیاست و تدبر کا صحیح اندازہ کیا اور خانجہاں کو دہلی کا نائب وزیر مقرر کیا۔
خانجہاں پروانہ جات میں اپنی دستخط اس طرح پر کرتا کہ مقبول بندہ محمد تغلق۔
اگرچہ یہ وزیر نوشت و خواند سے قطعاً بے بہرہ تھا لیکن عقل و فراست میں یگانۂ زمانہ تھا اس کا اور کوئی اس کی عقل و فہم کا جواب نہ تھا
اس امیر نے محض اپنی عقل و فراست سے دارالملک دہلی کی بارگاہ کو آراستہ کیا۔
سلطان محمد کے ابتدائی زمانے میں اسکو قوام الملک کا خطاب عطا ہوا اور ملتان کا جاگیردار ہوا اور اس کے بعد نائب وزیر مقرر کیا گیا۔
اس زمانے میں خواجہ جہاں سلطان محمد تغلق کا وزیر تھا۔
مختصر یہ کہ خانجہاں نائب وزیر اپنے عہدہ کا اہل ثابت ہوا اور اس نے دیوان وزارت کو ہر طرح پر آراستہ کیا۔
اہل معاملہ و جاگیردار خواجہ جہاں سے اس وجہ نہ ڈرتے تھے جتنا کہ قوام الملک سے خوف کرتے تھے
خواجہ جہاں جب کسی صاحب منطقہ پر تنبیہ کرنا چاہتا تو اس کو قوام الملک کے سپرد کر دیتا تھا اور قوام الملک ایسے اشخاص پر بے حد سختی و تشدد کرتا۔
اسی طرح جب خواجہ جہاں دیوان وزارت سے اٹھ جاتا تو قوام الملک دیوان داری کر کے اہل متعلقہ پر بے حد سختی کرتا تھا اور بیشمار مال خزانہ شاہی میں جمع کرتا تھا۔
خواجہ جہاں خود بھی معاملات سلطنت و دیوان وزارت کے اہم امور کو قوام الملک ہی کی مہارت و فراست سے انجام دیتا تھا۔

خانجہاں نے سلطان محمد تغلق ہی کے عہد میں شفقت و علم آوری پیدا کر لی تھی۔
اسی زمانے میں سلطان محمد نے وفات پائی اور فیروز شاہی دور شروع ہوا اور خواجہ جہاں
باوصف فہم و فراست کے فیروز شاہ سے منحرف ہو گیا۔
خواجہ جہاں نے جیسا کہ مورخ مذکور مقالہ میں بیان کر چکا ہے سلطان محمد تغلق کے فرزند کو
بادشاہ بنایا اور سلطان فیروز شاہ سے مقابلہ کرنے کے لئے لشکر روانہ کیا۔
خواجہ جہاں اور قوام الملک دہلی میں مقیم تھے لیکن خانجہاں کو جب معلوم ہوا کہ فیروز شاہ
دہلی کے قریب آ گیا ہے تو یہ امیر بڑی دلیری و شجاعت کے ساتھ مردانہ وار روز روشن میں شہر
سے باہر آیا اور فیروز شاہ سے مل گیا۔
خانجہاں کے مل جانے سے گویا دہلی فتح ہو گئی۔
مورخ عفیف اب اُن امور کا ذکر کرتا ہے جو خانجہاں یعنی وزیر با تدبیر اور بادشاہ یعنی
فیروز شاہ کے درمیان پیش آئے۔
خانجہاں کا مسند وزارت پر بیٹھنا۔ روایت ہے کہ خانجہاں وزرائے با فہم و فراست
کی طرح مسند وزارت پر جلوس کرتا تھا اور جاگیرداروں اور اہل معاملات سے بڑی سختی و تاکید
کے ساتھ حساب لیتا تھا اور خزانہ شاہی کے لئے نہایت احتیاط سے مال وصول کرتا تھا۔
خزانے کی کروڑی روزانہ اُس کے ملاحظہ میں پیش ہوتی تھی اور اس موقع پر وزیر نہایت
تاکیدی احکام جاری کرتا تھا کہ جس قدر زیادہ ممکن ہو مال خزانہ شاہی میں داخل کرو
اگر کسی روز خزانہ شاہی میں کم داخل ہوتا تو وزیر تمام عمال کو برے الفاظ سے یاد کرتا
بلکہ غم و غصہ کی حالت میں نہایت فکر مند و بے چین ہوتا تھا۔
خان جہاں اُس روز طعام نہ کھاتا اور فرماتا کہ ملک و دولت کا قیام اور سلطنت کا
استحکام مال و نقد سے ہوتا ہے اگر خزانہ میں مال کم ہو گا یا کسی دوسری مد میں ضائع ہو جائے گا تو
بنیاد سلطنت میں خرابی واقع ہو گی۔
اگر خدانخواستہ کسی سبب سے خزانہ شاہی قطعاً خالی ہو جائے گا تو اس سلطنت کا قیام
دشوار بلکہ ناممکن ہو جائے گا۔
یہی وجہ تھی کہ وزیر مذکور شب و روز مال جمع کرنے میں مصروف رہتا تھا۔
خانجہاں کی سواری کا قصہ۔ جب سمجھو کہ فیروز شاہ کوئی مہم یا شکار کے لئے سفر کرتا تو

خانجہاں وزیر کو بطور نائب شہر میں متعین کرتا تھا۔

وزیر مذکور بادشاہ کی عدم موجودگی میں دوسرے یا تیسرے روز جوار شہر میں سوار ہو کر جاتا
اور اس طرح رعایا کو اپنے جاہ و حشم سے مرعوب کرتا تھا۔

خانجہاں کی سواری کی یہ شان و شوکت ہوتی تھی کہ جاہ و حشم و بیشمار ہاتھی اور پیادے
جو تمام و کمال خود خانجہاں کے ملازم ہوتے تھے اس کے ہمراہ ہوتے تھے۔

ان کے علاوہ خانجہاں کے فرزند اور نواسے اور داماد اور غلام دریائی و تازی و
ترکی گھوڑوں پر سوار سپید کمر بند و بیش قیمت کلاہ سے آراستہ اس کے جلو میں ہوتے تھے۔

وزیر مذکور اس شان و شوکت سے بیحد جاہ و جلال کے ساتھ فیروز آباد سے دہلی تک
سفر کرتا اور وزیر کی یہ شان دیکھ کر خلقت خدا مطمئن ہوتی اور شہر میں انتظام قائم رہتا تھا۔

مورخ عفیف کے والدین نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ فیروز شاہ نے اپنے آغاز
جلوس میں سات برس کامل صرف تیرہ روز شہر میں مقیم رہا۔

بادشاہ دو یا تین سال کے بعد شہر میں آتا اور صرف چند روز فیروز آباد میں قیام کر کے دوسری
سمت روانہ ہو جاتا تھا اور خانجہاں وزیر تمام مملکت و تمام خلائق سلطنت کو قابو میں رکھتا تھا۔

خانجہاں کے پاس بیشمار سپاہ و حشم تھے اور نیز یہ کہ اس کے فرزند و داماد اور نواسے
بھی لاتعداد تھے۔

اس کے علاوہ اس امیر کے غلام عبید قوی و تندرست تھے۔

خانجہاں چونکہ خیرخواہ اور خیر اندیش وزیر تھا یہی وجہ تھی کہ فیروز شاہ نے سات سال
کامل مخالف و بدخواہ جماعت کو پامال کیا اور ہر سرکش و شورہ پشت شخص کو نیچا دکھایا۔

خانجہاں کی وفات کے بعد فیروز شاہ نے سواری کرنا ترک کر دیا بلکہ اگر سواری کرتا تو
صرف جوار دہلی میں سیر کر کے واپس ہوتا۔

پسران و دامادان خانجہاں کا قصہ۔ خانجہاں کے فرزند بیشمار تھے اس لئے کہ اس امیر
کو حرم خانجہاں کنیزوں اور حرم کے جمع کرنے سے بیحد دلچسپی تھا چنانچہ ایک روایت یہ ہے کہ اس
کے حرم میں روم و چین کی دو ہزار کنیزیں جمع تھیں۔

ہر کنیز مرصع و مکلل لباس میں آراستہ ہو کر سامنے آتی تھی اور خانجہاں ان مشاغل کی
باوجود اپنے حرم کے ساتھ عیش و نشاط میں مشغول رہتا تھا۔

خانجہاں کثیر الاولاد بھی تھا اور اس امیر کی اولاد کی کثرت کی بابت جو خبر بادشاہ کو ہوئی تو اس نے اپنی پرورش و احسان سے یہ فرمایا کہ ہر فرزند جو خانجہاں کے حرم میں پیدا ہو اس کی پرورش کے لئے گیارہ ہزار تنکے مقرر کئے جائیں اور اسی طرح نواسہ و دختر کے لئے پندرہ ہزار کی رقم منظور فرمائی۔

بادشاہ نے اس امیر کے فرزند و داماد تمام افراد کو گھر سے بیدہ مرحمت فرمائی یہی وجہ تھی کہ خانجہاں کے تمام فرزند و داماد اور نواسے باکلاہ و کمر رہتے تھے۔

اس امیر کی شوکت اور اس کے جاہ و حشم نے اس حد تک ترقی کی کہ فیروز شاہ نے بار ہا یہ کہا کہ دہلی کا فرمانروا در اصل عظیم ہمایوں خانجہاں ہے۔

خانجہاں کا کارکنان سلطنت کو بادشاہ سے آزاد کرنا۔ کارکنان و عمال سلطنت سے اگر طمع کی وجہ سے کوئی خیانت ظہور میں آتی تو ان اشخاص کو بادشاہ کے حضور میں لے جاتے تھے۔ خانجہاں جو خود صاحب فہم و فراست تھا کلی معاملات کے فیصل کرنے میں بڑی کوشش کرتا تھا اور اپنی عقل و دانش و نیز تدبیر و سیاست سے تخت شاہی کے سامنے کامیاب ہوتا اور بادشاہ کا غصہ ٹھنڈا کر دیتا تھا۔

حقیر اشخاص نے مورخ عفیف سے بیان کیا ہے کہ فیروز شاہ کے فراش خانہ میں ایک عدد موزہ جو بیحد مرصع و مکلل و جواہر نگار تھا کارکن عملہ کے سپرد تھا۔

اس موزہ کی قیمت اسی ہزار تنکے تھی جس کو کارکنان عملہ نے کسی ترکیب سے لکھنوتی کے مرسولوں میں شامل کر کے اس کی قیمت کو باہم تقسیم کر لی۔

چند روز کے بعد بادشاہ نے اس موزہ کو طلب کیا اور تمام عمال نے عرض کیا موزہ مذکور لکھنوتی روانہ کر دیا گیا ہے۔

فیروز شاہ نے اپنی عقل و فراست سے اس امر کا اندازہ کر لیا کہ عمال غصب نے موزہ تلف کر دیا ہے

بادشاہ نے ان کا غصہ سنا اور ارادہ کیا کہ تمام عمال کو شدید سزا دے۔

فیروز شاہ کے ان ارادہ سے خانجہاں کو اطلاع ہوئی اور وزیر مذکور نے حضور میں حاضر ہو کر تمام حالت معائنہ کی

اس موقع پر وزیر نے خیال کیا کہ بادشاہ ان کارکنان عملہ کو تباہ و برباد کر دے گا اور

خانجہاں اُٹھا اور تختِ شاہی کے روبرو مؤدب استادہ ہو کر ان مجرمین کی گردنیں زور سے پکڑیں اور ان کو کشاں کشاں دربار سے باہر لے آیا۔

جب یہ اشخاص بادشاہ کی نظر سے پوشیدہ ہو گئے تو خانجہاں نے ان افراد سے کہا کہ اے خون گرفتہ گروہ میں نے تمہاری جان بچا دی اب اُس مسروقہ موزہ کی قیمت مبلغ اسی ہزار تنکے خزانۂ بادشاہی میں داخل کر دو۔

غرضیکہ دوسرے روز بادشاہ نے خانجہاں سے دریافت کیا کہ کارکنان علے نے موزہ کیا کیا۔

خانجہاں نے جواب میں عرض کیا کہ موزہ کی قیمت مبلغ اسی ہزار تنکے خزانۂ بادشاہی میں پہنچ گئے اب موزہ کی بازپرسش کی تحقیق کیا باقی بچا ہوا ہے۔

سبحان اللہ خانجہاں کی فہم و فراست کی کیا تعریف کی جائے۔

خانجہاں کا فیروز شاہ صاف جواب دینے کا واقعہ۔ نقل ہے کہ فیروز شاہ ٹھٹھہ کی مہم سے واپس آیا اور کوشک سابورہ کی تعمیر میں مصروف ہوا۔

بادشاہ بیشتر اوقات سابورہ میں مقیم اور قصر کی تعمیر میں منہمک رہتا اور خانجہاں فیروز آباد میں ملکی امور کو بجد و کوشش سے انجام دیتا تھا۔

وزیر مذکور مسند وزارت پر بیٹھ کر ہر ملک کے عمال و کارکن سے حساب لیتا اور ہر قسم کی بازپرس کرتا تھا۔

خانجہاں کا قاعدہ تھا کہ ہفتہ کے روز فیروز شاہ کی خدمت میں سابورہ حاضر ہوتا اور ملک کے تمام جزئی و کلی واقعات سے بادشاہ کو آگاہ کرتا تھا۔

فیروز شاہ نے یقین کر لیا کہ خانجہاں اُس کا وفادار و مخلص ملازم ہے اور اسی بنا پر ارادہ کیا کہ اُس کا مرتبہ وزارت سے بلند کرے

ایک روز بادشاہ نے اپنے دو معتبر امیر ملک شاہین اور ملک سیف الحجاب کو فیروز آباد خانجہاں کے پاس روانہ کیا اور اُن امیروں کو حکم دیا کہ بادشاہ کی زبان سے خانجہاں کو مژدہ سنائیں کہ بادشاہ کو وزیر کی نمک حلالی و اخلاص پر پورا اعتماد ہے۔

فیروز شاہ چونکہ خانجہاں پر شخص اپنی ذات کے اعتماد رکھتا ہے اس لیے بادشاہ کا ارادہ ہے کہ اس کا مرتبہ عہدۂ وزارت سے بلند کرے اور اسی بنا پر فیروز شاہ کا فرمان ہے

کرامت خاں کے مرتبے کے لائق نہیں ہے۔

خانجہاں دربار شاہی میں زر دوزی جو جا بچھے پر تخت کے متصل نشست اختیار کرے اور مسند ظفر خاں کو عطا کرے۔ اس لیے کہ تخت کے متصل زر دوزی مسند وزارت سے بلند و بالا ہے۔

غرضکہ یہ دونوں امیر خانجہاں کے پاس فیروز آباد گئے اور انھوں نے بادشاہ کا پیغام پہنچایا۔ خانجہاں نے تھوڑی دیر غور کیا اور اس کے بعد کہا کہ بادشاہ اسی حیلے سے مسند وزارت مجھ سے لے کر مجھ کو اس عہدے سے معزول کرنا چاہتا ہے اور ظفر خاں کو وزیر مملکت بنانے کا ارادہ رکھتا ہے۔

خانجہاں نے کہا کہ مسند ہی بادشاہ کا عطیہ ہے اور جہانگیر نظامِ عالم ہی کا عطیہ تھا لیکن گزارش یہ ہے کہ جس روز شیخ کی حدود میں بندے نے بادشاہ کی قدم بوسی کا شرف حاصل کیا ہے اسی روز بادشاہ نے توقیعِ وزارت اپنے قلم سے تحریر فرما کر مجھ کو عطا فرمائی بلکہ اس تحریر کو کافی نہ خیال کر کے یہ قسم فرمایا کہ جب تک کہ میں اور میری اولاد حکمراں رہے گی مرتبۂ وزارت تجھ کو اور تیری اولاد ہی کو عطا ہوگا۔

خانجہاں نے توقیعِ وزارت ملک شاہین کو دیا اور اس سے کہا کہ تم میری جانب سے بادشاہ سے عرض کرو کہ حضرت شاہ نے جس طرح اسی توقیع کو اپنے دستِ مبارک سے تحریر فرمایا ہے اُسے اپنے ہی ہاتھ سے اس کو چاک بھی فرما دیں اور مسند وزارت ظفر خاں کو عطا فرمائیں۔

غرضکہ ملک شاہین اور ملک سید الحجاب بادشاہ کے حضور میں پہنچے اور انھوں نے فیروز شاہ سے خانجہاں کا قول نقل کیا۔

بادشاہ نے یہ تقریر سن کر فرمایا کہ معاذ اللہ میرا ہرگز یہ منشا نہیں ہے کہ میں خان جہاں کو مسند وزارت سے معزول کروں میرا تو یہ ارادہ تھا کہ خانجہاں کا مرتبہ بلند و بالا کروں لیکن چونکہ اس کو خود یہ منظور نہیں ہے تو بہتر ہے وہ مسند ہی پر وزارت کے فرائض انجام دے۔

دوسرے روز خانجہاں تمام کوائف و امور کے عرض کرنے کے لیے سوار ہو کے فیروز آباد حاضر ہوا اور بادشاہ نے وزیر سے فرمایا کہ خانجہاں میرا ارادہ یہ تھا کہ تمھارا مرتبہ

عہدہ ادا کروں لیکن تم نے اس کے برعکس اپنا عزل خیال کیا۔

خانجہاں نے عرض کیا کہ بندہ اب زیادتی جاہ و مرتبہ کا خواہاں نہیں ہے اگر فرستادہ بادشاہ کے حکم کے مطابق نیابتاً چند روزی پر تخت کے متصل دیوان کرے گا تو اگرچہ یہ امر درحقیقت تو میری سرفرازی کا باعث ہوگا لیکن خلقت خدا مجھ کو مسند پر متمکن نہ دیکھ کیا خیال کرے گی اور کیا کہے گی تمام خلقت شہر یہی خیال کرے گی کہ بادشاہ نے اپنے بندہ قدیم خانجہاں کو مسند وزارت سے معزول کر دیا ہے۔

بندہ جو گفتاری میں دربار کے روبرو مسند وزارت پر بیٹھا ہے اور خلقت خدا مجھ کو دیکھتی آتی اور یہ کہتی ہے کہ خانجہاں بدستور اپنے عہدہ پر برقرار ہے اس لئے بندہ کے لئے مسند ہی مناسب ہے نیابتاً چند روزی ظفر خاں یا کسی اور اہل امیر کو عطا ہو۔

بادشاہ نے خانجہاں کی یہ تقریر سن کر مسکرا دیا اور خاموش ہو رہا۔

عین الملک کی معزولی کا حال۔ نقل ہے کہ عین الملک کو عین ماہرو کہتے تھے۔

فیروز شاہ اپنے آغاز جلوس میں اشراف ممالک اور دیوان وزارت میں دربار کرتا اور چاہتا تاکہ کارہائے ملک کو بخوبی انجام دے۔

عین الملک بحد دانشمند عالم و کامل و فاضل تھا جو فہم و فراست و عقل و علم و فضل و کمال میں یگانۂ زمانہ تھا۔

اس امیر کے فضل و کمال و نیز عقل و دانش کے بابت معتبر حضرات سے مورخ عفیف سے یہ روایت کی ہے کہ سلطان محمد تغلق کے عہد میں عین الملک کے برادران سے کچھ جرم سرزد ہوا۔

سلطان محمد تغلق نے برادران عین الملک کو مجرم خیال کر کے مصلحت ملکی کی بنا پر خود عین الملک پر بھی فی الجملہ عتاب کیا۔

اس واقعہ کے چند روز بعد محمد شاہ نے دربار کیا اور ایک شامیانہ تخت کے متصل کھنچوایا محمد تغلق نے اس روز تمام علما و مشائخ و قضاۃ و معارف و بزرگان شہر و نیز تمام خاص و عام کو دربار میں طلب کیا۔

بادشاہ کے حکم کے مطابق تمام اعوان و انصار حاضر ہوئے اور تمام حاضرین آداب شاہی بجا لائے۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ اس مجمع میں سے تمام ممتاز اشخاص کو حضور میں حاضر کرو۔
شاہی حکم کی تعمیل کی گئی اور محمد تغلق نے ان کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ میں تم سب سے ایک سوال کرتا ہوں اس کا جواب دو۔

بادشاہ نے کہا کہ فرض کرو کہ ایک شخص کے پاس ایک بیش بہا موتی و جوہر گراں قیمت رہے۔ اتفاق سے یہ گوہر بے بہا گم ہو گیا لیکن حسن اتفاق سے اس شخص نے ایک روز اس گراں بہا جوہر کو نجاست میں افتادہ دیکھا۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ شخص اس موتی کو نجاست سے اٹھا لے یا نہیں اس موقع پر تمام حاضرین نے وغیرہ ارکان سلطنت نے عرض کیا کہ اس بیش بہا گوہر کو چھوڑ دینا مصلحت نہیں ہے۔
محمد تغلق نے یہ گفتگو سب اہل مجلس سوال کی شرح کی اور عین الملک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ وہ گوہر خواجہ عین الملک کی ذات ہے جو اپنے نجاست صفت بھائیوں کے درمیان میں پڑا ہوا تھا اب میں نے اپنے گوہر مقصود کو پا لیا اب اس کا چھوڑ دینا مصلحت نہیں ہے۔

بادشاہ نے یہ فرمایا اور عین الملک کو غالیچہ پر بیٹھنے کا حکم دیا۔
اس حکایت کے بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ عین الملک اپنے فضل و کمال کے اعتبار سے اس پایہ کا امیر تھا جس کے فضل و کمال کی انتہا نہیں ہے۔
اس امیر نے اکثر کتابیں محمد تغلق و فیروز شاہ کے عہد میں تصنیف کیں منجملہ ان کے ترسل عین الملک ہے جو ہر زبان میں تمام عالم میں مشہور ہے۔
مختصر یہ کہ مولف اب اصل سخن کی طرف رجوع کرتا ہے۔
واضح ہو کہ عین الملک عہد فیروز شاہی میں وزارت ملک کے اشراف ممالک کے عہدے پر سرفراز تھا۔

یہ امیر عدالت میں بیٹھ کر اپنے فرائض کو بخوبی انجام دینے کی کوشش کرتا تھا اور دیوان وزارت میں سبقت اختیار کرتا تھا لیکن اتفاق سے عین الملک اور خانجہاں کے درمیان طرز گفتگو ہوتی اور ہر ایک اشارہ و کنایہ میں دوسرے کی عیب جوئی کرتا۔

اس معاملے نے اس قدر طول کھینچا کہ دونوں امیروں میں بحث تیز و مخالفانہ گفتگو ہوئی اور ہر فرد اپنی حد سے تجاوز کرکے دوسرے کے حق میں نازیبا الفاظ استعمال کرنے لگا۔

ایک روز خانجہاں نے عین الملک سے غصہ میں کہا کہ مشرف کو کاغذ مفصل سے کیا سروکار، اور اس کو کیا حق ہے کہ مقطعداروں سے حساب مفصل طلب کرے۔ اس کا منصب صرف جمع کا ذمہ دار ہے خرچ کی تحقیقات کرنا مستوفی کے فرائض میں داخل ہے۔

عین الملک نے جواب دیا کہ مستوفی کو جمع مفصل کی شکل سے کیا سروکار ہے۔

غرضیکہ دونوں امیر بحث و مباحثہ کرتے ہوئے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے اور مستوفی و مشرف کے فرائض کے متعلق گفتگو کی۔

اس روز فیروز شاہ نے فرمایا کہ کارکنان معاملات و مقطعداروں کو ہدایت کی جائے کہ دیوان اشراف میں جمع مفصل و خرچ مجمل، اور دیوان استیفا میں خرچ مفصل و جمع مجمل اور دیوان وزارت میں جمع و خرچ مفصل پیش کریں۔

اس حکم سے پیشتر یہ دستور دیوان وزارت سے مخصوص تھا اور تمام سلاطین نے ان دونوں شعبہ جات میں یہی قانون قائم رکھا تھا لیکن دونوں صاحبوں کی گفتگو و مخالفت نے اس درجہ طول کھینچا کہ دشنام اور بدزبانی کی نوبت آگئی۔

ایسا ہوا کہ خانجہاں نے عین الملک کے حق میں اس کو سخت سست الفاظ کہے اور عین الملک نے بے کسی پاس و لحاظ کے خانجہاں کو پریشان کن کلمات سنائے۔

اس موقع کے لحاظ سے معتبر اشخاص نے مورخ عفیف سے بیان کیا تھا کہ ایک مرتبہ فیروز شاہ اپنے جاہ و حشم کے ہمراہ دہلی سے شکار کے لئے روانہ ہوا اور خانجہاں و عین الملک بھی بادشاہ کے ہمراہ تھے۔

بادشاہ نے ایک منزل میں قیام کیا اور عین الملک دوپہر کے وقت اپنے فرودگاہ سے روانہ ہو کر خانجہاں کے خیمہ تک آیا اور گھوڑے سے اتر کر خانجہاں کے سراپردے کے اندر گیا۔

خانجہاں کے مقرب اشخاص نے یہ واقعہ وزیر سے بیان کیا لیکن جونہی کہ خانجہاں اپنے خیمہ سے نکل کر عین الملک کی خاطر و مدارات کرے عین الملک کے ایک حاشیہ نشین نے اس سے کہا کہ یہ سراپردہ خانجہاں کا ہے۔

اس موقع پر عین الملک نے اپنے عذر پر غور کیا اور کہا کہ اے خاقانِ وقت میں خانجہاں کے سراپچہ کے قریب گھوڑے سے اترا تھا اس وقت تم نے مجھ کو کیوں نہ آگاہ کیا۔

عین الملک نے یہ کہا اور بغیر ملاقات کئے واپس ہوا اور بادشاہ کے قیام گاہ میں داخل ہوا۔
خانجہاں کو معلوم ہوا کہ عین الملک واپس گیا اور بادشاہ کے حضور میں حاضر ہے۔

خانجہاں بھی سوار ہو کر فیروز شاہ کے حضور میں آیا اور عین الملک کی آمد و بازگشت کی مفصل کیفیت بادشاہ سے بیان کی۔

فیروز شاہ نے عین الملک کو طلب کیا اور اس کو دیکھ کر مسکرایا اور کہا خواجہ عین الدین تمہارا خواجہ جہاں کے سراپچہ میں آنا اور بغیر ملاقات کے واپس جانا بے معنی خیال کیا جا سکتا ہے تم کو لازم تھا کہ خانجہاں سے ملاقات کرتے۔

عین الملک نے اس موقع پر نہایت معنی خیز گفتگو کی اور عرض کیا کہ بندہ خانجہاں کے فرودگاہ پر حاضر نہ ہوا تھا بلکہ بادشاہی سراپردہ میں حاضر ہونے کا ارادہ تھا لیکن چونکہ بادشاہ و وزیر کے خیمہ میں کوئی فرق نہیں ہے اس لئے سراپچہ لعل و خلعت و خرگاہ و بارگاہ و حشم شاہ و وزیر دو حضرات کے سراپچے میں ہوتے ہیں اس لئے مجھ کو دھوکہ ہوا اور میں نے خانجہاں کے خیمہ کو شاہی سراپچہ سمجھا۔ عین الملک کے یہ کلمات پریشان کن تھے اور خانجہاں نے عرض کیا کہ اب بندہ کا ملک میں رہنا بہتر نہیں ہے بلکہ اب مجھ کو ہندوستان سے ہجرت کر کے کعبہ شریف روانہ ہو جانا چاہئے۔

ظاہر ہے کہ اب تک میرے اور حریف کے درمیان میں کچھ دال روٹی تھی کسی نہ کسی طرح گزر ہو سکتی تھی لیکن اب چونکہ عین الملک حریف پرداز نے میری بارگاہ کو شاہی بارگاہ کے مساوی قرار دیا ہے تو اس حیلہ سے میری جان کو معرض خطر میں ڈال دیا ہے مجھ کو اسی وقت رخصت ہو تا کعبہ شریف کی راہ لوں۔

فیروز شاہ نے یہ تقریر سنی اور خلوت میں جا کر فریقین کے بابت غور و فکر کرنے لگا۔
مختصر یہ کہ خانجہاں اور عین الملک میں گفتگو بڑھ گئی اور نزاع حد سے باہر ہو گئی۔

چند روز اسی حالت میں گزرے تھے کہ ایک روز خانجہاں اور عین الملک پردہ اسیر دیوان میں موجود تھے کہ اسی اثنا میں خانجہاں نے عین الملک سے کہا کہ اے حرام خوار بدکردار تو نے یہ کیا کہا۔
عین الملک نے بھی خانجہاں کو سختی سے جواب دیا اور سخت و سست کہا۔

فیروز شاہ اس وقت محل خلوت میں تھا کہ خانجہاں اُس وقت بادشاہ کے حضور میں
حاضر ہوا۔

فیروز شاہ نے اپنے وفادار وزیر کو پریشان صورت دیکھ کر اُس سے کہا کہ خانجہاں خیر ہے
کیوں اس درجہ پریشان ہو اور کیا وجہ ہے کہ بے موقع محل میں داخل ہوئے ہو۔

خانجہاں نے یہ تقریر سن کر شکوہ آغاز کیا اور کہا کہ عین الملک نے عوام کے دیوان میں
بیٹھ کر فدوی کو سخت و پریشان الفاظ سے یاد کیا ہے۔

خداوند عالم نے فدوی کو سرفراز فرما کر منصب وزارت عطا کیا ہے اور مسند اعتبار
عطا فرمائی ہے اگر کوئی شخص حسد کی بنا پر بندہ کی اہانت کرے تو فدوی کا کیا وقار باقی رہے گا بہتر
یہ ہے کہ مسند وزارت عین الملک کو عطا ہو۔

فیروز شاہ نے یہ الفاظ سن کر غور سے غور کیا اور سر اٹھا کر کہا کہ خانجہاں میں نے مسند وزارت
تم کو عطا کی ہے اور تمام عملہ دیوان کو تیرا ماتحت مقرر کیا ہے۔

جس شخص کو تو مناسب خیال کرے خدمت پر بحال رکھ اور جس کو تو چاہے خدمت سے
معزول کر اگر عین الملک نے تیری اہانت کی ہے تو اُس کو عہدہ اشراف سے برطرف اور کسی دوسرے
امیر کو مشرف کی خدمت عطا کر۔

فیروز شاہ نے خانجہاں کو خلعت خاص عطا فرمایا اور وزیر مذکور بہ عزت و مسرت کے
ساتھ اپنے مکان واپس آیا اور اطمینان سے اپنے فرائض انجام دینے لگا۔

خانجہاں نے تحفہ وزارت کو عین الملک کے پاس روانہ کیا اور اُس کو پیغام دیا کہ
تو منصب اشراف سے معزول کیا گیا۔

فیروز شاہ نے عین الملک کے حق میں جو کچھ کیا وہ محض خانجہاں کی عظمت و عزت کے
لحاظ سے کیا فیروز شاہ کا معمول تھا کہ جب شکار سے واپس آتا اور شہر میں داخل ہوتا تو خانجہاں
بادشاہ کی قدم بوسی کرتا اور فیروز شاہ باوصف اپنی عزت و جاہ و جلال کے گھوڑے سے اتر کر
خانجہاں کو آغوش میں لیتا اور پرسش حالات کرتا تھا۔

غرضیکہ خانجہاں کی وفات تک شاہ و وزیر کے درمیان کسی قسم کی غیریت نہ تھی۔

مختصر یہ کہ عین الملک نے معزولی کی خبر سنی اور تین روز متواتر دربار میں حاضر نہ ہوا۔
اس مدت کے بعد عین الملک پھر اگلے دن حاضر ہوا اور بادشاہ کو سلام کیا۔

فیروز شاہ نے عین الملک کو اپنے قریب بلایا اور اس سے کہا کہ عین الملک تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ مخالفت و عداوت میں ملک کے ملک برباد ہو گئے ہیں اور تمام مخلوق پیر و جوان سب ناامید و نامراد ہوئے ہیں چونکہ تقدیر الٰہی سے تمھارے اور خانجہاں کے درمیان مخالفت پیدا ہوگئی ہے اس لئے تمھارا یہاں قیام کرنا مناسب نہیں ہے تم کو ملتان و بھکر و سیوستان کی صوبہ داری عطا کرتا ہوں اپنی جاگیر جاؤ اور وہاں کا انتظام کرو۔

عین الملک نے یہ فرمان سنا اور بادشاہ کے حضور میں اس نے بیان کیا کہ بندہ اپنے اقطاع کا انتظام کرے گا لیکن دیوان وزارت میں حساب نہ دے سکے گا البتہ بادشاہ کے حضور میں تمام معاملات کو پیش کرے گا۔

فیروز شاہ نے فرمایا کہ عین الملک میں نے تیری خاطر سے اقطاع ملتان کو دیوان وزارت سے خارج کیا تم اس صوبہ میں جو انتظام کرو گے وہی قابل قبول خیال کیا جائے گا اور تمھاری تحریرات کافی سمجھی جائے گی۔

غرضکہ عین الملک نے ان شرائط پر ملتان کی صوبہ داری قبول کی۔

اس کے بعد مورخ عفیف نے عین الملک کے بابت ایک ایسی عجیب و غریب روایت سنی ہے جو اس قابل ہے کہ تاریخ کے صفحات میں لکھی جائے یہ حکایت حسب ذیل ہے۔

واضح ہو کہ عین الملک خانجہاں کی وجہ سے اپنے عہدے سے معزول ہوا اور تمام مقرب امرا و عمال اس واقعے سے خائف ہو کر ایک جگہ جمع ہوئے اور ان امرا نے باہم یہ گفتگو کی کہ آج عین الملک معزول ہوا ہے کل ہمارا بھی یہی حال ہوگا۔

ان امیروں نے بادشاہ کے کان بھرنے شروع کیے اور ارادہ کیا کہ خانجہاں کو معزول کر کے اس کو ذلیل کریں لیکن بادشاہ نے اس موقع پر فرمایا کہ اگر عین الملک موجود ہوتا تو میں اس سے مشورہ کرتا اس زمانے میں عین الملک ملتان روانہ ہو کر دہلی سے بیس کوس کی راہ طے کر چکا تھا۔

بادشاہ نے فرمان روانہ کیا کہ اپنا اسباب و تمام خیمے وہیں چھوڑ کر جلد یہاں آجائے یہاں ہر طرح کی خیریت ہے لیکن ایک امر میں مشورہ کرنا ہے تم جلد پہنچو اور مشورہ میں شریک ہو کر جلد واپس جاؤ۔ عین الملک یہ فرمان پاتے ہی جلد سے جلد دہلی پہنچا اور بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔

فیروز شاہ ان امرا اور عین الملک کے ہمراہ خلوت میں بیٹھا اور ان امرا سے مشورہ

طلب کیا پھر امیر نے امورِ ملکی کے بابت گفتگو کی اور عرض کیا کہ وزیر سلطنت کو اس درجہ با اختیار
کرنا سلطنت کے خلاف ہے اس کے حالات و معاملات سے ہر وقت خبردار رہنا چاہئے۔

بادشاہ یہ گفتگو سن کر عین الملک کی طرف متوجہ ہوا کہ اس کے خیالات کا اندازہ کرے اور اس
کی تقریر سے عین الملک نے دیگر امرا کی گفتگو سن کر عرض کیا کہ اس قسم کے خیالات دل میں لانا اور
ایسے بدخطرات سے قلب و دماغ کو پریشان کرنا مملکت و سلطنت میں خرابی و فساد پیدا کرتا ہے
جو شخص اس قسم کے توہمات میں گرفتار رہے وہ ہرگز ملک کا بہی خواہ نہیں ہے ظاہر ہے
کہ خانجہاں بے مثل و یگانۂ روزگار وزیر ہے اس کو اس مرتبہ سے علٰحدہ کرنے میں خدا جانے
کیا حال رونما ہو۔

یہ بھی ممکن ہے کہ سلطنت برقرار رہے اور اس امر کا بھی امکان ہے کہ اس کے
معزول کرنے میں بنیاد سلطنت جنبش میں آ جائے۔

فیروز شاہ نے عین الملک کی تقریر بہت پسند کی اور اس کے بعد [illegible] عین
الملک سے مشورہ کیا کہ اس موقع پر کیا کرنا چاہئے اور عین الملک نے عرض کیا اس مشورے
اور معاملے سے خانجہاں کو بے خبر نہ رکھنا چاہئے اور تمام حالات سے اس کو ضرور آگاہ کر دینا
چاہئے تاکہ اس کے دل سے ہر طرح کا خوف اسی وقت دور ہو جائے اور وہ اطمینان
کے ساتھ امور ملکی کو انجام دے۔

اگر وزیر کے دل میں کسی قسم کا خوف و خطرہ باقی رہے گا تو ظاہر ہے کہ وہ اپنے کو
معرض ہلاکت میں دیکھ کر کاروبار سلطنت کو انجام نہ دے سکے گا۔

ممکن ہے کہ وزیر کے اس طرح خوفزدہ ہونے سے معاملات سلطنت برباد و
تباہ ہو جائیں بعض ان اشخاص نے جو خود ان معاملات میں شریک مشورہ تھے مورخ عفیف
سے بیان کیا ہے کہ عین الملک نے بیان کیا کہ خانجہاں کو اسی وقت طلب کرنا چاہئے۔

بادشاہ نے عین الملک کے مشورہ کے مطابق خانجہاں کو طلب کیا اور خانجہاں
شاہی حکم کے مطابق حاضر ہوا۔

فیروز شاہ نے خانجہاں کو تمام حالات سے آگاہ کیا اور خانجہاں اس مجلس
کی تمام مفصل کیفیت سن کر غمگین ہوا۔

بادشاہ نے وزیر کو مغموم دیکھ کر اس کو خلعت خاص عطا کیا اور بہت نوازش و اکرام

کے ساتھ واپسی کی اجازت عطا فرمائی۔

خانجہاں بادشاہ کے حضور سے خوش و خرم واپس ہوا اور اس نے عین الملک سے معانقہ کر کے کہا کہ مجھ کو معلوم نہ تھا کہ تم کو میرے ساتھ اس درجہ محبت ہے میری غلطی تھی کہ میں تم کو اپنا مخالف سمجھ کر تم سے سختی سے پیش آتا تھا۔

اس موقع پر عین الملک نے صداقت سے کہا کہ اپنے دل سے یہ گمان دور کرو کہ میں نے جو کچھ بادشاہ سے عرض کیا ہے اس کی وجہ تمھاری محبت ہے۔

میرے اور تمھارے درمیان عداوت و مخالفت اسی طرح موجود ہے میں نے جو تقریر بادشاہ سے کی ہے اس کا منشا یہ ہے کہ سلطنت و ملک بحال و برقرار رہے اور مملکت میں شور و فساد نہ برپا ہو۔

ہر چند خانجہاں نے کوشش کی کہ عین الملک کو اپنے مکان لے جائے لیکن عین الملک نے خانجہاں کی دعوت قبول نہ کی۔

اُن اصحاب مناصب کا ذکر جو انتظام ملک کے لئے وزیر کے ہمراہ مقرر کئے گئے تھے۔

خانجہاں مسند وزارت پر اجلاس کرتا تھا اور نظام الملک امیر حسین امیر میران نائب وزیر مسند وزارت کے متصل جانب چپ بیٹھتا تھا اور نائب وزیر کے بعد مشرف ممالک کی جگہ تھی اور مشرف سے فروتر بریدہ ممالک کی نشست تھی اور وزیر کے جانب راست مستوفی کو جگہ عطا ہوئی تھی۔

معتبر اشخاص نے مورخ عفیف سے بیان کیا ہے کہ مستوفی کی نشست ہمیشہ مشرف سے فروتر ہوتی تھی جس زمانے میں کہ دختر زادہ سلطان محمد کو جو خود بھی محمد کے نام سے موسوم تھا اور جس کے برادر دیگر کا نام مسعود تھا فیروز شاہ کے عہد میں استیفا کا عہدہ عطا ہوا اور یہ شخص عزیز الملک کے خطاب سے سرفراز کیا گیا اس وقت فیروز شاہ نے فرمایا کہ عزیز الملک خداوندگان مغفور کا نواسہ ہے یہ شخص مشرف سے فروتر کیوں کر بیٹھے گا اگر میں اس کو مشرف سے بالاتر جگہ عطا کرتا ہوں تو قوانین ملک کے خلاف ہوتا ہے

فیروز شاہ نے اسی وقت حکم دیا کہ تمام اصحاب مناصب خانجہاں کے جانب چپ بیٹھیں اور عزیز الملک جانب راست جگہ پائے۔

بادشاہ کے محل بارہ میں دربار کے وقت مستوفی مشرف سے بالاتر نشاندہ ہوتا تھا اور

ناظر وقوف مع تمام امرا کے نائب وزیر کے پس پشت استادہ ہوتے تھے۔

معتبر رواۃ نے مورخ عفیف سے بیان کیا ہے کہ سلاطین قدیم کے دستور و قوانین میں وقوف کا مرتبہ و عہدہ نہ تھا۔

جلال الدین خلجی کے عہد حکومت میں جبکہ مختلف طرح پر دربار کی آراستگی ہوئی تو یہ عہدہ بھی پیدا ہوا جس کی تفصیل یہ ہے کہ بادشاہ کا ایک عزیز قریب تھا جو جلال الدین کو امور مملکت میں مشورہ دیا کرتا تھا۔

جلال الدین نے ارادہ کیا کہ اپنے اس عزیز کو دیوان وزارت میں کوئی عہدہ عطا کرے لیکن دریافت سے معلوم ہوا کہ اس محکمہ میں کوئی شغل خالی نہیں ہے اور وزیر نے بادشاہ سے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو کسی شخص کو معزول کر کے وہ عہدہ اس شخص کو دیا جائے لیکن جلال الدین نے جواب دیا کہ کسی شخص کو بلا قصور برطرف کرنا ہرگز زیبا نہیں ہے۔

وزیر نے یہ دریافت کر کے کہ بادشاہ کی دلی خواہش ہے کہ اس شخص کو دیوان وزارت میں کوئی عہدہ عطا ہو عہدہ وقوف قائم کیا یعنی جس طرح ناظر کا فریضہ ہے کہ تمام عمال سلطنت کے جمع خرچ کو جو دو اشراف کے دفتر میں داخل کریں جانچے اور دیکھے اسی طرح وقوف کا فریضہ یہ ہے کہ وہ تمام مملکت کے خرچ سے آگاہی حاصل کرے۔

غرضیکہ اس شخص کو عہد جلالی میں عہدہ وقوف عطا ہوا اور اسی تاریخ سے اصحاب وزارت میں وقوف و نائب وقوف کے عہدے بھی قائم ہوئے اگر اصحاب دیوان کے عہدہ داروں کی تفصیل معرض تحریر میں آئے تو ایک مستقل دفتر ہو جائے۔

سبحان اللہ جلال الدین کے صاحب فہم و فراست وزیر کا کیا کہنا جس نے اپنی عقل و فہم سے یہ جدید شغل پیدا کیا فیروز شاہ کا وزیر بھی درحقیقت ایسا ہی صاحب فراست و تدبیر تھا۔

خانجہاں کی وفات کا ذکر۔ خانجہاں کی عمر اسی سال کی ہوئی اور ضعیف اور بوڑھا ہو گیا پیرانہ سالی کی وجہ سے اُس کے تمام اعضا کمزور ہو گئے۔

خانجہاں کی وفات کا وقت آگیا اور اس کو بیحد تکلیف ہونے لگی جس شب کہ خانجہاں رحلت کرے گا۔ اس روز نماز جمعہ کے بعد فیروز شاہ شہر سے باہر گیا اور آٹھ کوس پر دریا سے جمنا

کے کنارے منزل کی اسی سفر میں مورخ عفیف بھی بادشاہ کے ہمراہ تھا۔

مورخ کی موجودگی میں تمام ماہر فن نجومیوں نے بادشاہ سے کہا کہ ہم کو اپنے فن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بعض سعد اور بعض نحس ستارے ایک جگہ جمع ہوئے ہیں اور ان کا یہ اجتماع ضرور کسی حادثے کی خبر دیتا ہے۔

چونکہ اسی زمانے میں وزیر مذکور علیل تھا اس لئے بادشاہ وقت سوار ہوا اور اسی روز آخر شب میں خانجہاں نے وفات پائی۔

یہ حادثہ [illegible] ہجری [illegible] جلوس فیروز شاہی میں ہوا۔

مختصر یہ کہ خانجہاں کی وفات کے بعد تمام خلقت خدا نے اس کا ماتم کیا اور ہر شخص جو مجلس عیش و نشاط میں مساجد و مقابر میں تعزیت کے لئے جا بیٹھا۔

خانجہاں چونکہ وزیر صاحب تدبیر مدبر تھا اس لئے اس درگاہ پر جاہ و حشم بھی موجود رہتا اور ہر وقت رعایا کی بہتری و فلاح کی کوشش بھی کرتا تھا۔

یہ امیر کسی شخص پر ذرہ برابر بھی ظلم نہ کرتا اور ان کی راحت و آرام کی کوشش میں سرگرم رہتا تھا اگر کوئی مقطع و ملک میں ظلم کرتا اور مال لے کر آتا تو خانجہاں اس کے اس اضافہ کو پسند نہ کرتا اور ہر وقت رعایا کی پرورش کرتا اور کاشتکار گروہ کا ہمیشہ حامی رہتا اور دل و جان سے اس کے قصور کی پردہ پوشی کرتا اور اگر کسی عامل سے خیانت ظہور میں آتی تو نہایت عمدہ الفاظ میں اس کا حال بادشاہ سے عرض کرتا اور اس کو شاہی باز پرس و سیاست سے بری کر دیتا تھا غرضیکہ خانجہاں کی وفات سے تمام خلقت خدا نے ماتم کیا حقیقت یہ ہے کہ تمام آثار اس امیر کی مغفرت کی دلیل ہیں۔

خانجہاں حضرت شیخ نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کا مرید تھا۔

جس روز کہ یہ امیر حضرت شیخ کا مرید ہوا تو پیر و مرشد سے عبادت و طاعت کے لئے عرض کیا اور حضرت شیخ نے فرمایا کہ تم وزیر مملکت ہو تمہاری عبادت یہی ہے کہ حاجتمندوں کی حاجت روائی میں پہلے سے زیادہ کوشش کرو۔

خانجہاں نے مریدان صادق کی طرح بیحد عاجزی کے ساتھ بار دیگر التماس کیا اور حضرت شیخ نے فرمایا کہ اگر ہمیشہ با وضو رہو تو تمہارے لئے بیحد بہتر ہوگا۔

خانجہاں نے حضرت کے ارشاد پر عمل کیا اور ہمیشہ با وضو رہنے لگا اور اس امر میں

بیحد احتیاط اور سعی کرتا اگر کبھی بالائے مسند ہوتا اور وضو کی حاجت ہوتی تو فوراً مسند سے اُٹھتا اور وضو کرتا تھا۔

جب پلنگ پر جاتا اور حریر کے بستر پہ آرام کرتا تو پلنگ کے متصل ایک آفتابہ اور ایک طشت رکھا جاتا تھا۔

جس وقت کہ خانجہاں پہلو بدلتا اور بیدار ہوتا تو فوراً پلنگ سے اُترتا اور اسی آفتابہ اور طشت سے وضو کرتا اور پھر آرام کرتا تھا۔

اس امیر کے آئین و معمولات کا یہ بابرکت نتیجہ تھا کہ وفات کے بعد حضرت قطب امام شیخ نظام الدین محبوب الٰہی کے پاس دفن ہوا۔

خانجہاں کے وفات کی خبر بادشاہ تک پہنچی اور فیروز شاہ نے چشم پر آب ہوکر فرمایا کہ اس واقعہ کے بعد میں بڑے مہمات کے لئے سفر و سواری نہ کروں گا۔

بادشاہ اس وزیر کی وفات پر بہت رویا اور ہمیشہ اُسے یاد کرتا رہا

یہ تھی عظمت و قبولیت خانجہاں کی علیہ الرحمۃ والغفران۔

خانجہاں بن خانجہاں کی عظمت کا بیان۔

معتبر راویوں نے مورخ عفیف سے بیان کیا ہے کہ جب خانجہاں بن خانجہاں پیدا ہوا اُس وقت خانجہاں مرحوم ملتان کا جاگیردار تھا اور اپنے صوبہ کے انتظام میں صداقت و جان و دل سے کوشش کرتا تھا۔

اس زمانے میں سلطان محمد تغلق فرمانروائے ملک تھا اور خانجہاں نے بادشاہ کو فرزند پیدا ہونے کا معروضہ روانہ کیا۔

بادشاہ نے فرمان روانہ کیا کہ مولود جوناشہ کے نام سے یاد کیا جائے اور یہی وجہ ہے کہ خانجہاں دوم جوناشہ کے نام سے موسوم کیا گیا۔

معتبر روایت یہ ہے کہ خانجہاں اول اپنے فرزند کو شیخ رکن الدین ابن حضرت شیخ الاسلام بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے گیا اور حضرت شیخ نے فرزند کو دیکھ کر خانجہاں سے فرمایا کہ قوام الملک یہ بچہ بجد اقبال مند اور تمہارے خاندان کا چشم و چراغ ہوگا۔

اس زمانے میں خانجہاں قوام الملک کے خطاب سے مشہور تھا۔

مختصر یہ کہ خانجہاں مقبول نے وفات پائی اور مراسم تعزیت کو پورا کر کے خانجہاں کے متعلقین بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے۔

فیروز شاہ نے خانجہاں کی وفات پر بیحد افسوس کیا اور وزیر مرحوم کے تمام محاسن اور نمک حلالی کا دیر تک ذکر کرتا رہا۔

بادشاہ نے خانجہاں مرحوم کے ہر وارث کو نوازش شاہانہ سے سرفراز فرمایا اور جونا شاہ کو خلعت وزارت عطا کر کے اس کو خانجہاں بن خانجہاں کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ غرضیکہ خانجہاں دوم بھی مرد دانا و عاقل و صاحب فہم و فراست تھا۔

فیروز شاہ اس امیر کو فرمانوں میں فرزندم کے خطاب و القاب سے یاد کرتا تھا۔

خانجہاں مقبول کی وفات کے بعد خانجہاں دوم نے بیس سال کامل فیروز شاہ کی وزارت کی۔ اس امیر کی ہر ادا بادشاہ کے مزاج کے موافق ہوتی تھی اور بادشاہ وزیر کی رائے کے موافق کام کرتا تھا اور اس کی موجودگی میں بادشاہ کسی دوسرے امیر سے ہم کلام نہ ہوتا تھا۔ بادشاہ جب سیر و شکار سے واپس ہو کر دہلی کے نواح میں داخل ہوتا اور خانجہاں دوم بادشاہ کے استقبال کو حاضر ہوتا تو بادشاہ اس امیر سے بھی خانجہاں مقبول کا برتاؤ کرتا اور حرمت شاہانہ کے لحاظ سے گھوڑے سے اترتا اور خانجہاں سے معانقہ کر کے اس سے پرسش احوال کرتا۔

خانجہاں مقبول مقطعات سے رقم خزانی وصول کرتا اور اس سے بادشاہ کو آگاہ کر دیتا تھا لیکن خانجہاں دوم ایک دانگ دام بھی مقطعوں یا کسی دوسرے اشخاص سے وصول نہیں کرتا بلکہ مثل دیگر وزراء کے ہر سال مبلغ چار لاکھ تنگے قسط خزانی بادشاہ کے حضور میں پیش کرتا تھا۔ مختصر یہ کہ فیروز شاہ نے تمام مہمات سلطنت خانجہاں کے قبضہ اقتدار میں دے دیا تھا لیکن تقدیر سے سلطان فیروز کے آخر عہد میں شاہزادہ محمد خاں جو بعد سلطان محمد کے نام سے بادشاہ ہوا اور خانجہاں کے درمیان عداوت و مخالفت پیدا ہو گئی جس کو خدا کی مشیت الٰہی بھی کہہ سکتے ہیں اور حاسدوں کی فتنہ پردازی سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں۔

اس مخالفت نے ملک دہلی کو تباہ و برباد کیا اور شہر دہلی کو زیر و زبر کر کے مملکت میں طوائف الملوکی پیدا کر دی جس نے ہر شخص کو ایسا بے سر و پا کیا کہ ان خرابیوں کے مصائب و اضطرار کی داستان صدیاں سے گزر گئی۔

اس قصوں اور افسانوں کی شرح کسی مورخ نے بیان نہیں کی لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا
کہ آخر کار شہر کی مخلوق ہر خاص و عام ظلموں کی آفت و تاراج کا شکار ہو گئی۔
مولف خانجہاں اور شہزادہ محمد کی مخالفت کا مفصل حال سلطان محمد کے حالات
میں ہدیہ ناظرین کر چکا ہے

آٹھواں مقصد

ملک نائب باربک کی عظمت و بزرگی کا ذکر

نقل ہے کہ ملک نائب باربک فیروز شاہ کا حقیقی برادر اور ابراہیم کے نام سے
موسوم تھا۔
یہ امیر بادشاہ کا مخلص و ہمدرد تھا اور بادشاہ بھی برادر وفادار کو بیحد عزیز رکھتا تھا
اور نائب باربک کی اولاد کو اپنی اولاد خیال کرتا تھا۔
اسی زمانے میں اس کے خیل کو سپاہ کہتے تھے اور تمام خیلہائے ملک سے
بالاتر اس کو تسلیم کرتے تھے۔
فیروز شاہ نے نائب باربک کے ہر فرزند کو خطاب خانی عطا کیا تھا اور اپنی نوازش
و مہربانی سے ان کی عزت و حشمت کو دوبالا کر دیا تھا۔
نائب باربک کا ایک فرزند خیل خان (خلیل خان) کے خطاب سے مشہور تھا اور
فرزند دوم و سوم نصرت خان و مسعر خان کے خطابات سے یاد کئے جاتے تھے۔
بادشاہ نے اپنی عنایت و مہربانی سے ملک نائب کو چھ عدد ہاتھی عطا کئے تھے یہ
جانور بادشاہ نے وجہ جاگیری میں عطا کئے تھے اور جس وقت کہ ملک نائب بادشاہ کے قصر
میں حاضر ہوتا تو ملک نائب کے آگے آگے یہ جانور بھی رہتے تھے۔
فیروز شاہ اور ملک نائب میں اس درجہ محبت تھی کہ ملک نائب اس وقت کھانا
کھاتا جب اس کو یہ معلوم ہو جاتا تھا کہ فیروز شاہ تناول کر چکا ہے۔
اگر فیروز شاہ کسی روز نفل روزہ کی نیت کر لیتا تو ملک نائب بھی بادشاہ کی تقلید میں

معلوم ہے ہوتا تھا اس محبت نے اس درجہ شدت اختیار کی کہ ملک نائب جنگ قبول کھانے میں بھی بادشاہ کا اتباع کرتا تھا اور جب ملک نائب کو یہ خبر پہنچی کہ خداوند عالم نے اس وقت برگ تنبول نوش فرمایا ہے تو ملک نائب بھی اسی وقت پان کھاتا تھا۔

اگر بھی کسی مرض و شکایت کی وجہ سے بادشاہ فاقہ کرتا تو ملک نائب بھی اس روز غذا نہ کھاتا تھا۔

سبحان اللہ کیا محبت تھی جس کی نظیر بہت کم دیکھی اور سنی گئی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ارباب ارادت کو جو محبت اپنے مرشدین سے ہوتی ہے اس کے اسرار و لذت کو بیان کرنا بیحد مشکل ہے۔

ہر مرید پر واجب ہے کہ پیر و مرشد سے اسی طرح محبت کرے۔

چونکہ ملک نائب کو فیروز شاہ کے ساتھ اس درجہ محبت تھی اس لئے ان کے درمیان سے دوئی (لفظاً) اٹھ گئی اور تعلق یگانگت و اتحاد پیدا ہو گیا۔

اگر مرید قصد و لباس میں پیر کے ساتھ اس قسم کی محبت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے خود مرید کی محبت بھی پیر کے دل میں پیدا فرماتا ہے۔

ملک نائب کی خیر خواہی و نیک خلقی کا ذکر

نقل ہے کہ فیروز شاہ اپنے آخر عہد میں شکار کے لئے سوار ہوتا اور ملک نائب بادشاہ کی عدم موجودگی میں شہر میں مقیم رہتا۔

ملک نائب کوشک کے اندر قیام کرتا تھا اور اگرچہ خانجہاں بوقت نائب غیبت ہوتا اور امور ملکی میں بیحد کوشش کرتا تھا لیکن بایں ہمہ فیروز شاہ ملک نائب کو بھی شہر میں رہنے کا حکم دیتا تھا۔

وزیر مذکور و ملک نائب ہر دو شہر میں قیام کرتے اور باہم بیحد خلوص و محبت کا اظہار کرتے تھے جب خانجہاں محل شاہی میں آتا تو کم کھڑکی وزارت میں دیوان وزارت کے اول کوشک کے اندر جاتا اور ملک نائب کو سلام کرتا تھا۔

اس زمانے میں ملک مذکور کوشک میانہ میں قیام کرتا تھا۔

خانجہاں ملک نائب کے پاس آتا اور ملک مذکور وزیر کی بیحد تعظیم و توقیر کرتا تھا اور چند قدم اس کا استقبال کرکے اس طرح بیحد تواضع کے ساتھ اس کا خیر مقدم کرتا تھا۔

خانجہاں بھی تواضع و تعظیم کرکے واپس ہوتا اور باہر آکر مسند وزارت پر بیٹھتا تھا اور ملک نائب بارگاہ کی کوشک سیاہ کے صحن میں اجلاس کرتا تھا۔

اس موقع پر تیغداروں کا گروہ ملک مذکور کے سامنے پیش ہوتا تھا اور یہ افراد صف بستہ استادہ ہوتے تھے۔

ملک مذکور ان کو بیٹھنے کا حکم دیتا اور جو شخص جہاں کھڑا ہوتا تھا وہیں بیٹھ جاتا تھا۔

ملک مذکور کے حکم سے روزانہ شام کو سامان اور روٹی نکالی جاتی اور تمام تیغیوں کو تقسیم ہوتی تھی۔

غرضکہ یہ تمام واقعات ملک مذکور کی نیک نیتی کے دلائل ہیں۔

محل بارہ میں ملک مذکور کبھی تو قصر ہجر چوبین کے سامنے استادہ ہوتا تھا اور کبھی پیش در کھڑا ہوتا تھا لیکن باوجود اس عظمت و شانداری کے کسی شخص کو سخت آواز سے نہ پکارتا تھا۔

ملک نائب کا اپنے عمال سے محاسبہ کرنا

نقل ہے کہ فیروز شاہ نے ملک نائب کو ملتان و شہر چھور و جاگیر عطا فرمائے تھے اور ملک نائب نے ان مقامات پر اپنے خاص مقطعدار مقرر کئے تھے۔

اگر کوئی مقطعدار حاضر ہوتا تو ملک مذکور اپنے خیلخانہ کے عہدہ داروں کو حکم دیتا کہ اس مقطعدار سے حساب لیں۔

عمال حکم کی تعمیل کرتے اور اگر مقطعدار کے ذمہ رقم واجب الادا نکلتی تو ملک نائب حکم دیتا کہ اس شخص کے سر سے دستار اتار لی جائے۔

مال کم ہوتا یا زیادہ و یہاں تک کہ اگر ایک لاکھ تنکہ کی رقم بھی باقی ہوتی جب بھی یہ امیر یہی کہتا تھا کہ اس شخص کے سر سے دستار اتار لو۔

اس زمانے میں یہ جملہ عام طور پر رائج تھا یہاں تک کہ کمسن لڑکے لڑائی میں بھی اپنے حریف سے یہی کہتے تھے کہ میں تیرے سر سے دستار اتار لونگا۔

ملک مذکور بھی یہ جواب دیا کرتا اور کہتا کہ دستار سے انسان کے سر کی عزت ہے اگر دستار سر سے اتر گئی تو یہ سمجھنا چاہئے کہ اس کا سر قلم ہو گیا۔

ملک مذکور اس طرح اس شخص کی بات کرتا اور اس کی دستار اپنے کارکن کے حوالے کر دیتا۔

اس واقعہ کے بعد یہ منقطعدار جب کبھی کہ ملک نائب کے روبرو آتا تو برہنہ سر آتا اور ملک مذکور اس کو اس حال میں دیکھ کر نگاہ نیچی کر لیتا اور کہتا کہ یہ مرد کس درجہ بے شرم ہے اس کی سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ جب اس کے سر سے پگڑی اتر گئی تو اس کی کیا عزت باقی رہی۔

جب یہ منقطعدار چند بار اسی طرح ملک مذکور کے روبرو آتا تو ملک نائب اپنے ملازمین کو حکم دیتا کہ اس شخص کی دستار اس کو واپس کر دیں اور بقیہ قسم میں جس قدر علف ہو اس سے واپس لیں اور بقایا میں جو نہ وصول ہو اس کو معاف کر دیں۔

ظاہر ہے کہ یہ امور ملک مذکور کی پاکیزہ نفسی پر دلالت کرتے ہیں۔

ملک باربک کے خیر اور اسکی اسلام پرستی کا ذکر

نقل ہے کہ ایک مرتبہ نہایت عمدہ کپڑا ملک مذکور کے روبرو پیش کیا گیا ملک نائب کو یہ جامہ بہت پسند آیا اور اس نے حکم دیا کہ اس کپڑے کا خود اس کا لباس تیار کریں لیکن خیاط نے اندازہ کرنے کے بعد عرض کی کہ کپڑا کم ہے اور امیر کا لباس اس میں تیار نہیں ہو سکتا۔

امیر مذکور نے جواب دیا کہ میرا لباس نہیں ہو سکتا تو تکیا جامہ تیار کریں ظاہر ہے کہ جب پیراہن نہ ہو سکا تو تکیا کیونکر تیار ہو گا اس لئے کہ تکیا میں پیراہن سے زیادہ کپڑا خرچ ہوتا ہے۔

ملک نائب کی خیر طلب فطرت کا یہ حال تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح فرمایا ہے کہ بیشتر اہل جنت بھولے ہوں گے اس ارشاد مبارک کے بموجب ملک نائب بھی اسی گروہ میں داخل تھا۔

دوسری صفت خیر اس امیر کی یہ تھی کہ ملک باربک وجہ معاش میں ایک وانگ

بھی زیادہ طلب کرتا تھا بلکہ اگر کسی کا کوئی خیر اندیش درماندہ و لاچار ہو جاتا تو ملک نائب اس امیر کو اپنے صرف خاص سے رقم عطا کرتا تھا۔

سچ یہ ہے کہ فیروز شاہ کے عہد حکومت میں اس طرح کے ایک نعمت حضرات بقید حیات تھے صرف یہی ایک امیر ایسا تھا جو اس حشمت و شان کا ہو بلکہ تمام امرائے دولت ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے تھے اور ایک دوسرے سے فائق و اعلیٰ مرتبہ نظر آتے تھے۔

ملک نائب نے فیروز شاہ سے قبل وفات پائی لیکن جب تک زندہ رہا بادشاہ کی ہوا خواہی و خیر اندیشی میں ثابت قدم رہا۔

اس امیر نے کسی شخص کی بادشاہ سے شکایت کی اور نہ خاص و عام کسی فرد کو کبھی نقصان و آزار پہنچایا۔ سبحان اللہ عہد فیروز شاہی کے برکات کا اندازہ ہو سکتا ہے جس میں اس طرح کے باحشمت دیانت و رفعت بزرگان اولیا صفت برسرکار تھے۔

نواں مقدمہ

ملک ملوک الشرق عماد الملک بشیر سلطانی کی عظمت کا ذکر

نقل ہے کہ عماد الملک کا اصل نام بشیر تھا اور یہ شخص ہمیشہ بادشاہ کا بہی خواہ و اطاعت گزار رہا۔

اس کی اصل کے مطابق روایات مختلف ہیں بعض اشخاص کا بیان ہے کہ عماد الملک فیروز شاہ کی والدہ کو جہیز میں ملا تھا. جب سپہ سالار رجب نے بادشاہ کی ماں سے عقد کیا تو شاہ کی والدہ کے پدر گرامی نے عماد الملک کو اپنی دختر کے جہیز میں دیا۔

بعض اشخاص روایت کرتے ہیں کہ بادشاہ کی والدہ کو جتنا جہیز ملا تھا چند روز کے بعد بادشاہ کے والد ماجد نے اس جہیز کا ایک حصہ فروخت کر کے عماد الملک کو خرید کیا۔

بعض مورخین کا خیال ہے کہ فیروز شاہ نے اپنے جلوس کے بعد سلطان قطب الدین کی دختر سے جو بہ حسین و جمیل و نیز دیگر محاسن سے آراستہ تھی عقد کیا اور عماد الملک

اسی بیگم کا غلام تھا۔

بیگم کے عقد کے بعد عماد الملک کو بادشاہ کو بخش دیا۔

مختصر یہ کہ عماد الملک ہر روایت کے مطابق فیروز شاہ کا خاص ذاتی غلام تھا اور اس کو بیت المال سے تعلق نہ تھا۔

غرضکہ عماد الملک فیروز شاہ کو میراث میں ملا تھا اور بادشاہ کا ذاتی مملوک تھا۔

عماد الملک فیروز شاہ کا قدیم بندہ اور دیرینہ غلام تھا اور سب سے قبل جو شخص عماد الملک فیروز شاہ کی ملک میں داخل ہوا عماد الملک تھا اور فیروز شاہ کی تخت نشینی کے بعد سب سے پیشتر جس شخص کو عہدہ عطا ہوا عماد الملک تھا جیسا کہ مورخ عفیف جلوس فیروز شاہی کے مقدمہ میں بھی بیان ظاہر کر چکا ہے۔

غرضکہ عماد الملک بے حد عاقل دانا و یگانہ روزگار غلام تھا جو ہمیشہ بادشاہ کی خیر خواہی کا دم بھرتا رہا اور فیروز شاہ اپنے اس غلام سے ہمیشہ اسرار ملکی بیان کرتا اور عماد الملک جواب باصواب ادا کرتا تھا جو ہمیشہ فیروز شاہ کو پسند آتے تھے۔

عماد الملک کے تقرب کا یہ حال تھا کہ محل وغیر محل ہر موقع پر بادشاہ کے پاس جاتا تھا اور ہر قسم کی گفتگو کرتا تھا۔

عماد الملک جس شخص کو چاہتا تھا جاگیر دلوا دیتا تھا اور جس شخص کا بادشاہ کے روبرو ذکر کرتا اس کا نام لیتے ہی فیروز شاہ اس شخص کو بغیر کسی پس و پیش کے جاگیر یا پرگنہ عطا کرتا تھا۔

جس شخص کو عماد الملک اس کو عہدہ سے معزول کرانا چاہتا تو اس کا نام زبان سے لیتے ہی فیروز شاہ اس شخص کو معزول کر دیتا۔

عماد الملک پانچ ہزار جرار سواروں اور نامدار پہلوانوں کا مالک تھا اور اکثر خانان و ملوک بادشاہی حکم کے مطابق اس کے لشکر میں داخل اور اطاعت گزار تھے۔

بیشمار پرگنے اور جاگیریں عماد الملک کے جوانوں کے لئے مقرر تھیں اور عماد الملک فیروز شاہی فوج کا افسر تھا اور اپنے خیم و فوج کی بہتری کے لئے بیشمار کوشش کرتا تھا۔

یہ شخص کسی فرد پر بھی ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا تھا اور کسی وقت کسی شخص کی شکایت بھی بادشاہ سے نہیں کی اور ہمیشہ اپنے لشکر کو تازہ دم رکھا۔

سبحان اللہ عہد فیروز شاہی کیا مبارک زمانہ تھا جس میں تمام خانان و ملوک نیک نیت

خوش خلق و صاحب امانت ہے اور ہمیشہ خلقت خدا کو فائدہ و آرام پہنچانے میں مصروف رہتے تھے اور یہ تمام امانت و دیانت کا سرچشمہ خود بادشاہ کی ذات تھی جس نے تمام ملک و امراء کو خود شاہی صفات میں رنگ دیا تھا۔

ظاہر ہے کہ ہر زمانے میں جو روش بادشاہ زمانہ اختیار کرتا ہے اور جس رنگ میں بادشاہ جلوہ گری کرتا ہے تمام رعایا اسی رنگ میں رنگی ہوئی نظر آتی ہے اور اسی روش کا رواج ہوتی ہے چونکہ فیروز شاہ نے علم و جود و سخا کو اپنا شعار بنایا اس لئے اس کے عہد حکومت میں تمام ارکان دولت اعوان سلطنت علم و کرم کی مجسم تصویریں بن گئے۔

اب مورخ عفیف عماد الملک بشیر سلطانی روشن زندگی کا ذکر کرتا ہے۔

عماد الملک کے مال و متاع کا افسانہ یہ ہے کہ یہ امیر بیشمار دولت و مال کا مالک تھا جس کا ہزار ہا روپیہ اندازہ کیا جاتا ہے۔

معتبر اشخاص نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ عماد الملک کی دولت نقد رکھنے کے لئے ٹاٹ کے تھیلوں کی ضرورت ہوئی اور اسی زمانے میں ایک تھیلے کی قیمت چار جیتل مقرر تھی۔

ان تھیلوں کے خریدنے میں دو ہزار پانچ سو تنگے صرف ہوئے۔

مقصد اس روایت سے یہ ہے کہ اس امیر کے پاس اس قدر رقم نقد موجود تھی جس کے رکھنے کے لئے دو ہزار پانچ سو روپیہ کے تھیلوں کی ضرورت پیش آئی۔

عماد الملک کے عمال نے اپنے آقا کے روبرو حساب پیش کیا اور عماد الملک نے یہ دیکھ کر دو ہزار پانچ سو تنگے تھیلوں کی خریداری میں صرف ہوئے ہیں اپنے عمال سے کہا کہ مال جمع کرنے کی حد سے گزر گیا اب اس کی صورت یہ ہے کہ کنوئیں کھدوائے جائیں اور ان میں یہ خزانہ جمع کیا جائے چنانچہ بعد میں ایسا ہی کیا گیا۔

واضح ہو کہ خود بادشاہ کے خزانہ میں مقدار میں مال موجود رہتا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ فیروز شاہ نے تمام ملک امراء و ملوک کو تقسیم کر دیا تھا اور مال مقرر ہر سال بیت المال کو پہنچتا تھا۔ غرضکہ عماد الملک کا خزانہ بے حد معمور تھا اور باوجود اس کے ہمیشہ مال جمع کرنے میں کوشاں رہتا تھا سلطان محمد کے عہد حکومت میں جو شور و فساد برپا ہوا وہ اسی مال کے لئے تھا جیسا کہ مورخ عفیف سلطان محمد کے ذکر میں مفصل معرض تحریر میں لائے گا۔

مختصر یہ کہ عماد الملک بشیر جو کہ بیرال کا مالک تھا اور اسی طرح اکثر امرا اس دور کے عہد فیروز شاہی میں مالدار تھے لیکن عماد الملک کے مقابلے میں کسی امیر کے مال و متاع کی کچھ وقعت نہ تھی بلکہ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ جب وہ زمانے میں کسی خان و ملک کے خزانہ میں اس قدر مال و متاع نہ تھا۔

فیروز شاہ کا عماد الملک کے خزینہ کا جائزہ لے کر لوکر مال خود لے لینا۔

نقل ہے کہ عماد الملک کے خزانہ میں تیرہ کروڑ مال جمع تھا اور باوجود اس کے بیا مال جمع کرنے کی فکر میں سرگرداں رہتا تھا۔

عماد الملک دہلی کی جاگیر وارثوں اور اپنی جائداد کے دولت و بہتر بنانے کی کوشش میں سرگرم رہتا تھا۔

عماد الملک کے خوف سے دیوان وزارت کے عامل ملک منگو کے اخراجات کے محاسبہ میں جمع کرتے تھے۔

چند سال کے بعد محاسبہ کیا گیا اور ایک معتدبہ رقم اس امیر کے ذمہ واجب الادا قرار پائی۔

دیوان وزارت نے بادشاہ کو حقیقت واقعی سے آگاہ کیا اور فیروز شاہ نے فرمایا کہ بشیر اکے اور میرے مال میں کوئی فرق نہیں ہے۔

عماد الملک کو معلوم ہوا کہ بادشاہ نے معروضہ پر یہ جواب دیا اور اس نے فیروز شاہ کے حضور میں اپنے مال و متاع کی ایک فہرست پیش کی۔

بادشاہ نے وہ فہرست ملاحظہ کر کے زبان سے کچھ نہ فرمایا اور کاغذ عماد الملک کو واپس کر دیا دوسرے روز صبح کو بادشاہ محل بارہ میں تشریف فرما ہوا اور عماد الملک نے ایک کروڑ کا مال تھیلیوں میں بھر کر بادشاہ کے حضور میں حاضر کیا۔

بادشاہ نے فرمایا کہ بشیر تو کیا لایا ہے اور عماد الملک نے عرض کیا بندہ درگاہ ملازمین حضرت کے لئے رقم علوفہ لے کر حاضر ہوا ہے۔

ہر چند بادشاہ نے اس مال کے لینے سے انکار کیا لیکن عماد الملک کے اصرار و عاجزانہ معروضہ پر آخر میں مجبور ہو کر فرمایا کہ بشیر! کی تمام املاک میری ملک خاص ہے یہ ایک کروڑ کی رقم خزانہ سلطنت میں نہ داخل کی جائے بلکہ مقبول عطرواڑ کے سپرد کر دی جائے۔

شاہی حکم کی تعمیل کی گئی اور یہ رقم مقبول عطر دار کو دے دی گئی۔
جس وقت بادشاہ کے سیر و شکار کے اخراجات میں کمی ہوتی تھی تو خانجہاں اس رقم میں سے حسب ضرورت روپیہ بادشاہ کے حکم سے لے لیتا اور بعد کو جب اقطاعات میں سے رقم وصول ہوتی تو مقبول عطر دار کو قرض ادا کر دیا جاتا تھا۔
جب تک کہ فیروز شاہ بقید حیات رہا اس ایک کروڑ مال میں سے ایک حبہ بھی صرف نہ ہوا۔

عماد الملک و خانجہاں کے تعلقات

نقل ہے کہ فیروز شاہ کے آخر عہد حکومت میں عماد الملک ضعیف و کمزور ہو گیا تھا۔
اس امیر کے تمام اعضاء میں فتور واقع ہو گیا اس لئے اس زمانے میں جب بادشاہ سیر کے لئے جاتا تو عماد الملک کو شہر میں چھوڑ جاتا تھا اور ملک مذکور بعض اوقات فیروز آباد کے کوشک میں قیام کرتا تھا اور زیادہ تر اپنے خاص مکان میں زندگی بسر کرتا تھا۔
عماد الملک کے برآمد ہوتے ہی خانجہاں اگرچہ مسند پر بیٹھا ہوتا مروت و تعظیم کے لئے کھڑا ہو جاتا اور بیحد تعظیم و توقیر کرتا تھا اور عماد الملک کی حاجت برآری میں ذرہ برابر بھی تامل نہ کرتا تھا۔
عماد الملک بھی خانجہاں کی بیحد تعظیم و توقیر کرتا اور اس کے ہاتھ پر تکیہ کر کے لطف و محبت کی باتیں کرتا تھا۔
فیروز آباد میں عماد الملک و خانجہاں کے مکانات باہم متصل تھے اور خانجہاں کا گزر ہمیشہ عماد الملک کے در سے ہوتا تھا۔
جس وقت خانجہاں وزارت کے دیوان کے ساتھ سوار ہوتا تو قبل اس کے کہ عماد الملک دروازے کے سامنے پہنچے اپنے ملازمین سے کہتا کہ عماد الملک کے دروازے کے روبرو دہل اور شہنائی بجانا ممکن ہے یہ امر عماد الملک کو ناگوار ہو۔
اعیاد کے زمانے میں خانجہاں بادشاہ کی عدم موجودگی میں اپنے مکان سے سوار ہوتا اور عماد الملک کے مکان پر پیدل کھڑا ہو جاتا۔

عمادالملک اپنے مکان سے باہر آیا اور وہ امیر جو دو محبت کی گفتگو کرتے ہوئے
عیدگاہ کو جاتے تھے اس موقع پر خانجہاں عمادالملک کا پاس (لحاظ) کرتا اور اپنے سر سے چتر کو دور
کر دیتا تھا اور باوجودیکہ بیشتر ارباب حشم خانجہاں کے ہمراہ ہوتے تھے لیکن یہ امیر بجز عمادالملک
اور کسی طرف متوجہ نہ ہوتا تھا۔

غلاموں کے آزاد کرنے کا ذکر

نقل ہے کہ عمادالملک جب بوڑھا ہوا اور اس کے تمام اعضا ضعیف ہو گئے تو اس نے
سب سے پیشتر فیروز شاہ سے اپنی آزادی کا پروانہ لکھوایا اور اس کے بعد اپنے زر خرید چار ہزار
غلاموں کو جو عیالدار تھے آزاد کیا اور ہر عیالدار غلام کو اس کے ضروریات زندگی کے مال و دولت
عطا کی تاکہ یہ اشخاص معاش کی وجہ سے پریشان خاطر نہ ہوں۔

اس واقعے کے تھوڑی مدت کے بعد خانجہاں نے وفات پائی۔

سبحان اللہ جس طرح سلطان محمد کے امرا و ملوک نے بادشاہ مرحوم کی زندگی میں سفر آخرت
کیا اسی طرح فیروز شاہ کے تمام اعیان سلطنت و بہی خواہ امرا نے بادشاہ کی جناب میں رحلت
کی اور ان تمام امرا کی وفات کے بعد خود بادشاہ نے روضہ جنت کی راہ لی۔

عمادالملک نے وفات پائی اور بادشاہ نے یہ فرما کر کہ بشیر کا مال میرا مال ہے اس کے نقد
بارہ کروڑ میں سے نو کروڑ کی رقم خود لی اور تین کروڑ میں اس کے فرزند ملک اسحاق اور اس کے
دامادوں اور فرزندان حقیقی اور غلاموں کو عطا فرمائی۔

ملک اسحاق خود بھی دولت مند تھا اور اپنے والد کے خزانے کا محتاج نہ تھا۔

اس امیر کے خزانے میں علاوہ دیگر قوم کے چار ہزار قبائے زردوزی دو ہزار بند صفید
و بند و کمر موجود تھے سبحان اللہ ان امرا نے اس قدر مال جائز و ناجائز طریقے سے جمع کیا اور چھوڑ کر
آخرت کا سفر کیا جہاں ان کو اسی مال کا حساب دینا ہوگا۔

جن حضرات نے دنیا کی جانب میل نہ کیا اگر بضرورت کچھ مال و زر جمع بھی کر سکے تو اس کو
دوسروں کے لئے وقف کر دیا۔

عمادالملک کی وفات کے بعد اس کے فرزند ملک اسحاق کو عہدہ و خطاب عمادالملک

عطا ہوا۔

ملک سید الحجاب کی مصاحبت کا ذکر

نقل ہے کہ ملک سید الحجاب کا اصل نام معروف تھا دریا امیر اور اس کا پدر بزرگوار
حضرت شیخ نظام الدین محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔

معتبر اشخاص نے مورخ عفیف سے بیان کیا کہ جس روز سید الحجاب پیدا ہوا اس کا
پدر اسی روز اس کو لے کر حضرت محبوب الٰہی کے حضور میں حاضر ہوا۔

جناب شیخ اس وقت وضو فرما رہے تھے اور سید الحجاب پر نظر ڈالتے ہی حضرت نے
ارشاد فرمایا کہ خواجہ وحید اس معروف دو جہاں و مشہور عالم و عالمیاں کو ادھر قریب لے آؤ۔

حضرت کے حکم کی تعمیل کی گئی اور جناب شیخ نے ازراہ شفقت قدرے آب وضو اس
فرزند کے منہ میں ڈالا۔

خواجہ وحید کا منشا یہ تھا کہ حضرت شیخ مولود کا نام رکھیں چونکہ جناب شیخ کی زبان مبارک
سے لفظ معروف نکلا اس خواجہ وحید نے مولود کو اسی نام سے موسوم کیا۔

مختصر یہ کہ ملک مذکور بہت متقی و مرد صالح و دیانت دار تھا۔

اس امیر نے معمولی افراد کی طرح خانہ کعبہ کا حج کیا اور ہمیشہ مشکل عقلائے عالم کے مہمات کو طے
کرتا تھا۔

یہ امیر عقل و فراست و فضل و کمال میں اپنی نظیر نہ رکھتا تھا اور ہمیشہ دربار شاہی کا رکن رکین
رہا۔

یہ شخص سلطان محمد کے عہد میں عماد الملک کا پیشوا تھا اور عہد فیروز شاہی میں اس کو
سید الحجاب کا خطاب عطا ہوا اور یہ شخص بہت معزز و مکرم ہو گیا اور ہمیشہ بادشاہ کا ندیم رہا۔

فیروز شاہ باوجود اس عقل و دانش کے کارہائے مملکت میں سید الحجاب سے مشورہ
کرتا تھا۔

اگر اس امیر سے بادشاہ کسی وجہ سے ناراض ہوتا اور چند روز اپنے حضور میں نہ حاضر
ہونے دیتا تو ملک مذکور ہر وقت درگاہ سلطانی میں بلاناغہ حاضر ہوتا۔

دو تین روز کے بعد بادشاہ اس کو یاد کرتا اور یہ فرماتا کہ میری گفتگو اور میرے کلام کے رموز و اشارات سوا معروف کے دوسرا شخص نہیں سمجھ سکتا۔

سبحان اللہ اس امیر کی خیر پرستی کا کیا کہنا جس نے بیشمار اشخاص کو بادشاہ کے خوف غضب سے رہائی دلوائی اور اکثر افراد کو اپنی فراست و عقل سے معاش دلوادی۔

جب کبھی کہ بادشاہ کسی شخص پر ناراض ہوتا اور اُس کو برے الفاظ سے یاد کرتا تو سید الحجاب حتی الامکان اس شخص کے لئے کلمات خیر کہتا اور اگر اس کو کسی طریقے پر معلوم ہو جاتا کہ بادشاہ اس شخص سے راضی نہ ہوگا تو اگر یہ امیر کلمۂ خیر نہ کہہ سکتا تو نہایت ہوشیاری کے ساتھ خاموش رہتا تھا۔

شہر کی تمام خلقت اس امیر کی ممنون احسان تھی۔

اگر ملک مذکور کسی شخص کا ذکر کرنا چاہتا تو اسے وہ حیلے بہانے سے کرتا اور اُس شخص کو سرفراز کرتا اور اُس کی حاجت برآری کر دیتا تھا۔

معتبر روایت ہے کہ ایک روز ایک بے نوا فقیر جو بے روزگار تھا ملک مذکور کی خدمت میں حاضر ہوا اور سید الحجاب سے اپنے درد دل کو بیان کیا۔

اس بے نوا نے عرض کیا کہ میں چند دختروں کا باپ ہوں لیکن نادار و مفلس ہوں میرے پاس روپیہ نہیں ہے کہ اُن کے کار خیر سے سبکدوش ہوں خدا و رسول کے لئے میری دستگیری فرمائیں تاکہ میں اس بار سے نجات حاصل کروں۔

ملک سید الحجاب نے کہا کہ تم پانچ سیر گندم پاک و صاف کرو اور اپنی دستار میں لے کر بادشاہ کی گذرگاہ پر کھڑے رہو اور خدا کی عنایت و مہربانی کے امیدوار رہو کہ وہ تمہارے حق میں کیا حکم صادر فرماتا ہے۔

اس فقیر نے ایسا ہی کیا اور فیروز شاہ کی سواری کے وقت گندم ہاتھ میں لیکر کھڑا ہوا ملک مذکور کی نظر اس فقیر پر پڑی اور فوراً اس فقیر کی طرف دوڑا اور گندم اُس کے ہاتھ سے لے کر بادشاہ کے حضور میں پیش کئے اور عرض کیا کہ یہ فقیر کہتا ہے کہ میں نے گیہوں کے ہر دانہ پر ایک بار سورہ اخلاص دم کیا ہے اور یہ گندم بادشاہ کے لئے لیکر حاضر ہوا ہوں۔

بادشاہ نے اپنی خوش اعتقادی کی بنا پر جو اس کو فقراء سے حاصل ہے اور ہمیشہ ان کو اپنا پشت پناہ خیال کرتا ہے سید الحجاب کے ہاتھ سے گندم لئے اور ان کو آنکھوں سے لگا کر حکم دیا کہ

یہ گندم ہمارے ضلع میں پہنچا دئے جائیں تاکہ ان سے میرے کھانے کے لئے چپاتیاں پکائی جائیں۔
اس موقع پر ملک مذکور نے عرض کیا کہ یہ شخص چند بیٹیوں کا باپ ہے اور اس کے پاس
کچھ نہیں ہے۔
بادشاہ نے حکم دیا کہ شہر کے مشہور دو گاؤں میں سے ایک تنگ دو آدہ اس شخص کے لئے مقرر
کیا جائے۔ خلاصہ یہ کہ سید اجاب اس صفات کا امیر تھا کہ اس نے اکثر افراد کو بادشاہ سے جاگیریں
دلوا دیں اور بعض کی مدد معاش مقرر کرائی۔
مختصر یہ کہ ملک مذکور ایسا عالی صفات کہ دوسرا مشکل سے دستیاب ہو سکتا ہے۔
یہ امیر بادشاہ پر اس قدر حاوی ہو گیا تھا کہ جو یہ کہتا بادشاہ اس کی بات کو پسند کرتا
تھا اور اس قدر بادشاہ کا مزاج شناس تھا کہ اس کی ہر گفتگو بادشاہ کی مرضی کے موافق ہوتی تھی۔
سبحان اللہ سید اجاب کی عمدہ خصائل کا کیا ذکر کیا جائے کہ جو شخص ایک مرتبہ بھی اس
امیر کے حضور میں حاضر ہوا اور اس کو اپنی حاجت برآری کا وسیلہ بنایا وہ اپنے مقاصد میں
کامیاب ہوا۔
ملک مذکور حاجت مندوں سے ان کی حاجت برآری کے بعد بطور شکرانہ کچھ وصول
کرتا تھا اور بادشاہ اس امر سے آگاہ ہو کر کچھ نہ کہتا تھا اور خاموش رہتا تھا۔
ملک مذکور دربار سے واپس ہو کر اپنے مکان آتا اور عبادت الٰہی میں مشغول ہوتا۔
اوقات دربار کے بعد یہ امیر کتب تفاسیر کے مطالعہ میں اپنا وقت صرف کرتا تھا اور
ہمیشہ غذا و لباس کے بارے میں بے حد احتیاط کرتا تھا اور شب و روز اس امر میں سعی بلیغ کرتا تھا
کہ وجہ معاش میں کوئی خرابی نہ واقع ہو۔
اگرچہ یہ مسئلہ ہے کہ لقمہ حلال دنیا میں کم میسر آتا ہے لیکن علمائے شریعت و ارباب طریقت
نے فرمایا ہے کہ قرض حسنہ سے لقمہ حلال دستیاب ہو سکتا ہے۔
ملک سید اجاب ہمیشہ قرض حسنہ سے وجہ معاش کی ضروریات کو پورا کرتا اور غیر شرعی
لباس سے قطعاً پرہیز کرتا۔
یہ امیر تمام پسندیدہ صفات و خصائل کا مجموعہ تھا اور ارکان فیروز شاہی سے مزاح
کرتا اور مضحک آمیز گفتگو کر کے ہر شخص کو خوش کرتا تھا۔
فیروز شاہ کو سید اجاب کے کلمات ظرافت بے حد پسند آتے اور چند افراد کو میسر ہے

بادشاہ غیظ و غضب کرتا سید الحجاب اپنی ظرافت و خوش طبعی سے بادشاہ کو ان سے بار دگر خوش کرا دیا تھا۔

اس امیر نے تمام چالیس سال دور حکومت میں بادشاہ کی مصاحبت کے فرائض بخوبی انجام دیے اور بادشاہ سے قبل وفات پائی۔

گیارھواں مقدمہ

ملک شمس الدین ابو رجا کے حالات جو عہد فیروز شاہی میں مستوفی الملک تھا

نقل ہے کہ ملک شمس الدین ابو رجا ملک مجیر ابو رجا کا برادر زادہ تھا جو سلطان محمد تغلق کے عہد حکومت میں دربار شاہی میں مختلف قسم کے حرکات کرتا تھا۔

ملک مجیر کو ملک کبیر نے سلطان محمد کی عدم موجودگی میں در سے باہر کر دو ٹکڑے کر دیا تھا۔

معتبر روایت ہے کہ ملک مجیر سلطان محمد کے عہد حکومت میں شہر دہلی کے ایک حصہ کا جاگیردار تھا۔

جس زمانے میں کہ سلطان محمد نے طغی کے تعاقب میں ٹھٹھہ کا سفر کیا جیسا کہ سوانح سلطان محمد کے حالات میں تفصیل سے کہا جا چکا ہے بادشاہ نے ٹھٹھہ سے ملک مجیر کی طلبی کا فرمان روانہ کیا۔

ملک مذکور اپنی جاگیر کے سوار و پیادوں کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں روانہ ہوا۔

اس زمانے میں ملک کبیر دہلی میں نائب غیبت تھا لیکن ملک مجیر نے دہلی کے نواح میں پہنچ کر غرور و تکبر کا اظہار کیا اور معذرت کر کے دریائے جمنا کے گھاٹ سے آگے روانہ ہوا اور ملک کبیر سے ملاقات نہ کی۔

ملک مجیر میان دوآب میں پہنچا اور بعض اشخاص نے ملک کبیر سے شکایت کی کہ ملک مجیر کا غرور و تکبر حد سے بڑھ گیا ہے کہ اس شخص نے بغیر آپ کو سلام کیے ہوئے دہلی سے بالا بالا میان دوآب میں قیام کیا ہے اور شہر میں داخل نہیں ہوا۔

ملک کبیر نے جو بادشاہ کی عدم موجودگی میں سیاہ و سپید کا مالک تھا ملک مجیر کو اپنے حضور میں طلب کیا۔

ملک کبیر نے مشورہ و غور کے بعد ملک مجیر کو درمیان دوآب سے طلب کیا اور ملک مذکور

بادل ناخواستہ جلد سے جلد دہلی پہنچ گیا اور اپنے لشکر و حشم کو ملتان دوآب میں چھوڑ دیا۔

مختصر یہ کہ ملک مجیر ملک کبیر کے حضور میں حاضر ہوا جو اُس وقت مسند حکومت پر اجلاس کر رہا تھا
ملک مجیر نے مقام حجاب پر پہنچ کر آداب و مجرئی سر بجا لایا ہر چند کوشش کی گئی کہ ملک مجیر سلام
کرے لیکن اس مغرور نے سر نہ جھکایا۔

ملک مجیر نے آگے قدم بڑھایا اور مقام دوم پر پہنچ کر بھی سلام نہ کیا۔

ملک مذکور ملک کبیر کے قریب پہنچا اور زبان سے السلام علیکم کہا۔

ملک کبیر نے نگاہ تیز سے ملک مجیر کو دیکھا اور کہا کہ میں بادشاہ کا نائب ہوں اور اس
نیابت غیب میں مختار مطلق ہوں تجھ کو کیا خیال آیا اور کس قسم کا غرور تیرے دل میں سمایا کہ تو بغیر
میری ملاقات کئے ہوئے روانہ ہو گیا۔

اس موقع پر ملک مجیر نے گستاخانہ الفاظ سے گفتگو کی اور کہا کہ ہر شیر کا جنگل صرف اس کا مرغزار
ہو سکتا ہے اور ہرگز ایک کو دوسرے سے سروکار نہیں ہے۔

ملک مجیر نے یہ الفاظ زبان سے ادا کئے اور ملک کبیر یہ سن کر بیحد غضبناک ہوا اور یہ کہا
کہ اس حرام خوار بدکار کو دربار کے روبرو دوڑے نکال کر دو ٹکڑے کر ڈالو۔

ملک کبیر کا یہ حکم دینا تھا کہ سرکاری پیادے دوڑے اور انہوں نے ملک مجیر کو مجرموں کی
طرح گرفتار کر لیا اور سیاست گاہ کی طرف دوڑے۔

ملک مجیر کا رنگ سیاہ ہو گیا اور اس نے حیرت سے انگلی دانت کے نیچے دبائی اور ملک کبیر
سے عاجزی کرنے لگا لیکن اس عاجزی کا کچھ نتیجہ نہ نکلا اور ملک مجیر سلطان محمد کے دیا نگاہ کے روبرو
قتل کیا گیا ملک کبیر نے مجرم کو سزا دیکر تمام حقیقت واقعی سے بادشاہ کو اطلاع دی اور سلطان محمد
نے ایک فرمان اس مضمون کا روانہ کیا کہ اعظم بایوں ملک کبیر نے خوب کیا کہ ملک مجیر خود رائے
و خود پرست کو سزا دی۔

مختصر یہ کہ ملک شمس الدین ابو رجا ملک مجیر ابو رجا کا برادرزادہ تھا۔

اس امیر کو ابو رجا اس لئے کہتے ہیں کہ ملک بالا کا ایک خاندان جس کا یہ رکن تھا
ابو رجایان کے خطاب سے مشہور تھا۔

ملک شمس الدین ابو رجا دانا و شاعر اور بیحد نکتہ رس تھا۔

یہ شخص ابتدائے عہد فیروز شاہی میں بارہ سال وزارت کے گروہ میں معزز رہا لیکن

چند روز کے بعد تاب انتظام سامان کے عہدے پر مامور ہوا۔

اس زمانے میں ملک قبول قرآن خوان حاکم سامانہ تھا ملک شمس الدین سامانہ پہنچا اور اس نے ملک کے تمام انتظام میں دخل دینا شروع کیا۔

شمس الدین نے اس حد تک ملک کے ہر انتظامی شعبہ پر ایسا قبضہ کر لیا کہ ملک قبول قطعاً بیکار و معزول کر دیا۔

شمس الدین اور جانے پہچانے ہیں ایسے ایسے جدید قوانین ایجاد کئے جو کسی غیب کے وہم و خیال میں بھی نہ آ سکتے تھے۔

ملک قبول رعیان فیروز شاہی ایک ہر دل عزیز تھا تمام ارکان سلطنت نے اس کے موافق کوشش کی اور ملک شمس الدین عہدہ نیابت سے معزول کیا گیا۔

اس کے بعد ملک شمس الدین کو نیابت گجرات کا عہدہ عطا ہوا۔

اس زمانے میں ظفر خاں بن ظفر خاں یعنی دریا خاں حاکم گجرات تھا۔

مختصر یہ کہ شمس الدین گجرات پہنچا اور یہاں بھی اس نے بیشمار جدید امور ایجاد کئے اور اپنی کج بحثی سے اس ملک پر بھی ایسا قابض ہوا کہ صاحب مقطع قطعاً بے اختیار ہو گیا۔

چند ماہ بعد ملک شمس الدین گجرات سے بھی معزول کیا گیا اور خلقت خدا نے اس کے پنجے سے نجات پائی۔

شمس الدین گجرات سے دہلی آیا اور اس زمانے میں بادشاہ نے شکار کے لئے بداؤں کا رخ کیا اور بداؤں و انولہ کے نواح میں سیر و شکار میں مصروف ہوا۔

اس سفر میں ملک شمس الدین کو عہدہ مستوفی ممالک عطا ہوا اور بادشاہ نے اس کو ضیاء الملک کا خطاب عطا فرمایا اور اس کو ظاہری و باطنی اعزاز سے سرفراز فرمایا۔

ملک شمس الدین اب دیوان وزارت میں اجلاس کرنے لگا۔

تقدیر الٰہی نے نیا رنگ دکھایا اور فیروز شاہ اس وہم و گمان میں گرفتار ہوا کہ دیوان وزارت کا تمام عملہ ہی خواہ نہیں رہا ہے اور ہر فرد اپنے فرائض انجام دینے میں کوتاہی کرتا ہے اگر ملک شمس الدین دیوان وزارت میں مقرر کیا جائے تو تمام امور سلطنت بخوبی انجام کو پہنچیں گے بادشاہ کو یہ خبر تھی کہ یہ شخص تمام بدترین صفات کا مجموعہ ہے اور اس کے تقرر سے ملک فیروز شاہ اور اس کی رعایا کی صورت حال بہت پریشان ہو گی۔

مختصر یہ کہ شمس الدین ابو رجا مستوفی ممالک مقرر ہوا اور اس نے اپنے عہدے کے فرائض انجام دیئے ہیں ایسے جدید و سخت قوانین ایجاد کئے جو چالیس سالہ دور حکومت میں نہ تھے اور گویا کہ ان آئین جدید کی وضع سے مملکت میں فتنہ انگیزی کا سنگ بنیاد رکھا۔

مورخ اب شمس الدین ابو رجا کی فتنہ پردازی کے تمام افسانے

اور اسکا تقرب جو بادشاہ کے دربار میں حاصل تھا ہدیہ ناظرین کرتا ہے

فیروز شاہ کے دل میں یہ وہم و خطرہ گزرا کہ ملک دیوان وزارت اپنے فرائض کو بخوبی انجام نہیں دیتا اور اس نے تمام ملک کی مالی حکومت شمس الدین ابو رجا کے ہاتھ میں دے دی اور اس کو اپنا مقرب خاص بنا لیا۔

ابو رجا نے بادشاہ کو ہر شخص سے بدگمان کرنے کی سعی بلیغ کی اور ہر وقت و ہر موقعے پر فیروز شاہ کے حضور میں جانے لگا جس سے قرب و منزلت کا یہ عالم ہوا کہ یہ امیر اعیان ملک کو معمول سے زیادہ خیال کرنے لگا۔

شمس الدین بادشاہ کے خلوت کدہ میں حاضر ہوا اور فیروز شاہ یہ خیال کر کے کہ ابو رجا دیوان وزارت کا کچھ حال عرض کرے گا خراماں خراماں چلا جاتا اور شمس الدین اپنے خیالات کا اظہار کر کے واپس آتا تھا۔

اس معاملے نے یہاں تک طول کھینچا کہ شمس الدین کے حاضر ہوتے ہی تمام حاضرین دربار خود بخود خلوت سے باہر نکل جاتے تھے اور شمس الدین اپنے تمام خیالات بادشاہ سے ظاہر کر دیتا تھا اور واپس ہو جاتا تھا بلکہ اگر شمس الدین کا ورود ہوا کہ بادشاہ سے کسی معاملے میں سرگوشی کرتا تو محل شاہی میں تخت کے قریب آتا اور اپنی آستین منہ پر رکھ کر بادشاہ کے کان میں باتیں کرتا۔

اس نکتے کے لکھنے سے مقصود یہ ہے کہ ملک شمس الدین کے قرب و منزلت کا یہ عالم تھا بلکہ اس حیلہ ساز امیر نے بادشاہ کو ایسا اپنے قابو میں کر لیا تھا کہ فیروز شاہ باوجود اس وقار و تدبیر کے شبانہ روز شمس الدین کا کلمہ پڑھتا تھا اور دیوان وزارت کے تمام فرائض شمس الدین

انجام دیتا تھا اگرچہ مستوفی کے فرائض میں تھا یہ امر داخل نہیں ہے کہ ملک کے تمام خراج و اخراجات میں جو خلائق کے ذمے عاید ہوں احتیاط سے کام لے اور جمع نباتی پر نظر نہ ڈالے لیکن شمس الدین ابورجا اپنے تقرب کی وجہ سے وزیر و نائب وزیر و مشرف و مستوفی و مجموعہ دار و دبیر و ناظر و وقوف تمام عاملان ملک کے فرائض انجام دیتا تھا۔

شمس الدین کے اقتدار نے تمام ارکان سلطنت کو معطل و بیکار کر دیا تھا اور خود شمس الدین کا یہ حال تھا کہ اپنے تقرب کی وجہ سے تمام عاید سلطنت سے بے نیاز ہو گیا تھا۔

غرضکہ شمس الدین ابورجا نے اپنے تقرب سے تمام ملک کو تہ و بالا کر دیا اور حضرت فیروز شاہ کے تمام مقرب امرا کو اپنا دشمن بنا دیا اور ہر طریقے پر رشوت ستانی کو اپنا شعار بنایا۔

شمس الدین نے بادشاہ کو تمام امرا کی طرف سے بدگمان کر دیا اور تمام خانان و ملوک کو اس طرح اپنا دشمن جانی بنایا اور تمام رعیت کی بددعا اپنے اوپر لی۔

شمس الدین نے تمام افسران فوج اور سپاہ و سوار کو بادشاہ سے خوف زدہ کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس شخص نے خود اپنے کو اس طرح تباہ و برباد کر دیا۔

شمس الدین ابورجا کا مسند پر بیٹھنا

خانجہاں مسند وزارت پر اجلاس کرتا اور تمام امور سلطنت کی پرداخت اور ان کے سرانجام کے لئے کوشش کرتا تھا اس وقت تمام ارباب مناصب اپنے اپنے محل پر بیٹھتے تھے۔

اس زمانے میں خواجہ حسام الدین جنیدی مجموعہ دار دیوان وزارت بقید حیات تھا اور امور مملکت کے انجام دینے میں انتہائی کوشش کرتا تھا۔

غرضکہ ملک شمس الدین خانجہاں کے جانب راست بیٹھتا تھا اور جس وقت کہ تمام کاربار ہائے سلطنت کے فرائض جن میں محاسبہ و مکاتبہ اور طلب مال جو جمع و خرچ میں کمی بیشی ہونے کی وجہ سے لازم ہو جاتی تھی اور باقی جو محررہ و سرکاری عمال آئین شاہی کے مطابق مسند وزارت کے روبرو پیش کرتے تو شمس الدین ابورجا بحیثیت مستوفی ممالک ہونے کے تمام کلیات و جزئیات پر نظر غائر ڈالتا اور ایسی باریک غلطیاں پیدا کر کے عمال سے باز پرس کرتا کہ تمام شاغلین

جواب دینے سے عاجز رہ جاتے اور کسی شخص کو یہ مجال نہ ہوتی کہ اُس کے سوال کا جواب باصواب ادا کرے ملک ضیاء الملک نہایت خوش تقریر و خوش وقابل و متکبر تھا اور اپنے مقابلے میں سوا بادشاہ کے کسی شخص کو خاطر میں نہ لاتا تھا۔

اس امیر نے چند اشعار نظم کر کے بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کئے اور حضرت شیخ سعدی کے مقابلے میں لاف زنی کی۔

اس امیر کے اقتدار و عمل کا یہ حال ہو گیا کہ دیوان وزارت میں اس کا حکم چلنے لگا اور وزیر و نائب و مشرف و نائب مستوفی و ناظر و بریدہ وقوف، و مشرف و مجموعہ دار مسند پر خاموش و معطل بیٹھے رہتے اور شمس الدین ہر شعبے میں احکام نافذ کرتا تھا۔

خانجہاں وزیر بھی شمس الدین ہی کی رائے کے مطابق احکام صادر کرتا تھا۔

غرضکہ ملک شمس الدین نے ہر شخص کے ساتھ بدی کی اور عاقبت کا مطلق خیال نہ کیا ملک شمس ہر شخص کے معاملات میں ایسی گفتگو کرتا تھا کہ خانجہاں وزیر و ملک اشرف نائب وزیر بے اعیان قطعاً خاموش و دم بخود رہتے تھے۔

ملک شمس الدین چرب زبان تھا اور اس کی طبیعت بہت رسا تھی اور اپنی گفتگو میں انتہائی تکبر سے کام لیتا تھا یہ شخص تمام محل بے جا ہی گفتگو کرتا تھا اور ایسے باریک و اہم مسائل پر فی البدیہہ بحث کرتا تھا جو دیگر افراد غور و فکر سے بھی نہ کر سکتے تھے۔

اس موقع پر مورخ عفیف طبع انسانی کی خصوصیات و مراتب کے متعلق حکما کے چند اقوال نقل کرتا ہے تاکہ عقلا کو بصیرت حاصل ہو۔

واضح ہو کہ حکما کا قول ہے کہ طبائع کے مراتب کی تین قسمیں ہیں ایک طبیعت کو حافظہ کہتے ہیں جس کا خاصہ یہ ہے کہ صاحب طبیعت جو کچھ سنے اُس کو یاد رکھے دوسری طبیعت کو مدرک کہتے ہیں جس کی وجہ سے انسان ہر اس شے کو جس کو وہ پاتا ہے یاد رکھتا ہے تیسری طبیعت کو متصرفہ کہتے ہیں جس کا خاصہ یہ ہے کہ انسان اپنے معلومات کو صحیح محل میں استعمال کرتا ہے۔

تمام مصنفین کے اجتہاد اور اُن کی تمام تصانیف انہیں مراتب طبائع کا نتیجہ ہیں۔

غرضکہ شمس الدین ابو رجا ان ہر سہ طبائع سے بہرہ مند تھا اور انہیں مراتب ثلاثہ کا نتیجہ تھا کہ اس نے فیروز شاہ ایسے بادشاہ عالی جاہ کو جادۂ اعتدال سے برگشتہ کر دیا اور بادشاہ

کو اپنے قبضے میں کر کے اس کو تمام مملکت سے بدگمان کر دیا اور تمام عالی نسب و نادر روزگار ارکان سلطنت اس کے مقابلے میں بے زبان جانور بن گئے۔

شمس الدین کا بادشاہ سے عمل دیوان وزارت کی شکایت کرنا

ملک شمس الدین سلطنت کے تمام شعبوں پر قابض ہو کر سیاہ و سپید کا مالک و مختار بن گیا۔ ایک روز یہ امیر خلوت میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور بادشاہ نے کہا کہ شمس الدین تو کہاں تھا اور تو نے کیا اہم سرکاری اور دینی امور انجام دئیے۔

شمس الدین نے بادشاہ کی تعریف کی اور عرض کیا کہ بندہ دیوان وزارت میں تھا اور یہ کہہ کر خاموش ہو گیا بادشاہ نے دوبارہ دریافت کیا کہ تمام امور بخوبی انجام پا رہے ہیں لیکن شمس الدین نے جواب نہ دیا اور سر جھکا لیا۔

بادشاہ نے تیسری بار یہی سوال کیا اور فرمایا کہ شمس الدین تو کیوں خاموش ہے میں تجھ سے کیا سوال کر رہا ہوں تو میری بات کا جواب کیوں نہیں دیتا۔

امیر نے عرض کیا کہ بیچارہ شمس کیا کرے تمام اعیان و علماء ایک زبان ہو گئے ہیں اور یقین ہے کہ چند روز میں مجھ کو ہلاک کر دیں گے اور اسی طرح اپنے تالاب بد زبان سے نکال اور آخر میں یہی ہوا۔

بادشاہ نے تمام امرا کے اتفاق کا سبب وغیرہ دریافت کیا اور شمس الدین نے کہا کہ امرا ایک روز مجھ کو تباہ و برباد کر دیں گے۔

ظاہر ہے کہ جب تمام اعیان ملک ایک ہو جائیں گے تو میں غریب کیا کروں گا۔

فیروز شاہ نے یہ گفتگو سنکر فرمایا کہ اے شمس میں کسی شخص کی غمازی پر توجہ نہ کروں گا تو اطمینان سے اپنے فرائض کو انجام دے اور دیکھ کہ کل میں اصحاب دیوان کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہوں۔

غرضکہ دوسرا روز ہوا اور بادشاہ نے دربار کر کے اور خانجہاں کو حکم دیا کہ تمام اصحاب مناصب کو مع ان کے حیلے و دیگر بہی خواہوں کے بادشاہ کے حضور میں حاضر کرے۔

خانجہاں نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی اور بادشاہ نے تمام حاضرین کو اپنے قریب

طلب کیا اور خانجہاں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ خانجہاں یہ شخص یعنی شمس الدین کون ہے۔

خانجہاں نے عرض کیا کہ شمس الدین مستوفی ممالک ہے۔

بادشاہ نے دریافت کیا کہ مستوفی ممالک کون شخص ہے اور خانجہاں نے عرض کیا کہ اس کا فریضہ ہے کہ مملکت کے اخراجات کی تصحیح کرے۔

اس موقع پر ملک نظام الملک نائب وزیر حاضر تھا اس نے فی الفور جواب دیا کہ شمس الدین مستوفی ممالک اور کارگزار دیوان وزارت ہے۔

نظام الملک کا یہ جواب بادشاہ کو بیحد پسند آیا اور فیروز شاہ نے فرمایا کہ بے شک تم قطعاً صحیح کہتے ہو اس میں شبہ نہیں کہ شمس دیوان وزارت کا کارگزار ہے۔

فیروز شاہ نے خانجہاں سے فرمایا کہ تم کو دیوان وزارت میں شمس الدین سے کسی قسم کی امداد حق ہے اور خانجہاں نے جواب دیا کہ جس روز سے ملک ضیاء الملک دیوان میں مقرر ہوا ہے میں امور سلطنت سے قطعاً سبکدوش ہو گیا ہوں۔

فیروز شاہ نے کہا کہ خانجہاں یہ دنیا کا دستور ہے کہ جو شخص کارگزار و جفاکش ہوتا ہے تمام لوگ اس کا دشمن ہو جاتا ہے اگر کوئی شخص عداوت دشمنی کی وجہ سے تم سے بیان کرے کہ شمس الدین تم کو پس پشت سخت و سست الفاظ سے یاد کرتا ہے تو تم اس شخص کی بات کو باور نہ کرے۔ اپنے دل میں بغض و عداوت کو جگہ دو اور شمس الدین کی طرف سے بدگمان ہو جاؤ تو ایسی حالت میں ہمارے امور سلطنت درہم و برہم ہو جائیں گے۔

خانجہاں نے عرض کیا کہ ملک ضیاء الملک ہر کلمات بد زبان سے جیسے نکلا تھا اور بندہ بقسم عرض کرتا ہوں کسی شخص کی غمازی اس کے حق میں قبول نہ کرے گا۔

اس کے بعد فیروز شاہ دیگر عمال دیوان کی طرف متوجہ ہوا اور ان سے کہا کہ اے اعیان ملک تم سلطنت کے محرم و صاحب اختیار ہو اور تم سے میں نے ایک شخص مشرف ہے اور دوسرا مستوفی ایک ناظر دوسرا وزیر اور ایک بدید ہے دوسرا اوقات اگر شمس الدین دیوان وزارت میں تم سے کوئی کاغذ سرکاری طلب کرے اور تم اپنے ماتحت عمال کا حوالہ دیکر اس کو ٹال یا کاغذ نہ دو اور یہ عذر کرو کہ یہ کاغذ ماتحت کے پاس ہے تو اس میں شبہ نہیں کہ سرکاری کاروائیوں میں تاخیر ہو جائے گی۔

بادشاہ کا یہ قول سنکر تمام اعیان نے جواب دیا کہ ضیاء الملک جس وقت ہم سے

کوئی کا قدِ پشل طلب کرے گا ہم فوراً اس کے حوالے کر دیں گے۔

اس موقعے پر خانجہاں نے عرض کیا کہ ہر وہ شخص جو ضیاء الملک کے معاملے میں تاخیر کرے گا میں اس کو سزا دوں گا فیروز شاہ دیگر بیحد خوش ہوا اور شمس الدین کی عزت افزائی کے لئے اس کو بارانی خاص جو اس کے جسم پر تھی عطا فرمائی اور تمام اعیان ملک کو شمس کا یار و مددگار بنا دیا۔

شمس الدین کا خواجہ حسام الدین جنیدی کے روبرو خواب کو تخت سے کہنا

ملک شمس الدین ابورجا تمام علاء دیوان و جاگیر دار و حکام و مقطعیان ملک پر حاوی ہوا اور دیوان وزارت میں اجلاس کرنے لگا۔

شمس الدین ابورجا کے روبرو تمام جزوی و کلی معاملات پیش ہونے لگے۔

خانجہاں تھوڑی دیر مسند وزارت پر بیٹھتا اور تمام امور سلطنت سے متوجہ و مگدر رہتا تھا۔

شمس الدین ابورجا دو گھڑی دن تک دیوان داری کر کے تمام اشخاص سے معاملات کی باز پرس کرتا تھا اور تمام عملے کو اپنے حالات و احکام سے مرعوب کرتا تھا۔

اس کے علاوہ دوسرے وقت بعد مغرب ایک گھڑی دیوان وزارت میں اجلاس کر کے جاگیر داروں اور اہل مقطعہ سے حساب لیتا تھا۔

شمس الدین ابورجا جب دیوان وزارت سے نکل کر اپنے مکان کو جاتا تو اس قدر ہجوم عوام و خواص کا اس کے ہمراہ ہوتا کہ ایک سینہ دوسرے سے دبتا تھا۔

شمس الدین نے تمام عملے کو اطلاع دے دی تھی کہ جو شخص صبح سے قبل نہ آئیگا اور میرے بعد نہ جائیگا میں اس سے سخت باز پرس کروں گا اور اس کو عہدے سے برطرف کر دوں گا۔

مورخ بیان کرتے ہیں کہ جنھوں نے چالیس سال کامل بحد اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کی تھی دفعۃً ناقابلِ برداشت تکالیف و مصائب میں گرفتار ہو گئے اور عجیب و غریب اہل عملہ سب مضطر و پریشان ہوئے۔

اتفاق سے ایک شب خواجہ حسام الدین جنیدی دیوان وزارت میں اجلاس کر رہے تھے اور تمام کارخانہ جات کے محرر دفتر بیٹھے ہوئے تمام کیفیت پیش کرتے اور برتے

کو لا خذ میں گزران رہے تھے اور ملک شمس الدین ہر شے کے متعلق سوال و جواب کر رہا تھا
اور بحث میں آواز سخت سے گفتگو کر کے غصے کا اظہار کرتا تھا۔

اتفاق سے شمس الدین کی نظر ایک کاغذ پر پڑی جس میں گزشتہ سال کے اخراجات
مرقوم تھے اور ایک مد میں بیکار خرچ ہوا تھا۔

شمس الدین نے یہ کاغذ دیکھا اور اس کے متعلق بحث شروع کی۔

شمس الدین نے اس خیمے کے متصرف سے دریافت کیا کہ یہ نامناسب خرچ
کس نے کیا ہے۔

اس شخص نے جواب دیا کہ دیوان خرچ کے علم سے یہ رقم صرف ہوئی ہے

اس موقع پر شمس الدین خواجہ حسام الدین جنیدی کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ اے خواجہ
یہ گندگی اور بے ضابطگی تمہارا ہی کام ہے جن امور کو میں انجام دیتا ہوں ان میں یہ خرابیاں
نہ ہونی چاہئیں اگر تم کمال احتیاط سے کام لو تو مجھ کو بیچ میں یہ خون جگر نہ پینا پڑے

شمس الدین دبیر نے نہایت سخت لہجے میں یہ الفاظ کہے اور جامخانے کے اوپر
استادہ ہوگیا اور بندگی خواجہ جنید کو بھی جامخانے پر چھوڑ کر خود اپنے مکان واپس گیا۔

اس موقع پر مورخ ضعیف حاضر اور تمام واقعات کو دیکھ رہا تھا۔

شمس الدین تو اس مقام سے چلا گیا اور خواجہ جنیدی نے رو بقبلہ ہو کر دست دعا
بلند کیا اور چشم پر آب ہو کر خدا کی بارگاہ میں عرض کیا کہ پروردگار تو تمام مخلوق کا بادشاہ اور سب
کا مالک ہے اپنے رحم و کرم سے میری یہ دعا قبول فرما کہ بار دیگر مجھ کو جامخانے میں آنا نصیب نہ ہو
تاکہ اس پیرانہ سالی میں ناہنجار و کم پایہ افراد کے ہاتھوں سے ذلیل و رسوا نہ ہوں اور عزت و آبرو
کے ساتھ اس عالم سے سفر کروں۔

خواجہ جنید نے یہ الفاظ کہے اور جامخانے سے اتر اپنے مکان واپس گیا۔

سبحان اللہ خواجہ بزرگوار کی دعا کی مقبولیت دیکھی کہ اسی شب اس بزرگ کو بخار آیا
اور اس واقعے کے چھ روز کے بعد خواجہ حسام الدین نے وفات پائی۔

سبحان اللہ اس میں شبہ نہیں کہ ہر شخص کو خدا کی بارگاہ میں ایک خاص خصوصیت
رکھتا ہے اور ہر شخص کا خدا سے راز و نیاز قطعاً جدا ہے۔

خواجہ جنیدی کی بزرگی کا ذکر ہے کہ یہ شخص متقی پرہیزگار دیانت دار اور راست گفتار

اور خوش کردار تھا اور اس نے عہد وقار و متانت سے زندگی بسر کی۔

خواجہ حسام الدین حضرت شیخ رکن الحق ابو الفتح رحمۃ اللہ علیہ کا مرید تھا اس بزرگ کی ایک بڑی کرامت تو یہ ہے کہ اس کی دعا اس وقت جلد مقبول ہوئی اور خواجہ جہاں نے عالم جاودانی کی راہ لی تاکہ تمام اہل عالم پر یہ امر روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائے کہ عہد فیروز شاہی میں ایسے ایسے باکمال اہل قلم و امرا موجود تھے جو اہل حاجت کی کاربرآری و محتاج و مفلس نوازی کی اعانت و امداد میں اپنی آپ ہی نظیر تھے۔

یہ مورخ اصل مقصود کی طرف گریز کرتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ امراء نے اپنے غرور و تکبر سے خواجہ جنیدی سے دیانت طریقے پر مواخذہ کیا اور خواجہ حسام الدین جیسے بزرگ کے دامن پر بدنما داغ لگا دیا حالانکہ خواجہ مذکور اس اہتمام سے تقرری تعلقہ امور سلطنت و انتظام مملکت سے بخوبی آگاہ تھا اور نیز یہ کہ فہم و فراست سے بہرہ ور اور وجیف کشی کا دلدادہ تھا۔

ظاہر ہے کہ اس سلطنت کا یہ مشہور ترین واقعہ ہے کہ والی ملک جس روش پر چلتا اور جس طریقے کو رواج دیتا ہے تمام عمال و کارکن اس کی تقلید کرتے اور اس کو خوش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اگر کسی زمانے میں بادشاہ ظلم کرتا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مخلوق جو اس کی پیرو ہے بدترین ظلم و ستم سے زیر دست افراد کو پامال و تباہ کرتی ہے۔

اسی طرح اگر کسی شہر و عہد میں کوئی فرمانروا دین پناہ و حق پرست و انصاف پرور ہوتا ہے اور اپنے جود و عطا سے مخلوق کو ہر وقت سرفراز اور اپنے عدل سے رعایا کو ہر دم فیضیاب کرتا ہے تو تمام اعیان و امرا بھی انصاف و سخاوت کو اپنا شعار بناتے ہیں۔

چونکہ فیروز شاہ نے اپنے چہل سالہ عہد حکومت میں ملکی روش پر کسی کے خوف اور احساس کی جباریت و قہاریت کے ہراس و خیال سے ہر خاص و عام کو اپنے احسان سے بہرہ ور کیا اور شریعت کے مطابق مخلوق پر حکمرانی کر کے علم و حلم کو اپنا شعار بنایا اور ہر قسم کی ملکی و مالی خیانات سے چشم پوشی کر کے اپنے تمام عہد حکومت میں کسی مجرم سے بھی باز پرس نہ کی اس لئے اس کے تمام اعیان دولت اس کے مقلد بن گئے۔

ظاہر ہے کہ سلاطین قدیم کے عہد میں تمام غفلت و اہمال سے ہر قسم کی باز پرس اور شدید ترین سیاست کی جاتی تھی لیکن فیروز شاہ کے عہد معدلت میں بجز قاضی صدر الملک

مقصد اس جواب کے اور کسی فرد سے باز پرس نہ ہوئی اور نہ کسی شخص کو سزا دی گئی۔

قاضی مذکور کی سیاست کا بیان یہ ہے کہ قاضی مذکور نے مبلغ پچاس لاکھ روپیہ رقم باقی کو تلف کر دیا۔

معتبر راویوں نے مورخ عفیف سے بیان کیا کہ قاضی صدر الملک نے ایک پان کو اپنا صاحب خلوت بنا رکھا تھا اور اس سے ہر قسم کا تمتع حاصل کرتا تھا

اس شخص کے لئے پانچ سیر روزانہ کا چونہ روز تیار ہوتا تھا جو یہ شخص پان میں استعمال کرتا تھا اور قاضی صاحب کے ملازم صدر الملک کے محرم راز کی خدمت و طواف کرتے تھے۔

مختصر یہ کہ قاضی صدر الملک پر باوجود کہ اس قدر مال دیوانی باقی برآمد ہوا تھا لیکن بادشاہ فیروز شاہ نے اس سے باز پرس نہ کی۔

بادشاہ قاضی صاحب سے یہی کہتا کہ جو شخص تمہارے ایسے آدمی کے خون سے اپنا ہاتھ رنگین کرنا چاہے وہ خود اپنا خون گرانے کا ارادہ رکھے۔

قاضی نے خود بادشاہ سے عرض کیا کہ میں اپنا خون معاف کرتا ہوں۔

مورخ کو معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ قاضی صدر الملک کچھ ایسے معاملات میں گرفتار تھا کہ اس کی زندگی وبال ہو گئی تھی اور اسی وجہ سے قاضی مذکور نے مجبوراً اپنے کو اس کشمکش میں مبتلا کیا لیکن چونکہ اس کی تقدیر میں سلامتی تھی صحیح و سالم رہا۔

اب جبکہ سرکاری رقم غبن کا اس کے ذمے واجب الادا قرار پائی تو اس نے خود بادشاہ سے عرض کیا کہ بندہ اپنا خون معاف کرتا ہے اور اس کے بعد قاضی کو دربار شاہی کے روبرو سزا دی گئی۔

غرض کہ چونکہ فیروز شاہ کی حکومت رسم و کرم پر مبنی تھی اس نے اس طرح تمام سرکاری ملازم و عہدہ دار و کارکن عفو تقصیر و چشم پوشی کے خوگر و شیفتہ ہو گئے تھے ورنہ صاف ظاہر ہے خواجہ جنیدی اور خواجہ شرف مالدہ ایسے حکام نہ تھے جن سے خیانت ظہور میں آتی یا یہ حضرات کسی معاملے میں بھی نرمی سے کام لیتے یا یہ کہ بغیر بادشاہ کی رضا اور اس کا حکم حاصل کئے ہوئے کوئی ناپسندیدہ خرچ کرتے۔

فیروز شاہ نے اقرار کیا ہے کہ میں اپنے دست چپ سے ایسا قوی دل نہیں ہوں جتنا کہ خواجہ شرف مالدہ ہے۔

اس تحریر سے مقصد یہ ہے کہ عہد فیروز شاہی میں ہر شخص وہر امیر صاحب قناعت و مصلح تھا۔

مختصر یہ ہے کہ ملک شمس الدین دیوان وزارت میں اجلاس کرتا اور قدیم سلاطین کی روش کے مطابق اپنی حکومت جاری کرتا اور ہر شخص سے حق کے ساتھ باز پرس کرتا تھا۔

ابورجا اپنی نادانی و رعونت و حرص و تکبر و وسوسہ شیطانی کی وجہ سے مستدین و امانت دار اشخاص کی تحقیر و توہین کرتا اور یہ خیال نہ کرتا کہ ان امور کے کرنے میں اس کو ندامت و پشیمانی حاصل ہوگی۔

یہ امر مسلم ہے کہ اہل قلم و فراست کسی عارضی مصلحت کی وجہ سے معتبر اشخاص کو ذلیل و رسوا نہیں کرتے اس لئے کہ ارکان افراد و فرقہ عادیین میں ہر فرد تحریر و انشاء و دیگر معاملات تقدیر سے کم و بیش واقفیت رکھتا ہے لیکن چونکہ خود فیروز شاہ کی روش یہ تھی کہ ہر وقت خلقت و رعیت پر احسان کرکے ان کو اپنے جود و سخا سے مالا مال کرتا تھا اور مخلوق کی نفع رسانی میں ہر دم سعی و کوشش کرتا تھا اس لئے اس عہد کے تمام کارگزار عمال بھی رعیت پر سہولت و نرمی کرتے تھے۔

شمس الدین ابورجا کا دیوان وزارت کے اصحاب مناصب کی عیب جوئی کرنا

ملک شمس الدین ابورجا بادشاہ کے تقرب کی وجہ سے شغل یعنی فرمان سلطنت کے دیوان وزارت پر غالب آگیا اور تمام اعیان دولت پست و بیکار ہوگئے۔

ملک شمس الدین نے ارکان وزارت کو انفاظ بد سے مخاطب کرنا شروع کیا یعنی ایک فریق کو گروہ مخولیاں کے لقب سے یاد کیا جس کا مطلب یہ ہے کہ ان افراد کے باپ دیوان وزارت میں ملازم تھے اُن کی وفات کے بعد بادشاہ نے ان کے فرزند کو مرحوم پدر کا عہدہ عطا کیا اور ان جدید ارکان کا یہ حال ہے کہ ان کو کار سلطنت و انتظام سے قطعاً واقفیت نہیں ہے اور ان امور کے ادراک سے جاہل ہیں گویا کہ گروہ مخولیوں کا ایک طبقہ ہے جو بالکل بیکار ہے۔

شمس بعض افراد کو لنگر جام عاد کے خطاب سے پکارتا تھا جس کا مطلب یہ ہے کہ

جس طرح جاہ طلب کاوش کرتے ہوئے نگر جاہ طلب کو فرش کے کنارہ اس لئے دھکا دیتے ہیں تاکہ یہ فرش پر اس کے زور سے اپنی جگہ سے دور ہٹ سکے اسی طرح یہ افراد عقل و فراست سے قطعاً عاری ہیں اور وزیر کے مسند پر اجلاس کرتے وقت مسند کے روبرو آتے ہیں اور فرش طرح جاہ کنانے کے اوپر بیٹھے رہتے ہیں لیکن مملکت کے آئین و ضوابط سے قطعاً بے خبر فاد وقف ہیں گویا کہ پتھر کے ٹکڑے ہیں جن میں قطعاً جان نہیں ہے۔

اس طرح شمس الدین ابو رجا نے ادا خاص تشبیہوں سے کہا کہ میں نے خانجہاں کو کنوئیں کے کنارے سے پہنچا دیا ہے اور اب صرف ایک زینہ باقی رہ گیا ہے اور میں نے خانجہاں کی غفلت اور اس کے سہو اور اس کی خطاؤں سے فیروز شاہ کو اس قدر آگاہ کر دیا ہے کہ اب بادشاہ نے ارادہ کر لیا ہے کہ اس کو وزارت سے معزول کر دے۔

جس روز کہ ملک شمس الدین ابو رجا کو قید کر کے جلا وطن کیا گیا اس روز ایک شخص اس کے پاس حاضر ہوا اور اس سے کہا کہ تو اپنے کو عاقل و فاضل و کامل خیال کرتا ہے تیری عقل و فراست سے بعید ہے کہ تو نے اپنے کو اس معرض ہلاکت میں ڈالا ہے۔

ملک شمس الدین نے جواب دیا کہ کیا کروں مجھ کو کم ظرف دستِ وزیر اور نادان و بے لیاقت سے سابقہ پڑا جس نے ہمیشہ کم ظرفی سے کام لیا چنانچہ ایک روز ایک شخص کا معاملہ وزیر کے روبرو پیش ہوا جس نے ایک معاملے میں خیانت کی تھی میں اس شخص سے باز پرس کی اور اس سے سختی کے ساتھ پیش آیا اس موقعے پر خانجہاں نے یہ گفتگو شروع کی کہ اے ضیاء الملک بندگانِ خدا پر زیادہ غصہ نہ کر تجھ کو یاد نہیں ہے کہ رسول خدا نے فرمایا ہے کہ احسان کی جزا احسان ہے۔

خانجہاں نے آیت قرآن کو حدیث رسول قرار دیا۔

میں نے اس وقت کہا کہ خانجہاں یہ حدیث نہیں ہے آیت قرآن ہے جو خدائے پاک نے قرآن میں نازل فرمائی ہے۔

خانجہاں نے جواب دیا کہ خواہ آیت قرآنی ہو یا حدیث رسول بہرحال احسان عمدہ شے ہے۔

ظاہر ہے کہ جو وزیر حدیث و قرآن میں فرق نہ کر سکے وہ وزارت کے فرائض کیونکر انجام دے سکتا ہے۔

مختصر یہ کہ ملک شمس الدین ابورجا نے دیوانِ وزارت کے ہر شخص کی عیب جوئی شروع کی اور بیشتر الفاظ تکبر و کلمات غرور زبان سے نکالے اور ہر شعبے پر قبضہ کر لیا۔

اور اہلِ مقطع کے کاروبار کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ جب کوئی جاگیردار اپنے مقطعے سے آتا تو اول ملک شمس الدین ابورجا کے مکان پر جاتا اور پیشتر اس کی خدمت میں حاضری دیکر فیروز شاہ کی قدم بوسی کرتا تھا اور غریب اہلِ علم ہر وقت اس کے قدموں کے نیچے پامال ہوتے تھے۔

خانجہاں بھی وہی احکام صادر کرتا تھا جو شمس الدین ابورجا کی مرضی و خواہش ہوتی تھی۔

شمس الدین ابورجا نے جب دیکھا کہ فیروز شاہ میرے دام میں گرفتار اور وزیر میری رائے کا گرویدہ اور تمام عمال و اہلِ مقطع میرے مطیع و فرمانبردار ہو گئے ہیں تو اس کو اور زیادہ طمع دامنگیر ہوئی اور اس نے اس کام میں دل و جان سے سعی و کوشش شروع کی کہ اپنے اقتدار کو اور زیادہ بڑھائے۔

شمس الدین ابورجا نے رشوت ستانی کا بازار گرم کیا اور ایک طرف خلق پر سختی کرتا تھا اور دوسری طرف مخلوق سے رشوت لیتا تھا۔

بادشاہ کی نوازش کا یہ عالم تھا کہ ہر دوسرے اور تیسرے روز پارچہ خاص اپنے جسم سے اتار کر شمس الدین کو عطا کرتا تھا۔

جو شخص کہ بادشاہ کی خیر خواہی کرتا ہے وہ ان چار قسموں میں سے ایک طبقے میں داخل سمجھا جاتا ہے ایک گروہ اس سے خیر خواہی کرتا ہے تاکہ بادشاہ کا مخلص رہے اور ہر وقت نمک خواری کا لحاظ کرکے قیامِ مملکت اور نظامِ سلطنت کو بہترین طریقے پر چلانے کی کوشش کرتے ہیں اور ان کے قلوب طمع و خود داری کے جذبات سے عاری ہوتے ہیں۔

دوسرا گروہ کا صرف اپنی نام آوری و شہرت و نیز اقتدار کی تکمیل کی وجہ سے بادشاہ کی خیر خواہی کا دم بھرتا ہے اور اپنی دنیاوی جاہ و منزلت میں اضافہ پیدا کرنے کے لئے بادشاہ کی محبت و خلوص کا دعویٰ کرتا ہے

جیسا کہ بے معنی ہیبت بادشاہ کو دکھا کر قوانین وضع کرتے اور خلقت خدا کو ہلاک کرتے ہیں جیسا کہ قاضی شرف الدین نے سلطان علاؤ الدین خلجی کے زمانے میں بے معنی و فضول بحث سے رعیت و مخلوق کو تباہ و برباد کیا جیسا کہ مورخ حضرت علاؤ الدین خلجی کے حالات

جیسا مفصل بیان کر چکا ہے۔

اگرچہ یہ گروہ ایک وجہ سے بادشاہ کا مخلص ہوتا ہے مگر حقیقت میں بیجا خیرات سے تمام ملک کو تباہ و ویران کرتا ہے۔

تیسرا گروہ ریا و نفاق کا بندہ ہو کر بادشاہ کی بہی خواہی کا کلمہ پڑھتا ہے

مکر و فن کا گروہ بھی عجیب نادر طبقہ ہے جس کے بابت کلیلہ و دمنہ نے ان کے بابت خوب کہا ہے کہ قرب سلاطین جمال امرد و شباب عورت کے مانند ہیں۔

گروہ چہارم اپنی طمع کی غرض سے بادشاہ کی بہی خواہی کرتا ہے جیسا کہ شمس الدین ابورجا نے کیا ہے اس بہی خواہی کی وجہ سے جس کا اصل سرچشمہ طمع رہتا ابورجا نے تمام ملک کو تباہ و ویران کیا اور دست طمع دراز کر کے تمام جاگیرداروں اور عمال پرگنات سے رشوت حاصل کی۔

اس رشوت ستانی نے یہاں تک طول پکڑا کہ ملک شمس الدین عمال سے زیادہ سختی سے پیش آنے لگا۔

چنانچہ یہ گروہ بیچارگی کی وجہ سے سخت پریشان اور عاجز ہو گیا اور حیرت میں مبتلا ہوا۔ ابورجا بغیر رشوت لئے ہوئے کسی فرد کو آزاد نہ کرتا تھا۔

ملک شمس الدین جب کسی شخص پر سختی و باز پرس کرنا چاہتا تو اس کو وزیر کے روبرو پیش کرتا اور اس شخص سے رشوت لیکر وزیر سے اس طرح کی گفتگو کرتا کہ وہ مجرم رہا ہو جاتا۔

اگرچہ خانجہاں کو یقین تھا کہ ابورجا محض رشوت حاصل کرنے کے لئے اس فرد پر سختی کر رہا ہے لیکن مجبوراً اس کے قول کی تائید کرتا تھا اور ابورجا نابکار وزیر کی پرسش سے محروم رہے اور بادشاہ کو معلوم ہو جائے کہ مخلص کون ہے اور منافق کون ہے۔

جو شخص کہ شمس الدین کو رشوت دیتا تھا وہ فوراً آکر خانجہاں سے تمام واقعہ بیان کر دیتا تھا کہ میں نے اس وقت ابورجا کو اس قدر رقم رشوت میں دی ہے۔

خانجہاں اس شخص سے کہتا کہ اے نادان ابورجا جو کچھ طلب کرے وہ اس کے حوالے کر اور دیکھو کہ خدائے برتر کا کیا حکم ہے۔

ایک وقت ملک سید الحجاب کا ایک کام شمس الدین سے متعلق ہوا اور اس زمانے میں ملک سید الحجاب سلطان فیروز شاہ کے ہمراہ تھا۔

سید الحجاب کے ملازم روزانہ شمس الدین کے مکان پر آمد و رفت رکھتے تھے اور اپنے کام کی تکمیل کے بابت تقاضہ کرتے تھے۔

جب ملازمین کو معلوم ہوا کہ ابورجا غفلت سے کام لے رہا ہے تو انھوں نے سید الحجاب کو ایک خط اس مضمون کا روانہ کیا کہ شمس الدین آپ کے معاملے میں غفلت و عدم توجہی کر رہا ہے اس کو آپ ایک خط تاکید کی روانہ فرمائیں تاکہ معاملات جلد طے ہو جائیں۔

ملک شمس الدین نے ایک خط عجب تیز لہجے میں روانہ کیا۔

غرضکہ اس طریقہ پر تمام خانان و ملوک فیروز شاہی ابورجا کے دشمن جانی بن گئے اور اس کی تخریب کے در پے ہوئے۔

اس زمانے میں ملک زادہ فیروز پسر ملک تاج الدین ترک جو سلطان تغلق کے عہد میں ہندوستان وارد ہو کر نائبجاں کے خطاب سے سرفراز ہوا تھا برسر اقتدار تھا۔

ایک روز ملک زادہ مذکور اور ملک شمس الدین ایک جا بیٹھے ہوئے تھے اور اس وقت ملک شمس الدین جاگیر کا حساب کر رہا تھا اور ہر لفظ پر سخت کلامی کر رہا تھا چنانچہ اس کا کسی کو اس سختی کی وجہ سے یارائے دم زدن نہ تھا۔

ملک زادہ فیروز نے اس موقعے پر نہایت عمدہ بات کہی کہ ملک ضیاء الملک زبان دراز و دست دراز دونوں جمع نہیں ہو سکتیں یا تو زبان کو دراز کرو یا ہاتھ کو۔

اگر زبان کو دراز کرتے ہو تو ہاتھ کو کوتاہ کرو ورنہ اس کے برعکس عمل کرو۔

اس موقعے پر ملک زادے نے شمس الدین سے یہ بھی کہا کہ ملک ضیاء الملک میں نے سنا ہے کہ تم کو دیوان عرض میں بڑی اقتدار حاصل ہو گیا ہے تاکہ احباب کو بھی اپنی حاجت براری کا موقع حاصل ہو۔

ملک شمس الدین نے جواب دیا کہ میں کیا کروں چند نابکار اکٹھے جمع ہو گئے ہیں جو بر خاص نگہ رکھتے ہیں اور اس طرح سرقہ و دزدی کا بازار گرم ہے۔

ملک زادہ فیروز نے چپکے سے کہا کہ ملک ضیاء الملک وہ وقت آ گیا ہے کہ تمام اعیان دولت یکجا ہو کر اس امر پر اتفاق کر لیں کہ تم کو جلد سے جلد حکومت و عہدہ سے معزول کرا دیں۔

فیروز شاہ کا شمس الدین کو ملتان میں جلا وطن کرنا

نائبجاں کی رائے میں شمس الدین ابورجا کی مہم نہایت سخت تھی

ظاہر ہے کہ اب دیوان وزارت کے ارکان میں کوئی ایسا زندہ و باقی نہ رہا تھا جو معاملات ملکی میں شمس الدین سے صاف و صریح گفتگو کر سکتا اس لئے کہ بندگی ملک الشرق ملک نظام الدین نائب وزیر ممالک و خواجہ حسام الدین جنیدی و خواجہ شرف املوہ و دیگر و اکابر جو اس کے اہل تھے کہ شمس الدین سے کسی معاملے میں گفتگو کریں وفات پا چکے تھے۔

اگرچہ خواجہ رکن الدین پسر خواجہ جنیدی و خواجہ حسین الدین پسر خواجہ شرف املوہ اپنے پدران مرحوم کے عہدوں پہ مامور ہو چکے تھے لیکن یہ جدید ارکان وزارت کو شمس الدین کے مقابلے میں یارائے دم زدن نہ تھا۔

خانجہاں نے امرا و اعیان مملکت میں خواجہ ظہیر الدین کو صالح و عاقل و دانا و ماہر امور ملکی و مالی خیال کر کے اس کو ہمراز بنایا اور اس امیر کو جو تقریر اور تحریر میں خاص ملکہ رکھتا تھا شمس الدین کے تمام حالات سے آگاہ کر کے اس سے خفیہ طور پر کہا کہ جس طرح ممکن ہو اس خار کو راہ سے ہٹا کر حکومت کا راستہ صاف کر دو اور اس شخص کا قدم درمیان سے اٹھا کر ہم سب کو مطمئن بنا دو۔

خانجہاں کی یہ تقریر سن کر تمام اصحاب دیوان یکجا ہوئے اور ملک فضل اللہ بلخی جو نائب مستوفی تھا۔

مختصر یہ کہ تمام لوگ نے ملک شمس الدین کے کارناموں کی تحقیق شروع کی اور صوبہ سامانہ و گجرات کے دفاتر پر نظر ڈالی اور ہر شعبے کی جمع و خرچ کی تحقیق کر کے ابورجا کی بے عنوانیاں یکجا کر کے خانجہاں کے ملاحظے میں پیش کیں۔

چونکہ فیروز شاہ شمس الدین پر اس وقت تک بہت مہربان تھا خانجہاں وقت اور موقع کا منتظر رہا۔

اس درمیان میں ملک عبداللہ کارکن کا ایک معاملہ شمس الدین کے روبرو پیش ہوا۔

ملک عبداللہ سے ابورجا کی سخت گفتگو بادشاہ تک پہنچائی جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

روایت ہے کہ ملک عبداللہ کارکن شاہان خراسان کی اولاد سے تھا جو فیروز شاہ کے دربار میں ملازم تھا۔

ملک مذکور دو پرگنوں کا جاگیردار تھا اور ان دونوں پرگنوں میں محاصل کا وصول زیادہ وصول ہوتے تھے شمس الدین نے ان پرگنوں کی بھی جانچ پڑتال شروع کی اور اس کارکن عملے کو آزار پہنچانا شروع کیا اور ان سے سختی کے ساتھ حساب طلب کیا۔

خانجہاں نے بھی شمس الدین کی ہاں میں ہاں ملائی اور ملک عبداللہ نے شمس الدین کی بہت خوشامد کی لیکن شمس الدین راہ راست پر نہ آیا۔

اس واقعے کے بعد ملک عبداللہ نے خانجہاں کے حضور میں حاضر ہو کر اس سے استدعا کی کہ شمس الدین کے پنجۂ ظلم سے اس کو نجات دلوائے۔

خانجہاں نے ملک عبداللہ سے کہا کہ ابورجا کے عادات بہت قبیح ہیں وہ جب تک رشوت نہ لے لیگا تمہارا دامن نہ چھوڑے گا۔

خانجہاں نے ملک عبداللہ سے کہا کہ تم کسی طرح بادشاہ کو ان واقعات سے مطلع کرو اور اس طرح تمام عالم کو شمس الدین کے شر و فساد سے نجات دلواؤ۔

ایک روز بادشاہ نے محل بارہ میں دربار عام کیا اور ملک عبداللہ نے تمام واقعہ فیروز شاہ سے بیان کیا اور عرض کیا کہ بادشاہ کے صدقے اور طفیل میں اس بندہ درگاہ کے قبضے میں دو پرگنے ہیں اور ملک ضیاء الملک میرے ان پرگنات میں بہت تحقیق و تفتیش کر رہا ہے تاکہ اس سختی کی وجہ سے مجھ سے رشوت حاصل کرے فیروز شاہ نے شمس الدین ابورجا کو طلب کیا اور فرمایا کہ سنو ملک عبداللہ کیا کہتا ہے۔

شمس الدین ابورجا نے کہا کہ ملک عبداللہ کے پرگنات کا محصول کم ہے اور اس کی آمدنی زیادہ ہے۔

ملک عبداللہ نے عرض کیا کہ بادشاہ کے صدقے و طفیل میں مملکت دہلی کا محصول تقریباً دس گنا ہو گیا ہے تو جس شخص سے رشوت لیتا ہے اس سے درگزر کرتا ہے اور جو شخص مجھ کو رشوت نہیں دیتا تو اس کو پریشان و تنگ کرتا ہے۔

مجھ کو رشوت دینے کی قدرت نہیں ہے میں تجھ سے کس طرح پیچھا چھڑاؤں۔

چونکہ میں تجھ کو رشوت نہیں دے سکا اس لئے تو میرے معاملات میں اس قدر سختی سے باز پرس کر رہا ہے اور مجھ کو بھی بہت پریشان کر رکھا ہے۔

اس موقع پر جس قدر امراء اور ارکان سلطنت حاضر تھے انھوں نے بالاتفاق کہا کہ ملک عبداللہ

کو بیان صحیح ہے اور جو کچھ یہ عرض کرتا ہے قطعاً درست و صحیح ہے۔

فیروز شاہ صاحب فہم و فراست فرمانروا تھا اُس نے فوراً دریافت کر لیا کہ شمس الدین نے اپنی فتنہ انگیزی سے تمام سلطنت میں مخالفت اور دشمنی کی تخم ریزی کی ہے۔

بادشاہ اُس وقت توجہ غور و فکر کرنے کے بعد محل بارہ سے اٹھ گیا اور خانجہاں بھی واپس آیا۔

خانجہاں دیوان وزارت میں تھا اور کارکنان عملے نے شمس الدین کی خیانت آمیز کارروائیوں کو جو انہوں نے جمع کی تھیں خانجہاں کے ملاحظے میں پیش کیں۔

ایک خیانت آمیز کارروائی یہ تھی کہ جس زمانے میں شمس الدین نائب مقطع گجرات تھا اس نے مبلغ نو ہزار تنکہ اپنے ضروریات کے لئے خزانہ سرکار سے قرض لیا تھا اور آج تک وہ رقم ادا نہ کی تھی اور باوجود مستوفی ممالک ہو جانے کے یہ قرض اس پر باقی تھا۔

خانجہاں نے اصحاب خزانہ کو طلب کیا اور اُن سے کہا کہ میری عدم موجودگی میں اس واقعے کو بادشاہ کے حضور میں پیش کریں۔

اصحاب خزانہ نے خانجہاں کے حکم کی تعمیل کی اور بادشاہ کو حقیقت حال سے آگاہ کیا۔

فیروز شاہ نے فرمایا کہ کیا وجہ ہے کہ یہ رقم اب تک خزانے میں داخل نہیں ہوئی۔ بادشاہ نے عمال خزانہ پر عتاب کیا اور تمام کارکن خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دے سکے۔

فیروز شاہ کو یقین ہو گیا کہ شمس الدین نے مملکت و سلطنت پر قابض ہو کر اپنے کو سلطان اور بادشاہ سے بری خیال کیا ہے اور اس غفلت کے عالم میں مغرور رہا اور کوئی فرد اس کے خوف کی وجہ سے اپنا جائے رقم طلب نہ کر سکا۔

اس موقعے پر فیروز شاہ نے حکم دیا کہ خانجہاں ہر مکن طریقے سے یہ رقم شمس الدین سے وصول کرے مختصر یہ کہ خانجہاں نے یہ معلوم کر کے کہ بادشاہ کا مزاج منحرف ہو گیا ہے اپنے ہمراز افراد کو طلب کیا اور اُن سے خفیہ طور پر کہا کہ جس زمانے میں ملک شمس الدین گجرات میں مقیم تھا تو بادشاہ نے یہ حکم نافذ کیا تھا کہ سوداگر جو گجرات سے ہاتھی ہمارے واسطے لے کر دہلی آئیں اگر کوئی جانور راہ میں تلف ہو جائے تو شمس اُس ہاتھی کی قیمت خزانہ شاہی سے

ادا کی جائے۔

اس فرمان کے بموجب شمس الدین فتنہ انگیز نے غلط بیانی کی اور چند تغیروں کی قیمت غلط ظاہر کر کے اس کی رقم خزانے سے وصول کر کے اپنے ذاتی مال میں داخل کر لی۔ خانجہاں نے یہ خیانت بھی معلوم کی اور اپنے ہمرازوں سے کہا کہ اس بیہودہ کردار کو حاضر کریں۔ خانجہاں نے مسخروں سے تحقیق کر کے اپنے احباب سے کہا کہ اس واقعے کو بھی بادشاہ کے حضور میں بیان کر دیں۔ دیوان وزارت کے عملے نے یہ قصہ بھی فیروز شاہ سے بیان کیا اور اس واقعے کو سن کر بادشاہ شمس الدین سے قطعاً برگشتہ ہو گیا۔

مختصر یہ کہ دوسرے روز خانجہاں توک خانہ میں اجلاس کر رہا تھا شمس الدین اس کے روبرو شوخیاں کر رہا تھا فیروز شاہ نے عبداللہ کارکن سے دریافت کیا کہ اس وقت توک خانہ میں کون کون افراد موجود ہیں ملک عبداللہ نے عرض کیا کہ خانجہاں اور ملک ضیاء الملک توک خانہ میں بیٹھے ہیں بادشاہ نے فرمایا کہ شمس الدین میں یہ قابلیت کہاں ہے کہ وہ خانجہاں کے روبرو بیٹھے۔

بادشاہ نے یہ کہا اور عبداللہ کو حکم دیا کہ ابورجا کو کھڑا کر دے۔

ملک عبداللہ اسی وقت بادشاہ کے پاس سے توک خانے میں گیا اور ابورجا کی کمر پکڑ کر کہا کہ بادشاہ فرماتا ہے کہ تجھ کو خانجہاں کے روبرو بیٹھنے کی مجال نہیں ہے۔

اس موقعے پر مورخ عفیف بھی دیوان وزارت میں حاضر تھا اور یہ تماشا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا مورخ عفیف اس زمانے میں دیوان عالی کے یاروں بچوں کے گروہ میں شاہی ملازم تھا جس وقت ملک عبداللہ نے ابورجا کی کمر پکڑ کر کھڑا کرنا چاہا ابورجا فوراً استادہ ہو گیا اور ملک عبداللہ نے خلاہلم وکلاہ دولت اس کے جسم و سر سے اتار لی اور ابورجا نے خانجہاں کے روبرو استادہ ہو کر تمام واقعہ بیان کیا۔

سبحان اللہ دنیا کی بے ثباتی کا ذکر جس کو کسی قسم کی پائیداری حاصل نہیں ہے اور افسوس ہے ان افراد کے حالات پر جو اس پر شیفتہ ہو کر آخرت کی نعمت کو فراموش کرتے ہیں۔

دوسرے روز بادشاہ نے فرمان صادر فرمایا کہ ابورجا کو تخت شاہی کے روبرو لائیں اور اس کے دونوں ہاتھ پیٹھ پر باندھیں اور بازپرس و حساب کے لئے اس کو خانجہاں کے سپرد کر دیں۔

ابورجا کا تمام مال و اسباب ضبط کر کے سرکاری [illegible] کر دیا گیا۔

اُس روز ہر چہار شہر کے باشندے اسباب کے ملاحظے کے لئے آئے اور سرا میں بہت بڑا مجمع ہو گیا۔

اس ہجوم کی وجہ سے شور و غل بلند ہوا اور بادشاہ نے دریافت کیا کہ اس شور کا سبب کیا ہے۔ حاضرین بارگاہ نے عرض کیا کہ ہر چہار شہر کے باشندے ابورجا کا اسباب و مال دیکھنے آئے ہیں۔

فیروز شاہ نے فرمایا کہ ابورجا نے اگر قصور کیا ہے تو میری مملکت کا ان بازاریوں سے اس کو کیا نقصان پہنچا ہے جو اُس کا مال و اسباب دیکھنے جمع ہوئے ہیں۔

مقرب اہل دربار نے عرض کیا کہ ابورجا تمام ملک پر حاوی ہو گیا تھا اور چونکہ اقتدار میں اُس کا یہ معمول تھا کہ جس شخص کا اسباب خرید کرتا اُس پر سختی کر کے کم قیمت سے اس کو کم ادا کرتا تھا اور اس کے رعب داب سے کسی شخص کو یارائے دم زدن نہ تھا۔ اہل بازار کو یہ معلوم ہوا کہ اس کا اسباب ضبط کر لیا گیا ہے ابھی اس کو اور اس کے اسباب کو دیکھنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔

اس موقع پر فیروز شاہ نے فرمایا کہ وہ حیات جو بدنامی سے بسر ہو۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ دربانوں کو حکم دو کہ اہل بازار کو اندر آنے دیں تاکہ وہ عبرت کا تماشا دیکھیں۔ مختصر یہ کہ ابورجا کے مال و اسباب کی قیمت کا اندازہ لگایا گیا اور معلوم ہوا کہ کل اسی ہزار تنکے کی مالیت ہے۔

ابورجا کے ایک دشمن نے بادشاہ سے کہا کہ ابورجا نے شاہی حصار کے اندر ایک مکان تعمیر کیا تھا اور اس گھر میں آستانہ کے درمیان اشرفیاں خفیہ طور پر رکھی ہیں۔ شاہی حکم کے مطابق اس گھر کی تلاشی لی گئی اور تین ہزار اشرفیاں برآمد ہوئیں۔

اس واقعے کے بعد خانجہاں نے کہا کہ اے مکار شمس الدین اور بقیہ مال بتا اور ابورجا نے جواب دیا کہ اور زیادہ مال میرے پاس نہیں ہے۔

بادشاہ کو حقیقت حال سے اطلاع دی گئی اور اس نے بطور مزاح خانجہاں سے کہا کہ تم ہمیشہ تن آسانی میں زندگی بسر کرتے ہو اور اتنا مال بھی دشمن سے نہیں وصول کر سکتے۔ خانجہاں نے جو ابورجا کا دشمن جانی تھا اس کو باندھ کر اور زیادہ سختی شروع کی۔

اس کے علاوہ خدا کی مشیت و قدرت سے خانجہاں کے اسباب میں جو سرائے
شاہی میں انبار کیا گیا تھا ایک صندوق میں تین تھیلیاں زہر ہلاہل کی مع چند تحریروں کے
برآمد ہوئیں۔

یہ تھیلیاں بادشاہ کے حضور میں پیش ہوئیں اور اُس نے حکم دیا کہ ابورجا سے دریافت
کریں کہ اُس نے یہ زہر ہلاہل کس کے لئے جمع کیا ہے۔

ابورجا نے جواب دیا کہ میں نے یہ زہر ہلاہل اپنے عیال و اطفال کے لئے جمع کیا تھا۔

بادشاہ نے یہ سنکر فرمایا کہ ابورجا کیا وہ سفاک شخص ہے اس نے خدا معلوم کتنے
مسلمانوں کو ہلاک کرنے کے لئے یہ زہر جمع کیا تھا خداوند کریم نے اپنے فضل و رحم سے
ان غریبوں کو اُس کے شر سے محفوظ رکھا۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ زہر کے تھیلوں بھرے کو شک فیروز آباد کے پاس دریائے جمنا
میں غرق کر دئے جائیں۔

چند روز کے بعد بادشاہ نے شکار کے لئے بداؤن کا سفر کیا اور ابورجا کو مال طلب
کرنے کے لئے خانجہاں کے سپرد کر دیا۔

وزیر جہاں خود نے چھ ماہ کامل دیوان وزارت میں اجلاس کیا اور شمس الدین پر
اس قدر زدو کوب ہوتی کہ کرسی ٹوٹ جاتی اور ذرہ ذرہ ہو جاتی تھی لیکن ابورجا کی دلیری و ہمت
کی تعریف کرنی چاہئے کہ اس نے روزانہ اس قدر ضرب شدید برداشت کی لیکن زبان سے
لفظ توبہ نہ نکالا۔

ہر روز ایک دو لعنت کھاتا تھا اور اس قدر مارا جاتا تھا کہ بے طاقت ہو جاتا تھا
اور اس کے بعد اُس کا پاؤں پکڑ کر کشاں کشاں دیوان سے باہر لاتے تھے اور دوسرے
روز چند لعنت کھاتا تھا غرضکہ خانجہاں نے چھ ماہ کامل اس طرح ابورجا کو زدو کوب کی اور
اُس پر بے انتہا شدتیں کیں اور اس کے بعد بادشاہ نے حکم دیا کہ شمس الدین کو تا ستان
و بیابان کے غربی سمت میں جو سے آب خدا ہے جلا وطن کر دیا جائے۔

مختصر یہ کہ بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی گئی اور جب تک فیروز شاہ زندہ رہا ابورجا
اس مقام پر جلا وطن رہا محمد شاہ بن فیروز شاہ نے اپنے دور حکومت میں ابورجا کو چند تعظیم و
اہتمام کے ساتھ اس مقام سے واپس بلایا لیکن ابورجا ان زحمتوں کی وجہ سے جو اس کو

خانجہاں کے ہاتھوں سے پہنچے تھے گھوڑے پر سوار نہ ہو سکتا تھا اور پالکی میں بیٹھ کر چلتا پھرتا تھا
چنانچہ چند روز کے بعد اُس نے وفات پائی۔
ابو رجاء نے تین سال دیوان وزارت میں کام کیا اور اس زمانے تمام مسائل
دیوان کو پریشان کر کے ملک کو درہم برہم کر دیا اور آخر کار سنہ [illegible] ہجری میں اس جہاں
سے رخصت ہوا۔
اب مورخ چند مقدمات فیروز شاہی عہد کے معرض بیان میں لا کر فیروز شاہ کے
مناقب کے ذکر پر کتاب کو تمام کرتا ہے۔

بارھواں مقدمہ

ملک شمس الدین دامغانی کے خطا کا بیان اور بادشاہ کی کرامت

نقل ہے کہ سلطان محمد بن سلطان تغلق کے عہد حکومت میں اٹھارہ واقعات مخالفت
کے پیش آئے جن میں سلطان محمد نے خون جگر پیا لیکن فیروز شاہ کے چالیس سالہ دور حکومت میں ایک فرد
نے بھی سر نہ اٹھایا صرف ملک شمس الدین دامغانی نے مخالفت کا علم بلند کیا جس کی تفصیل
حسب ذیل ہے۔
واضح ہو کہ فیروز شاہ کے ابتدائے جلوس سے سنہ [illegible] تک بادشاہ کی ملک رانی و
حکومت اُس کے جاہ و حشم نیز اُس کی دولت و ثروت نے روز افزوں ترقی کی اور اس
زمانے میں تمام رعایا خوش و آزاد رہی۔
غرضکہ بادشاہ نے چھبیس سال کامل نہایت اطمینان و مسرت میں بسر کئے اور اُس
کی جاہ و حشمت برابر ترقی کرتی رہی۔
فیروز شاہ نے سنہ [illegible] ہجری میں شکار کے لئے کنیر کا سفر کیا اور شکار کھیلنے اور سیر
و تفریح میں مشغول ہوا۔
تقدیر الٰہی نے سال مذکور کے ابتدائی زمانے میں رنگ بدلا اور بادشاہ کے لخت جگر
شاہزادہ فتح خاں نے وفات پائی۔

اس زمانے میں بادشاہ سفر سے واپس آچکا تھا اور چونکہ موسم برسات آچکا تھا
فیروز شاہ دریائے گنگ کو عبور کر چکا تھا کہ شہزادہ فتح خاں نے وفات پائی
اس سفر میں مورخ عفیف بھی بادشاہ کے ہمرکاب تھا۔
مختصر یہ کہ شاہزادہ فتح خاں کے وفات کی وجہ سے بادشاہ کو عجیب رنج ہوا اور
اُس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔
اس سال بادشاہ جب شہر میں داخل ہوا تو اس نے اپنی آئین و رسوم گزشتہ کو ایک لخت
منع کر دیا۔
اس واقعے کے بعد سنہ ہجری میں جب بادشاہ شہر میں مقیم تھا کہ ایک خراسانی شخص
نے محل پاشیب کے اندر کوتوال پر تلوار چلائی یہ وہی تلوار تھی جو فیروز شاہی عہد میں نیام سے
باہر آئی۔
معتبر راویوں نے مورخ عفیف سے بیان کیا ہے کہ تجار خراسان میں ایک شخص
کسی جرم کی بنا پر کوتوال کی حراست میں تھا اور اس قید میں بے حد محنت و مشقت برداشت
کرتا تھا۔
فیروز شاہ نے حکم دیا کہ بندی خانے کے قیدیوں کا حال اور ان کی مفصل کیفیت
میرے حضور میں پیش ہو۔
اس حکم کی بنا پر ملک نیک احدی اس خراسانی کا حال بادشاہ کے حضور میں لے گیا۔
فیروز شاہ نے فرمایا کہ یہ شخص مسافر ہے اس کو میرے حضور میں حاضر کرو۔
ملک نیک احدی نے فوراً اس مجرم کے بند بند جدا کئے اور اپنے ہمراہ بادشاہ
کے حضور میں لے گیا کوتوال مجرم ہمراہ تھا محل پاشیب کے روبرو صحن میں پہنچا اور
ملک نیک احدی آگے آگے تھا اور خراسانی اس کے عقب میں۔
اس مقام پر تیغداروں کا ایک گروہ موجود تھا اور خراسانی نے اپنی طاقت کے
غرور میں دست درازی کی اور ایک تیغدار کی تلوار اس کے ہاتھ سے چھین کر اس کو
نیام سے نکالا اور کوتوال پر وار کیا۔
کوتوال خراسانی کی بغل کے اندر آگیا اور اس پر ضرب کاری لگی اور وہ سلامت
رہا صرف سر پر ایک اوچھا سا زخم آگیا اور پاشیب میں شور بلند ہوا۔

یہ خراسانی اپنے گرد دیں خواجہ کے لقب سے مشہور اور جید صاحب عزت و وقعت تھا جو شخص ایک جرم کی بنا پر ملک نیک بعدی کی قید میں گرفتار اور زندان میں بجد سختی و مصیبت کا شکار ہو رہا تھا اس شخص کا مقدمہ بار بار خانجہاں کے حضور میں پیش ہوتا تھا اور روزانہ اجلاس کے وقت یہ شخص وزیر کے حضور میں حاضر کیا جاتا تھا اور خانجہاں اس شخص کے بابت تمام اصحاب وزارت سے مشورہ کرتا تھا لیکن اس کی سمجھ میں نہ آتا کہ کیا فیصلہ کرے۔

چونکہ فیروز شاہ شکار کو گیا ہوا تھا خانجہاں نے اس کا مقدمہ ملتوی رکھا تاکہ بادشاہ کی مراجعت پر مجرم کو فیروز شاہ کے حضور میں پیش کرے۔

اس زمانے میں بادشاہ سفر سے واپس آیا اور اس نے تمام اہل زندان کا حال دریافت کیا اور مجرم نے کوتوال پر تلوار کا وار کیا جو بجد شور و غل بلند ہوا اور آواز بادشاہ کے کانوں تک پہنچی۔

اس وقت فیروز شاہ محل کے جھروکے میں مقیم تھا لیکن بے انتہا دہشت و خوف کی وجہ سے بام کوشک پر موجود ہوا اس درمیان میں خراسانی نے کوتوال پر تلوار چلائی جو کوتوال پر کاری نہ لگی۔

مجرم تیغ زنی کے بعد دروازہ پاشیب کی طرف فراری ہوا اور ارادہ کیا کہ باہر نکل جائے۔

چونکہ اس کے ہاتھ میں برہنہ تلوار تھی کسی تیغ دار و سپر دار کو یہ ہمت نہ ہوئی کہ خراسانی کے قریب جا کر اس کو روکے خراسانی نے ارادہ کیا پاشیب کے اوپر سے نیچے آئے لیکن دوڑنے اور چلنے کے درمیان اس کا پاؤں لڑکھڑایا اور وہ زمین پر گرا۔

بعض تیغ دار جو پاشیب میں نوبتی تھے اس کے عقب میں دوڑے اور پیچھے سے خراسانی پر ڈال کر اس کو گرفتار کر لیا اور حراست میں لے لیا۔

بادشاہ کو تمام حقیقت حال سے اطلاع ہوئی اور اس نے مجرم سے کہا کہ اے شخص تو خراسان کا باشندہ ہے تو نے ہمارے کوتوال پر کیوں ایسی ضرب لگائی تھی کہ اگر کاری پڑتی تو اس کی جان سلامت نہ رہتی۔

فیروز شاہ نے حکم دیا کہ چونکہ یہ مسافر ہے اس کے لئے یہی حکم کافی ہے کہ مجرم کو اس کے سامنے حاضر کرو اور تمام اہل خراسان سے جو اس کے ہم وطن ہیں پوچھو کہ اس کے

اس امر کی تفصیل یہ ہے کہ ظفر خاں بزرگ نے قضائے الٰہی سے وفات پائی فرزند دریا خاں ظفر خاں کے خطاب اور گجرات کی حکومت سے سرفراز فرمایا گیا۔

ظفر خاں دوم نے چند روز گجرات کا انتظام اس بہترین طریقہ پر کیا کہ دولت آباد میں تمام اشخاص اس کے نام سے کانپ اٹھے۔

فیروز شاہ خود چند ماہ سے گجرات کے انتظام کے خیال میں تھا اور ہر شخص کے متعلق غور کر رہا تھا دامغانی نے بھی اس خدمت کو حاصل کرنے کی بیحد کوشش کی اور عماد الملک کو واسطہ بنایا۔

عماد الملک نے بار بار بادشاہ کے حضور میں دامغانی کی سفارش کی اور فیروز شاہ نے ہر بار یہی فرمایا کہ اس میں شبہ نہیں کہ دامغانی بیحد کارگزار ہے لیکن اس کے ساتھ ہی بیحد فتنہ انگیز ہے اور یہ بہت ممکن ہے کہ اس کے تقرر سے اہل عالم کو رنج و ملال پہنچے۔

اس واقعے نے یہاں تک طول پکڑا کہ عماد الملک نے اس امر میں دل و جان سے کوشش شروع کی۔

چونکہ خدا کی مشیت یہی تھی کہ دامغانی چند روز حکمرانی کا ڈنکا بجائے فیروز شاہ نے عماد الملک کا معروضہ قبول کیا اور اس کو اپنے حضور میں حاضر کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

دامغانی حصول مراتب کے لئے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور چند روز کے بعد یہ شخص حاضر ہو کر بادشاہ کے قدموں پر گر پڑا۔

فیروز شاہ نے دامغانی سے فرمایا کہ تو مجھ کو اپنی ضمانت دے۔

دامغانی نے عرض کیا کہ جس شخص کو بادشاہ ارشاد فرمائیں بندۂ درگاہ اس کو اپنا ضامن بنائے۔

فیروز شاہ نے فرمایا بہتر ہے تو حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیا کی ضمانت دے۔

دامغانی نے اس کو قبول کیا اور بادشاہ دوسرے روز دامغانی کو ہمراہ لے کر حضرت محبوب الٰہی کے آستانہ پر حاضر ہوا۔

دامغانی نے محبوب الٰہی کی قبر مبارک کا غلاف پکڑا اور قبلہ رو ہو کر حضرت نظام الدین اولیا کو اپنا ضامن بنایا۔

فیروز شاہ حضرت شیخ کے آستانہ سے واپس ہوا اور اس نے دامغانی کو حکومت عطا فرما کر گجرات روانہ ہونے کا حکم دیا۔

مختصر یہ کہ دامغانی دہلی سے روانہ ہو کر چند روز میں گجرات پہنچا اور وہاں کے قریات و دیہات کے محاصل سے بے شمار رقم جمع کی۔

دامغانی کے پاس وافر روپیہ جمع ہو گیا اور اس نے غداری کا خیال دل میں پکایا۔ اس شخص نے اس رقم سے آلات حرب و سامان جنگ خرید اور گجرات کے محاصل میں سے ایک دانگ بھی فیروز شاہ کے حضور میں نہ روانہ کیا اور اپنے ہم نشین افراد میں کسی شخص کو اس حال سے آگاہ نہ کیا۔

چند روز کے بعد دامغانی نے اپنے اسرار سے اہل گجرات کو آگاہ کیا اور ہر فرد کو شیریں کلامی و عدہ ہائے بزرگ سے خوش و قوی بنایا۔

دامغانی کے خیالات سے واقف ہو کر امیران صدگان ایک مقام پر جمع ہوئے اور انھوں نے دامغانی کو قتل کیا اور تمام عرائض بادشاہ کے حضور میں روانہ کیے۔

امرا کے عرائض جو دامغانی کی غداری کے متعلق تھے ہنوز دربار میں پڑھے جاتے تھے کہ اس کا سر بھی بادشاہ کے حضور میں پہنچا۔

مجرم کے سر کے ساتھ امرا کے عرائض بار دگر پہنچے جس میں مرقوم تھا کہ دامغانی حرام خوار کا سر حضور میں روانہ کیا جاتا ہے۔

فیروز شاہ نے حکم دیا کہ دامغانی کا سر دربار کے روبرو آویزاں کیا جائے تاکہ اہل عالم کو عبرت حاصل ہو۔

سچ ہے کہ یہ تمام واقعات حشمت و جلال فیروز شاہ کے حسن عقیدت سے برکات ہیں کہ دامغانی مجرم بلا کسی معرکہ آرائی کے قتل ہوا اور اس کا سر بادشاہ کے حضور میں پیش ہوا۔

بزرگوں کا قول ہے بلکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو شخص خدا کا ہو جائے گا اللہ کا کرم ہر وقت اس کے ساتھ رہے گا۔

دامغانی کے قتل کا تفصیلی بیان

معتبر اشخاص نے مورخ ضعیف سے بیان کیا کہ شمس الدین دامغانی نے خلاف اختیار

کیا اور بادشاہ سے مخالفت کر کے شمس کی اطاعت و فرمانبرداری سے انکار کیا۔

تمام خلقت گجرات اس کے خیال خام پر خندہ زنی کرتی اور ہر شخص شمس کی مخالفت پر آمادہ ہوا۔

تمام خانان و ملوک و امرائے صدگان اور ترکش دار یک دل ہو کر ایک مقام پر جمع ہوئے اور ان تمام اعیان شہر خصوصاً ملک شیخ فرخ خاں وغیرہ امرائے بزرگ دامغانی کے شدید ترین دشمن بن گئے۔

صبح صادق کے وقت دامغانی کے پہرہ دار روانہ ہو گئے اور اس کا مکان خالی ہو گیا۔

اس حالت میں یہ تمام پہلوان اپنے نیزے اور تیغ ہمراہ لئے ہوئے دامغانی کے گھر میں گھس آئے اور اس کو قتل کر ڈالا۔

بعض ان اشخاص نے بیان کیا ہے کہ جس زمانے سے کہ شمس الدین دامغانی نے بادشاہ کی مخالفت کا خیال نکالا اور شمس سے منحرف ہوا اس وقت سے تمام مخلوق خاص و عام و جوان و پیر نے جو گجرات میں مقیم تھے دامغانی کو نشانہ ملامت بنایا۔

ظاہر ہے کہ یہ تمام واقعات خدائے بزرگ کی عنایت اور شمس کے کرم کے آثار و برکات تھے جو رونما ہوئے۔

فیروز شاہ کا مجرموں کے ایک گروہ کو قتل کرنا

نقل ہے کہ فیروز شاہ خونی مجرموں کی ہرگز رعایت نہ کرتا اور فوراً ان سے قصاص لیتا تھا۔

بادشاہ کے ابتدائی عہد میں یوسف بغرا کے فرزند نے ہنگامہ آرائی کی جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

واضح ہو کہ یوسف بغرا سلطان محمد تغلق کے عہد میں صاحب جاہ و مراتب و کلاہ تھا اور امرائے محمد شاہی میں بیحد ممتاز و سرفراز رہتا تھا۔

یوسف بغرا کے دو فرزند تھے جن کی پرورش و پرداخت میں یوسف بیحد کوشش کرتا تھا اور یہ دونوں فرزند علیحدہ علیحدہ ماؤں سے تھے۔

فیروز شاہ کے عہد میں یوسف کے دو فرزند قصبہ یوسف پور کو جو یوسف لقرا کی قدیم جاگیر تھی روانہ ہو گئے برادر بزرگ نے ارادہ کیا کہ برادر خورد کو قتل کر کے اس کو دفع کرے لیکن اس کو موقع نہ ملتا تھا۔

یہ ہر دو برادر یوسف پور گئے اور چند روز کے قیام کے بعد برادر بزرگ نے چھوٹے بھائی کو قتل کیا۔

مقتول کی والدہ نے بارگاہ شاہی میں فریاد کی اور فیروز شاہ اس واقعے کو سن کر بے حد حیران ہوا اس لئے کہ برادر بزرگ پر بادشاہ بے حد مہربان تھا اور وہ دربار شاہی کے مقرب افراد میں شمار ہوتا تھا فیروز شاہ نے بے حد غور و فکر کے بعد حکم دیا کہ دربار کے روبرو مجرم قتل کیا جائے۔

باوجودیکہ بادشاہ یوسف لقرا کے فرزند کلاں پر بے حد مہربان تھا پھر بھی اس سے قصاص لیا اور معاف نہ فرمایا۔

اسی طرح ایک واقعہ یہ ہے کہ فیروز شاہ کے آخر عہد میں خزانے میں ایک شخص ذلیل سے کی خدمت پر مامور تھا اور اس کا نام خواجہ احمد تھا۔

ایک طالب علم اس کے مکان پر خواجہ احمد کے خرد سال بچوں کو تعلیم دیتا تھا۔ طالب علم شہر دہلی میں اور خواجہ احمد فیروز آباد میں مقیم تھے اور خواجہ احمد اور اس طالب علم میں بے حد محبت تھی اتفاق سے خواجہ احمد اس طالب العلم سے بدگمان ہوا اور اس کو خائن خیال کیا۔

یہ طالب علم ایک عورت پر عاشق تھا اس کا قاعدہ تھا کہ شنبے کے روز دہلی سے فیروز آباد آتا اور پانچ روز خواجہ احمد کے اطفال کو تعلیم دے کر پنجشنبے کو دہلی واپس جاتا تھا۔

ایک شب خواجہ احمد مکار نے اپنے دو غلام زادوں کو اپنا ہم خیال بنایا اور فیروز آباد میں اس طالب العلم کے ہمراہ بادہ نوشی میں مشغول ہوا۔

شراب خواری کے عالم میں دماغ نشہ غرور سے سرشار ہوا اور خواجہ احمد اور اس کے دونوں غلاموں نے طالب العلم کو قتل کر دیا اور نصف شب کے وقت اس کی لاش اپنے مکان سے باہر لا کر پل تک کے اوپر سے باہر پھینک دی اور اپنے خون آلود کپڑے دھوبی کو دھلنے کے لئے دے دئے۔

صبح کے وقت آفتاب نمودار ہوا اور بادشاہ سیر کرتا ہوا اُس مقام پر پہنچا اور اس مقتول کو دیکھ کر اس مقام پر ٹھہر گیا۔

اس زمانے میں ملک نیک امدی کوتوال وفات پا چکا تھا اور اُس کا بیٹا ملک حسام الدین متوفی پدر کا جانشین تھا فیروز شاہ نے اُس مقام پر کوتوال کو طلب کیا اور یہ فرمایا کہ اگر اس مقتول کے قاتل کا نشان نہ ملا تو میں تجھ کو بجائے مجرم کے قتل کر دوں گا۔

ملک حسام الدین بادشاہ کے اُس حکم سے بےحد حیران ہوا اور اس فکر میں گرفتار ہوا کہ کس شخص کو گرفتار کر کے خون کا گناہ گار قرار دے۔

غرضکہ مقتول کا سر اور اس کا منہ دھویا گیا اور سر کو خوب صاف کر کے جسم سے جوڑا اور اُس کے جسم کو سرکاری چوکی میں رکھا گیا ممکن ہے کہ کوئی شخص مقتول کے مکان کو پہچانے سے آگاہ کر سکے اور بتا سکے کہ اس کا وطن کہاں ہے۔

اس مقام پر خلقت خدا جمع ہوئی اور تماشائیوں کا بےحد ہجوم ہوا ایک شخص نے مقتول کی شناخت کی اور کہا کہ یہ شخص حصار سیری میں فلاں اور فلاں محلہ کا باشندہ ہے۔

بعد تلاش و جستجو کے بعد مقتول کے مکان کا پتہ چلا اور اس کے اعزہ کو حقیقت حال سے خبردار کیا گیا۔

مقتول کے عزیز و اقارب دوڑے اور حیران و پریشان اس کی لاش پر پہنچ کر گریہ و زاری میں مشغول ہوئے۔

مقتول کے اعزہ نے بیان کیا کہ یہ شخص خواجہ احمد کے مکان پر اس کے لڑکوں کو تعلیم دیتا تھا۔

ان اشخاص نے یہ بھی بیان کیا کہ احمد اس مقتول سے بدگمان تھا ممکن ہے کہ اسی نے اس کے قتل کرنے میں کوشش کی ہو۔

خواجہ احمد کو کوتوال کے روبرو حاضر کیا گیا لیکن اُس نے اپنے غرور و تکبر کی وجہ سے جرم سے انکار کیا۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ خواجہ احمد کے غلاموں اور اس کی کنیزوں پر سیاست کی جائے۔

سر کوتوال نے شاہی حکم کی تعمیل کی اور خواجہ احمد کے غلاموں نے نہایت اطمینان کے ساتھ

بیان کردیا اور کہا کہ خواجہ احمد اور اس شخص کے دو غلاموں نے مقتول کے ہمراہ بادہ خواری کی اور نشہ کے عالم میں اس طالب العلم کو غلاموں نے پکڑا اور خواجہ احمد نے اس کو چاقو سے ذبح کر ڈالا۔

اس موقع پر خواجہ احمد نے کہا کہ یہ غلام دروغ گو ہیں خود انھوں نے اس شخص کو ذبح کیا ہے۔

غلاموں نے کہا کہ خواجہ احمد کا خون آلود جامہ دھوبی کو دیدیا گیا ہے۔

اس تقریر کے بعد دھوبی طلب کیا اور وہ کپڑا دھلا ہوا لے کر حاضر ہوا اور کپڑے میں جابجا زرد رنگ کے خون کے داغ تھے۔

خواجہ احمد سے ان داغوں کے بابت سوال کیا گیا کہ میں نے ایک جانور ذبح کیا تھا یہ اُس کے خون کے نشانات ہیں۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ قصاب حاضر کئے جائیں بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی گئی اور اُن سے اس علامت کے بابت دریافت کیا گیا۔

قصابوں نے جواب دیا کہ یہ علامت کسی جانور کے خون کی نہیں ہو سکتی بلکہ انسان کے خون کو دھونے سے کپڑے پر زرد داغ پیدا ہو جاتے ہیں۔

قصابوں کا جواب سنکر بادشاہ نے حکم دیا کہ خواجہ احمد کو سیاست گاہ میں لیجا کر قتل کریں۔

اس موقع پر خواجہ احمد خانجہاں کے قدموں پر گر پڑا اور بعد منت و عاجزی سے کہا کہ میں اس مقتول کا خون بہا اسّی ہزار تنکے ادا کروں گا۔

خانجہاں نے بادشاہ سے یہ واقعہ عرض کیا کہ خواجہ احمد اسّی ہزار تنگہ خوں بہا ادا کرنے کے لئے آمادہ ہے بادشاہ نے فرمایا کہ اے خانجہاں جس شخص کے قبضے میں مال و دولت ہوگی وہ اس طرح بہت سے افراد کو قتل کرے گا اگر قتل کے معاوضے میں مال وصول کرکے مجرم رہا کر دئے جائیں گے تو مخلوق کو بہت دقت پیش آئے گی اور قیامت میں خدا کے حضور میں مجھ کو ندامت و شرمندگی ہوگی۔

خانجہاں نے عرض کیا کہ خزانہ شاہی کے لاکھوں روپیہ کا حساب خواجہ احمد کے ذمے ہے اگر چند روز قصاص میں توقف فرمایا جائے تو بہتر ہے تاکہ بیت المال کا حساب صاف ہو جائے۔

فیروز شاہ نے فرمایا کہ میں خزانے کے لاکھوں روپیہ سے باز آیا خواجہ احمد کو فوراً سزا دیجائے

آخر کار خواجہ احمد اور انس کے دونوں غلاموں کو تمام خاص و عام کے روبرو سزا دی گئی۔ غرض کہ اگر مورخ فیروز شاہ کے عدل و انصاف کے ہر جزئی معاملات کو قلمبند کرے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے۔

چودھواں مقدمہ

سلطان فیروز شاہ کا آخر عمر میں قیدیوں کے احوال مساجد کی آراستگی اور مظلوم افراد کی داد خواہی میں مصروف ہونا

نقل ہے کہ فیروز شاہ نے اپنے آخری زمانے میں خدا کے خوف سے انھیں امور پر بہت توجہ فرمائی اور انھیں کو انجام دینے کی کوشش کرتا رہا۔

ایک قیدیوں پر توجہ کرنا جس کی تفصیل حال یہ ہے کہ فیروز شاہ جب سیر و شکار سے واپس آتا اور شہر فیروز آباد میں قیام فرماتا تو قیدیوں کے احوال کی پرسش کرتا تھا اور جو شخص کہ رہا کرنے کے لائق ہوتا اس کو فوراً رہا کر دیتا تھا قیدیوں میں جو شخص جلاوطن کرنے کے قابل ہوتا جلاوطن کیا جاتا تھا لیکن وہ ایسے شخص کو وظیفہ عطا ہوتا تھا کہ یہ شخص غربت کے عالم میں معاش کی تنگی سے پریشان نہ ہو۔

فیروز شاہ نے ارباب عمال درگاہ کو تاکید کی کہ وہ کسی مجرم کو زیادہ مدت تک قید خانے میں نہ رکھیں اس لئے کہ اس کے دل کی آہ کو برداشت کرنا بہت مشکل ہے۔

فیروز شاہ ہمیشہ یہ فرماتا تھا کہ غریب اہل زندان ہمیشہ پریشان خاطر و عاجز و حیران رہتے ہیں اور اپنی خیانت کی وجہ سے جو ان سے ناعاقبت اندیشی سے کی ہے قید میں گرفتار ہے۔

جس زمانے میں کہ عزیز مصر نے ہولناک خواب دیکھا تو تمام معتبر افراد کو جمع کیا لیکن کوئی شخص اس کے خواب کی تعبیر نہ بیان کر سکا۔

اس مجمع میں وہ شرابدار بھی تھا جو حضرت یوسف علیہ السلام کے ہمراہ قید خانے میں تھا۔

اس غلام نے بادشاہ سے عرض کیا کہ ایک کنعانی غلام قید خانے میں ہے یہ شخص بہت عاقل ہے اور امید ہے کہ وہ خواب کی تعبیر بیان کرے گا۔

عزیز مصر نے اسی شربدار کو حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس قید خانے میں تعبیر دریافت کرنے کے لیے بھیجا۔

شربدار نے حضرت سے خواب بیان کیا اور جناب یوسف علیہ السلام نے فوراً تعبیر بیان کی اور فرمایا کہ اس شہر میں سات برس کا کال قحط پڑے گا۔

اس مقام پر اس واقعے کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا میرے بھائی یوسف پر رحمت نازل فرمائے کہ انھوں نے فوراً خواب کی تعبیر بیان کر دی میں کہ محمد ہوں جب تک کہ مجھ کو قید سے آزاد نہ کرتے میں ہرگز خواب کی تعبیر نہ بیان کرتا۔

مقصود یہ ہے کہ قید کی مصیبت ایسی سخت بلا ہے کہ انبیائے کرام نے بیان فرمایا ہے۔

مختصر یہ کہ فیروز شاہ قیدیوں کے بارے میں عمال کو سخت تاکید کرتا تھا کہ جہاں تک ممکن ہو ان کو جلد رہا کیا جائے یہاں تک کہ آخر میں ہر ماہ کی پہلی تاریخ تمام کوتوال قیدیوں کے حالات سے بادشاہ کو مطلع کرتے تھے۔

بادشاہ کی دوسری مصروفیت یہ تھی کہ مساجد کو آراستہ کرے۔ فیروز شاہ نے حکم دیا تھا کہ تمام شہر کی مساجد کا حال بادشاہ کے حضور میں پیش کریں اس لیے کہ بعض مساجد ایسی تھیں کہ ان کے بانی وفات پا چکے تھے ویران اور برباد ہو گئے تھے اور بعض مسجدیں پرانی اور شکستہ ہو گئی تھیں۔

عمال بارگاہ نے مفصل کیفیت بادشاہ کے حضور میں پیش کی۔

فیروز شاہ نے تمام مساجد میں امام و موذن مقرر کیے اور چراغ اور بوریا کے اخراجات کے لیے رقوم مصارف مقرر کیں جو مسجدیں کہ خراب ہو گئی تھیں ان کی مرمت کرائی اور اسی طرح تمام مساجد روشن و معمور ہو گئیں۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ قبل اس کے کہ قیامت قائم ہو تمام مسجدوں کو نقرئی کر کے ان کو جنت میں لے جائیں گے مساجد کی عظمت و بزرگی کا کیا ذکر کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے دنیا میں مسجد تعمیر کی اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں قصر عطا فرماتا ہے۔

تیسری مشغولی بادشاہ کی مظلوموں کے حق میں دادرسی کرنا اور عدل و انصاف سے

ان کی فریاد سنی تھی

فیروز شاہ نے اس معاملے میں ایک ترتیب کی اور بادشاہ کا قاعدہ تھا کہ اگر عین سواری میں کوئی شخص اپنے حال و مال کے بابت عرض و فریاد پیش کرتا تو بادشاہ اس مقام پر جہاں کہ سائل نے درخواست پیش کی ہے کھڑا ہو جاتا اور سائل سے فرماتا کہ اسے مجلس میں لے لیے، شاہ دفاتر اہل حاجت کی کاربرآری کے لیے مقرر کئے ہیں تو نے پہلے عرض و فریاد ان دفاتر میں کیوں نہ پیش کیا۔

اگر وہ شخص جواب میں عرض کرتا کہ میں نے بارہا ان دفاتر میں عرض کیا اور اپنے غم و الم کی شرح بیان کی لیکن ان محکمہ جات کے عمال و حکام نے میرے حال پر توجہ نہ کی۔ ان حکام کی غفلت و عدم توجہی سے تنگ آکر میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا ہوں۔

اس موقع پر فیروز شاہ صاحب دیوان کو اپنے حضور میں طلب کرتا اور ان سے سختی کے ساتھ باز پرس کر کے اہل حاجت کی کاربرآری کر دیتا۔

اگر وہ شخص صاحب دیوان کی شکایت نہ بھی کرتا تو بھی بادشاہ اس شخص کی حاجت پوری کر کے قدم آگے بڑھاتا۔

خوش قسمتی کہ آخر عمر میں بادشاہ کو انہیں چیزوں سے سروکار تھا۔

سبحان اللہ فیروز شاہ کی نیت صادق کا کیا کہنا کہ جتنے خصائل جدا جدا سلاطین پیشین میں پائے جاتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان تمام اوصاف سے بادشاہ کو متصف فرمایا تھا بلکہ ان سے وہ چند صفات حسنہ عطا فرمائے تھے بادشاہ کے اکثر اوصاف وہ تھے جو صرف اولیاء اللہ میں پائے جاتے ہیں۔

ایک مرتبہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل سے پوچھا کہ اگر خدا تم کو انسانی قالب میں دنیا میں بھیجے تو تم کیا خدمت اختیار کرو گے۔ جبرئیل نے عرض کیا کہ میں سلاطین کی امداد کروں گا اس لیے کہ اہل حاجت کی حق رسائی اسی گروہ سے متعلق ہے۔

پندرھواں مقدمہ

حضرت سید جلال الدین بخاری رحمتہ اللہ علیہ کا بادشاہ سے آخری ملاقات کرنا

روایت ہے کہ حضرت سید جلال الدین بخاری رحمتہ اللہ علیہ ہر دوسرے یا تیسرے سال

بادشاہ سے ملاقات کرنے کے لئے اوچ سے فیروز آباد تشریف لاتے ۔ بادشاہ اور جناب سید کے درمیان بے حد محبت تھی اور ہر دو بزرگوار اس محبت میں اضافہ کرنے کی سعی فرماتے تھے۔

حضرت سید جب اوچ سے تشریف لاتے اور فیروز آباد کے نواح میں جا پہنچتے تو بادشاہ مند تک حضرت کے استقبال کو جاتا اور ملاقات کے بعد جناب ممدوح کو بے حد اعزاز کے ساتھ شہر میں لاتا۔

جناب سید کبھی کوشک مندہ سے متصل کوشک معظم کے اندر اور کبھی شفاخانے میں اور کبھی شاہزادہ فتح خاں کے حظیرہ میں قیام فرماتے تھے۔

مختصر یہ کہ جناب سید اپنے قیام گاہ سے مقررہ طریقے کے مطابق بادشاہ سے ملاقات کے لئے تشریف لاتے اور جیسے ہی کہ حضرت ممدوح محل حجاب میں پہنچ کر سلام کرتے تو بادشاہ باوجود اس عظمت و شان کے تختگاہ پر استادہ ہو جاتا اور بے حد تواضع کے ساتھ جناب سید سے ملاقات کرتا اور اس کے بعد ہر دو بزرگ بالائے جام خانہ تشریف فرما ہوتے۔

جب حضرت سید واپس ہوتے اس وقت بھی فیروز شاہ بالائے جام خانہ تعظیم کے لئے استادہ ہوتا اور جب تک کہ حضرت ممدوح محل حجاب تک نہ پہنچتے بادشاہ اسی طرح کھڑا رہتا۔

حضرت سید بادشاہ کو سلام کرتے اور بادشاہ جواب میں حضرت کو سلام کرتا اور جب حضرت ممدوح نظر سے غائب ہو جاتے اُس وقت بادشاہ بیٹھ جاتا تھا۔

سبحان اللہ کیا حسن ادب تھا جو بادشاہ جناب سید کے لئے بجا لاتا تھا۔

فیروز شاہ بھی دوسرے تیسرے روز جناب سید کے قیام گاہ پر حضرت سے ملاقات کرنے کے لئے حاضر ہوتا اور ہر دو بزرگ باہم یکجا ہو کر محبت آمیز گفتگو فرماتے تھے۔

اوچ اور دہلی کے باشندے اپنی حاجات جناب سید کے حضور میں عرض کرتے اور حضرت سید اپنے خدام کو حکم دیتے کہ ان حاجات کو قلم بند کریں۔

جب بادشاہ حضرت کی ملاقات کو آتا تو جناب ممدوح وہ کاغذ فیروز شاہ کی خدمت میں پیش فرماتے اور بادشاہ اُس کاغذ کو غور سے ملاحظہ فرما کر ہر حاجت مند کی اسی معروضے کے مطابق حاجت روائی کرتا۔ چند روز کے بعد جناب سید فیروز آباد سے اوچ روانہ ہو جاتے اور حضرت شاہ اسی طرح ایک منزل مشایعت کرتا۔

غرضیکہ جناب سید اور بادشاہ کے درمیان چند سال یہ سلسلہ محبت جاری رہا اور

جب جناب سید بادشاہ کی ملاقات کو تشریف لائے تو ہر مرتبہ سے کچھ زیادہ قیام فرمایا اور اس کے بعد اوچہ روانہ ہو گئے۔

جب حضرت سید جلال بادشاہ سے رخصت ہونے لگے اور محبت آمیز گفتگو میں اپنے دہلی جانے کا تذکرہ فرمایا تو بادشاہ نے کہا کہ دعا گو کا گمان یہ ہے کہ میری اور حضرت شاہ کی آخری ملاقات ہے۔

دعا گو کی عمر آخر کو پہنچ چکی اور حضرت شاہ کا سن بھی زیادہ ہو چکا اس سن وسال میں بادشاہ کو سیر وشکار کے لئے دہلی سے زیادہ دور جانا مناسب نہیں ہے۔

تمت

صحت نامہ

تاریخ فیروز شاہی (عفیف)

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۶	۲۵	سترۃ العزیر	سرۃ العزیز	۸۵	۳	اکیا کرستیت الٰہی	اکیا کرخشیت الٰہی
۲۷	۸	غدر	عذر	〃	۱۸	خاندان	خاقان
۳۳	۱۳	فیرور	فیروز	۹۷	۱۰	قنوئی	قنوجی
〃	۱۹	کرسکوں کی	کرسکوں گی	۱۰۷	۱۵	جہانداری	جہانداری میں
۳۳	۱۷	جہانداری کی	جہانداری کی تعلیم	۱۲۵	۱۲	کورے	کرے
۳۴	۲۵	تاتارخاں	تاتارخاں	۱۳۱	۲۵	اس باغ	اس باغ کا
۴۵	۱۷	نکالا تھا	نہ نکالا تھا	۱۳۷	۸	قسم نہم	قسم سوم
۴۶	۱۹	بھرائیوں	بھرائیوں	۱۹۳	۹	بندگان	بندگان کو
۴۸	۱۱	پرورگار عالم	پروردگار عالم	۱۹۵	۱	جوشی	خوشی
۸۱	۱۱	پڑھاجاتا	پڑھا جاتا	۱۹۷	۸	تعدار	تیغدار
〃	۱۲	حلجیوں	خلجیوں	۱۹۸	۱۰	بھی	بچی
〃	۲۳	حصرت	حضرت	۲۰۸	۶	بنا کردہ	کے بنا کردہ
〃	۲۵	حضر	حضرت				

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۲۵	۲۱	نصیحت کیا	نصیحت کی	۲۸۴	۸	فہم فراست	فہم و فراست
۲۴۲	۲	عاقل	عاقِل	۲۸۵	″	علاقی برادر	علاتی برادر
۲۴۸	۱۲	جواہرلنگار	جواہرنگار	۲۹۵	۲	+	دسواں مقدمہ
۲۵۶	۲	تے آتے تھے	لے آتے تھے	۲۹۸	۱۷	نے	سے
۲۶۳	۳	باچاک	یاچاک	۳۰۲	۴	اعنیان	اعیان
۲۶۸	۲۵	فہم	مبہم	۳۰۴	۲۵	ماضرین	حاضرین
۲۷۴	۲	ان کے طرف	ان کی طرف	۳۱۱	۲	سیر فرش	سیر فرش سائی
″	۵	گم ہو گیا	گم ہو گئی	۳۱۴	۱۴	موقعے	موقع پر
۲۷۵	۱۲	تشبیے جات	تشبیہات	۳۱۵	۲۲	سے	نے
۲۷۹	۴	مسعین الملک	معین الملک	۳۲۲	۴	اپنی	اپنے
″	″	لاتا	لاتا	۳۲۳	۱۶	دور ہے	دوڑتے
۲۸۰	۸	برقرار ہے	برقرار رہے	۳۲۶	۷	پہرہ دار	بہرہ دار
۲۸۲	۹	+	تھا	۳۳۳	۱۲	×	پندرھواں مقدمہ